ماہنامہ
افکار العارف
لاہور

MONTHLY AFKAR-E-AL-ARIF
LAHORE

December 2022

علامہ سید صفدر حسین نجفی
خصوصی نمبر

مومن کی موت بھی ہے شہادت کا ایک روپ صدق وصفا کی راہ میں جاں سے گذر گیا
تقسیم کر کے علم و عمل کی بشارتیں "صفدر حسین" آنکھ سے دل میں اتر گیا
(شہید محسن نقوی)

محسن ملت، حجۃ الاسلام والمسلمین
علامہ سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ
(3 دسمبر 1989ء)

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ
جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا (حضرت علیؑ)

ماہنامہ
افکار العارف
MONTHLY AFKAR-E-AL-ARIF
LAHORE

دسمبر 2022ء | جلد نمبر 14 | شمارہ نمبر: 12

ڈیکلریشن نمبر: PCPB-495 رجسٹرڈ نمبر: CPL-60

دامن العارف میں

اداریہ۔ علامہ صفدر حسین نجفی سوانح عمری	ادارہ	2
میرے عزیز دوست	آغا علی موسوی	5
محسن ملت کی قومی خدمات	حافظ ریاض حسین نجفی	9
ایک تاریخ ساز شخصیت	سید ثاقب اکبر	13
میرے والد گرامی	سیدہ توقیر فاطمہ	24
خاک میں صورتیں ہونگی کہ پنہا ہوگئیں	سید حسن عسکری	26
نہج البلاغہ اور مقام علم و علماء	سید عقیل نقوی	29
پیغام	حافظ بشیر حسین نجفی	35
ان کے ارشادات میرے مشاہدات	سید بختیار الحسن سبزواری	36
محسن ملت کی شخصیت	راشدہ عباس نقوی	40
یک جان دو قالب	سید عابد مرتضیٰ	43
محسن ملت	امیر مختار فائزی	47
محسن ملت۔ میرے بابا	مولانا آغا محمد تقی	50
محسن ملت۔ زندگی کے چند اوراق	مولانا سید نجم الحسن نقوی	53
اک روشن ماہتاب اک زندہ تاریخ	سید نثار علی ترمذی	55
میں اپنے شوہر پر فخر کرتی ہوں	اہلیہ محسن ملت	58
مولانا صفدر نجفی شیخ نوازش علی کی نگاہ میں	توقیر کھرل	60
تفسیر نمونہ عظیم کارنامہ	رمیز الحسن موسوی	63
ایک بہترین منتظم	مولانا غلام حسین نجفی	69
حکومت اسلامی	ادارہ	71
ایک باکردار انسان	علامہ عابد عسکری	73
محسن ملت ناقابل فراموش کردار	ارشاد حسین ناصر	78
ولی کامل استاد محترم	شبیہ الرضا زیدی	81
تفسیر نمونہ کا اردو ترجمہ	پروفیسر مشکور حسین یاد	84
میرے محسن میرے مربی	پروفیسر عطاء نقوی	87
علامہ نجفی اور فلسفہ اخلاص	سعید امجد کاظمی	90
ایک سچا اور ہمدرد انسان	مولانا محمد علی فاضل	93
آثار محسن ملت از تصاویر		95
عکس علمی خدمات		96

مینجنگ ایڈیٹر: صابر علی
ایڈیٹر: ارشاد حسین ناصر
خاتون ایڈیٹر: خواہر عظمیٰ شیرازی
لیگل ایڈوائزر: سید عون سجاد ایڈووکیٹ

مجلس ادارت
- ڈاکٹر راشد عباس سید
- ناصر عباس شیرازی
- سید نثار علی ترمذی
- ایم حیدر
- یافث نوید ہاشمی

ڈیزائننگ: حسن نصر اللہ

ادارے کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

بیرون ملک نمائندگان
لبنان: علی اکبر — کویت: ذوالفقار مطہری
تہران: سید اصغر کاظمی — قم المقدس: سید مشرف ترمذی
امریکہ: سجاد بلوچ — برطانیہ: چوہدری امین طاہر

قیمت فی شمارہ 200 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)
زر سالانہ 750 روپے

زر اشتراک بیرون ملک
بھارت، ایران، سعودی عرب، ابوظہبی، کویت، امریکہ، لبنان، یو کے 25 ڈالرز
Afkaralarif@gmail.com

پبلشر ارشاد حسین نے جیکوٹ پریس لاہور سے چھپوا کر 5 مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

برائے رابطہ
ماہنامہ افکار العارف المصطفیٰ ہاؤس 5۔ مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ لاہور
فون 0423-5912650 0333-4424817

دسمبر 2022

ماہنامہ افکار العارف لاہور

اداریہ

ہم کل بھی سردار صداقت کے امین تھے ہم آج بھی انکار حقیقت نہ کریں گے

علامہ سید صفدر حسین نقوی النجفی مرحوم کی سوانح عمری

علامہ حاج سید صفدر حسین نجفی 1933ء میں شہر علی پور، ضلع مظفر گڑھ، ملتان ڈویژن میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مرحوم سید غلام سرور چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا دین کی تعلیم حاصل کرے، چنانچہ سات سال کی عمر میں ان کے بڑے چچا علامہ سید محمد یار نجفی نے، جو ان ہی دنوں میں نجف اشرف سے دینی علوم کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تھے، ان کے پاس بھیج دیا۔ قبلہ صفدر صاحب کو ابتدائی دینی علوم کی تعلیم کیلئے علامہ یار محمد اپنے ساتھ خانیوال شہر لے گئے۔

وہاں انہوں نے اپنے چچا اور دوسرے اساتیذ سے فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ 1951ء میں نجف اشرف گئے، جب آپ کی عمر ابھی اٹھارہ سال تھی، اور تقریباً 6 سال امیر المومنینؑ کے قرب میں گزارے، اور دین کا علم و فیض حاصل کیا اور درس خارج حاصل کیا اور 1956 میں وطن واپس لوٹ آئے۔ نجف میں قیام کے دوران ہی ان کی پہلی شادی وہیں پہ مقیم ایک نجیب خاندان کی خاتون سے ہوئی جو رشتہ میں شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کی پھوپھی تھیں

نجف میں ان کے اساتیذ

علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم نے نجف اشرف میں ان عظیم اساتیذ آیات عظام سے فیض حاصل کیا:

1۔ آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم

2. آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم خوئی

3. آیت اللہ العظمیٰ مرزا عبد الہادی شیرازی

4. آیت اللہ العظمیٰ محمد باقر زنجانی

5۔ آیت اللہ العظمیٰ جناب شیخ محمد تقی الرازی

انہوں نے آیت اللہ تہرانی سے روایات اور احادیث روایت کرنے کی اجازت بھی حاصل کی۔

1956 سے 1966 تک لاہور کے وِن پورہ نامی علاقے میں جامعہ المنتظر کے مدرس اور نائب پرنسپل کے طور پر کام کیا اور پھر 1966 میں جب علامہ اختر عباس نجفی مرحوم جو پرنسپل تھے نجف چلے گئے تو ان کی جگہ پرنسپل کے فرائض ادا کرنے شروع کیئے حیات طیبہ کی زندگی کے آخر تک مدرسہ کے سربراہ اور کئی مدارس دینیہ کے بانی اور سربراہ کی حیثیت سے وہ دن رات اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ 1970 میں لاہور کے ایک علاقے ماڈل ٹاؤن میں، جو کہ لاہور کے اہم اور بنیادی علاقوں میں سے ایک ہے، تقریباً 21 کنال اراضی پر ایک مدرسہ بنایا گیا، جس میں 14 کلاس روم، دو بڑے ہال، 60 کمرے تھے۔ طلباء کے ہاسٹل اور ایک بڑی مسجد، انہوں نے ایک لائبریری اور مدرسین و اساتیذ کے لیے 13 گھر بنائے۔

مرحوم تبلیغ و خطابت اور مفید کتابوں کی تصنیف و تراجم اور اشاعت کیلئے بھی ہمیشہ

کوشاں رہتے تھے۔علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم کا شمار پاکستان کے سیاسی و دینی و اجتماعی جدوجہد کرنے والے علما میں ہوتا تھا یہی نہیں بلکہ وہ پاکستان کے برجستہ علماء، بزرگان اور قائدین کو اپنی معاونت، مشاورت اور عملی مدد کرتے تھے اور قومی قائدین ہمیشہ ان سے رہنمائی لیتے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔

مرحوم آیت اللہ محسن الحکیم اعلیٰ اللہ مقامہ کی وفات و رحلت کے بعد جب مرجعیت کے عنوان سے امام خمینی کا نام لینا خطرات کا باعث سمجھا جاتا تھا آپ نے امام کے مرجعیت کا اعلان کیا، اور حضرت امام کی توضیح المسائل کا اردو ترجمہ کر کے اسے شائع کرنے کا اعلان کیا اور اس پیغام کو خطوط، اخبارات وغیرہ کے ذریعے پاکستان کے شیعہ قوم تک پہنچایا۔بعد میں جب امام نجف سے پیرس تشریف لائے تو جناب شیخ نوازش علی ساعتی، مولانا امیر حسین نقوی کے ساتھ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی اور اپنی ذاتی رقم (مکان بیچ کے) جو وہ ساتھ لائے تھے انہیں پیش کی۔اس وفد نے حضرت امام خمینی سے پاکستان میں اپنا نمائندہ بھیجنے کی درخواست کی، کہ انہوں نے آیت اللہ العظمیٰ نوری ہمدانی دامت برکاتہم کو تین ماہ کے لیے بھیجا، اور وہ بعض وجوہات کی بنا پر قیام نہ کر سکے، اور پھر مرحوم علامہ سید صفدر حسین نجفی کی زندگی تک آیت اللہ سید حسن طاہری خرم آبادی امور پاکستان میں امام کے نمائندے تھے اور سال میں کئی بار تشریف لاتے تھے۔

آپ نے ہمیشہ انقلاب اور امام کی حمایت کی اور امام کے مطلق وکیل تھے یہ قبلہ سید صفدر نجفی ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے امام کی کتابوں توضیح المسائل"، "ولایت فقیہ" اور" جہاد اکبر" کا ترجمہ کیا اور انہیں پاکستان میں شائع کرنے کا اہتمام کیا، مرحوم علامہ سید صفدر حسین نجفی پاکستان میں شیعہ سیاسی اور مذہبی تنظیموں کے بانی اور سرپرست تھے، جن میں سے ہم وفاق علماء شیعہ پاکستان، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان، آئی ایس او اور آئی او بھی انہی ملی و قومی تنظیموں میں شامل ہیں، وہ ہمیشہ سیاسی اور مذہبی مسائل کے حل کے لیے اجتماعی جدوجہد کی ہر تحریک میں صف اول میں تھے۔

شیعہ کے مذہبی مسائل، کے حل کیلئے وہ ایک فعال ترین و برجستہ ترین قائدین میں شامل تھے اور معاشرے کے اہل بصیرت افراد میں سے تھے۔

علامہ مرحوم نے کتابوں کی اشاعت کے لیے مصباح القرآن ٹرسٹ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا انہوں نے خود بھی کئی کتابوں کے تراجم کیئے اور تصنیف بھی کیں، افسوس آج انکا قائم کردہ ادارہ کہیں نظر نہیں آرہا۔

ان کا پروگرام، منصوبہ اور فکر تھی کہ ہر پچاس کلو میٹر پہ ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے۔یہ ان کا خواب تھا، اس سلسلے میں انہوں نے پاکستان کے علاوہ قم، انگلستان (مانچسٹر) اور امریکہ میں بھی کئی مدارس قائم کیے۔وہ ایک منفرد شخصیت کے طور پر کئی سیمیناروں، کانفرنسوں اور تنظیموں کے اجلاسوں میں لازمی شریک ہوتے تھے

ان کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ انھوں نے کتابوں کے تراجم کے لیے کبھی معاوضہ اور فیس وصول نہیں کی۔جب مرحوم حجۃ الاسلام جناب سید فیاض حسین نقوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک، آیت اللہ العظمیٰ مکارم دامت برکاتہم سے، علامہ سید صفدر نجفی نے فقط مسودہ طلب کیا کچھ بھی دیگر لوازمات لینے سے انکار کیا۔

ان کے اوصاف میں سے عفو و درگزر اور ذاتی معاملات میں عفو و درگزر بھی شامل تھے، وہ ہمیشہ آل محمد کے علوم کا پرچار کرنے والے تھے اور اس بات کا عزم رکھتے تھے کہ آل محمد کے علوم سے متعلق کتابیں جلد از جلد شیعہ قوم میں تقسیم کی جائیں۔ان کے شاگرد اپنے استاد پر دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتے تھے اور وہ ہر سال رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ایران میں گزارتے تھے اور قم میں مقیم پاکستانی طلباء کو اخلاقیات کا درس دیتے تھے اور انہیں سخت مطالعہ کرنے اور صبر و تحمل کی تلقین کرتے تھے۔

علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم کی اہلیہ اور بچے ان کی پہلی برسی سے قبل رہبر معظم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: " مرحوم جناب سید صفدر حسین نجفی ایک عظیم سیاسی آدمی تھے اور، بہت متحرک تھے، اور وہ ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ایک ایسا شخص تھا جو راستے پر چل پڑا، یعنی اس نے مادی چیزوں کا انتظار نہیں کیا، وہ ٹھہرا، اس نے اپنا ذہن بنایا، اچھے کام کیے اور مدارس قائم کیے، اور چیزیں یکے بعد دیگرے ترتیب دی گئیں

وہ ٹی وی پر امام کی تقریریں باقاعدگی سے سنتے تھے۔اپنے امام کی وفات کے چند ماہ بعد 1368 میں آخری سفر میں وہ قم آئے اور، بہت تھکے ہوئے

تھے اور اس کے باوجود انہوں نے ترجمہ کا کام جاری رکھا اور کہا کہ بہت کم وقت ہے اور بہت زیادہ کام ہے۔ جب پاکستان کے علماء ان سے کہتے تھے کہ تھوڑا آرام کریں۔ انہوں نے اس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ قبر میں آرام ممکن ہوگا۔ حتیٰ کہ قیادت کے منصب کیلئے بھی انہیں ہر دور میں علمائے کرام نے آفر کیا لیکن انہوں نے دوسرے امور کو ترجیح دی اور اس منصب و مقام کو دوسروں کیلئے چھوڑ دیا۔ آخرکار وہ قم کے گلپایگانی ہسپتال میں چند دن تک زیر علاج رہے اور پھر انہیں تہران کے خاتم الانبیاء ہسپتال میں داخل کرایا گیا جہاں رہبر معظم کے نمائندے، صدر جمہوریہ، پارلیمنٹ کے اسپیکر اور خود آیت اللہ جنتی بھی تشریف لائے تھے۔ احمد جبرئیل اور کچھ دیگر شخصیات ان کی عیادت کے لیے آئے اور ڈاکٹر بن کران کا علاج کیا، وہ بے بس تھے۔ بعض معززین اور لوگوں نے ان سے کہا کہ وہ اپنا علاج جاری رکھنے کے لیے پاکستان واپس آجائیں، حالانکہ ان میں سے بعض کے مطابق وہ قم میں تدفین کے لیے آئے تھے، لیکن ان علماء کے اصرار کے بعد انہوں نے استخارہ کیا تو اس مین بہتری آئی، چنانچہ مہرآباد ایئر پورٹ پر چند شخصیات نے ان کو سرکاری طور پہ رخصت کرنے کے بعد وہ کراچی کے لیے روانہ کیا اور چند دنوں کی تندرستی اور تھکاوٹ کے بعد بالآخر 5 جمادی الاولی 1410 بروز اتوار بمطابق 18 آذر 1368 اور 3 دسمبر 1989 کو داعی اجل کو لبیک کہا، وہ اللہ سے ملاقات کے لیے دوڑ پڑے اور ان کی وفات کے دو دن بعد لاہور شہر میں پاکستان کے علمائے کرام نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ ان کے مقدس جسم کو الوداع کیا اور انہیں جامعہ المنتظر مدرسہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ قم اور بلاد اور دنیا اور پاکستان کے شہروں میں علماء کی طرف سے ان کے لیے ایک مجلس ترحیم ہوئی۔ ان کی زندگی اور علم کے مشمولات ابھی تک مبہم اور نامعلوم ہیں جب تک کہ ان کی وفات کے تینتیس سال گزر چکے ہیں، اور شاید چندسال مزید معلوم نہ ہوں۔

اس کا مقام عظیم ہے اور اس کی روح خوش ہے۔

ان کی دو بیویاں تھیں، چھ بیٹے اور چار بیٹیاں، اور اس کا ایک بیٹا 1365 میں نجف آباد، اصفہان میں ایک حادثے میں انتقال کر گیا۔ ان کی اہلیہ اور بیٹا قم کے باغ بہشت میں دفن ہیں۔

پیغام مرکزی صدر

محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی رح کی دینی، قومی، اجتماعی خدمات ناقابل فراموش ہیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا: حسن عارف مرکزی صدر

محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی رح نے ارض پاک پہ دین محمدی اور تعلیمات اہلبیتؑ کی ترویج، نشر، اشاعت اور تبلیغ کیلئے بے مثال خدمات سرانجام دیں، ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، مدارس دینیہ کے قیام، بامقصد عزاداری کے فروغ، اصل دین کی معرفت و پہچان کیلئے، دینی کتب کی آسان فراہمی، بالخصوص فارسی کتب کے تراجم، نامور فارسی تفسیر "تفسیر نمونہ" کا ترجمہ و اشاعت، نظریاتی و فکری کتب کی اشاعت کیلئے اشاعتی ادارے کا قیام اور دب سے بڑھ کے قومی و ملی تنظیموں بالخصوص آئی ایس او پاکستان کی بنیان گذاری دے لیکر اس کی سرپرستی، نظارت و معاونت کسی بھی طور بھلائے نہیں جا سکتے، محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی رح امام خمینی رح کی فکر، ولایت فقیہ اور نظام اسلامی کے نا فقط حامی تھے بلکہ اس کے اول پرچارک بھی تھے، امام خمینی رح کو فرانس جا کے تعاون اور حمایت کی دہائی نیز پاکستان آنے کی دعوت، کم نظیر عمل ہے، شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینی کیساتھ بھی ان کا تعلق بہت ہی مثالی اور یادگار تھا، امامیہ طلباء سے ان کی شفقتوں کی داستان بہت طویل ہے، ان کا کردار ناقابل فراموش ہے، ان کی خدمات روشن راہ کی مانند ہیں، ان کے لگائے گئے درخت شجر سایہ دار ہیں، آئی ایس او کے ترجمان مجلہ افکار العارف کی ٹیم نے ان کے حوالے دے خصوصی نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا تو بے حد خوشی ہوئی، یقیناً آج کی نسل ان کی ذات، کردار اور کی خدمات سے متعارف ہوگی اور ان کی یاد ایک بار پھر تازہ ہوگی، پروردگار ہمیں اس عظیم و بزرگ عالم دین جو ابوذری مزاج کے حامل تھے روشن کردہ راہ پہ چلنے کی توفیقات سے نوازے۔

الہی آمین

حسن عارف (مرکزی صدر)

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

علامہ آغا سیّد علی موسوی کی ایک یادگار تحریر

علامہ سید صفدر حسین نجفی میرے عزیز دوست

وہ ۱۹۵۱ء کا سال تھا جب میں مجالس سے خطاب کرنے کوئٹہ گیا۔ وہاں پنجابی امام باڑہ میں ایک طالب علم سید صفدر حسین سے ملاقات ہوئی جو نورانی چہرے اور خود اعتمادی کے ساتھ ساتھ علم کے دلدادہ نظر آئے۔ اس سوال پر کہ آپ کو کہاں جانا ہے؟ فرمایا: مجھے علوم دینی کی تکمیل کے لیے نجف اشرف جانا ہے۔ یہ تھی ہماری پہلی ملاقات!

پھر 1955ء میں شیخ الجامعہ مولانا اختر عباس نے شیخ محمد طفیل مرحوم کے ساتھ مل کر حسینیہ ہال محلہ شیعان لاہور میں جامعہ کی تاسیس فرمائی تو برادرم سید صفدر حسین نجفی ایک معلم کی حیثیت سے یہاں تشریف لے آئے۔ اس وقت سے ہماری دوستی کا آغاز ہوتا ہے۔ جبکہ ہم دونوں اکثر و بیشتر مسجد شیعہ کشمیریاں میں نماز جماعت پڑھتے تھے۔ ایک تیسری شخصیت جو ہمیں مشترکہ دوست کے طور پر ملی وہ علامہ سید مرتضٰی حسین فاضل لکھنوی تھے۔ اب ایسا اتفاق کم ہی ہوا کہ کسی تقریب میں ہم تینوں جمع نہ ہوتے ہوں۔ مولانا فاضل لکھنوی ایک ہائی سکول میں معلم تھے اور برادرم مولانا سید صفدر حسین نجفی جامعہ المنتظر میں پڑھاتے تھے، جبکہ میں والد مرحوم آقا سید حسن موسوی کے ہمراہ نماز جماعت اور تبلیغات میں مصروف رہتا تھا۔

مجھے اپنے ان دونوں عظیم دوستوں سے اتنی محبت اور قربت ہوگئی کہ اب ہم ایک دوسرے کے بغیر چین سے نہ رہ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ علامہ نجفی نقل مکانی فرما کر کوچہ شیعان موچی دروازہ میں رہنے لگے۔ آپ کی رہائش گاہ مسجد شیعہ کشمیریاں کے بالمقابل تھی اور ہم دونوں کھڑکی میں سے باہم گفتگو کر سکتے تھے۔ چنانچہ علامہ نجفی مرحوم نے یہاں چار پانچ سال تک قیام فرمایا اور میں نے اس پیکر محبت سے سوائے اخلاص کے کچھ نہ دیکھا۔ ان کی زندگی نہایت سادہ اور ہر قسم کی نمود نمائش سے یکسر مبرا تھی۔ لوگوں کی نظروں میں ہماری باہمی دوستی اس حد تک پختہ اور مسلم تھی کہ اگر میں کسی تقریب میں تنہا چلا جاتا تو بعض لوگ یہ پوچھنے لگتے کہ مولانا صفدر حسین نجفی کیوں آپ کے ساتھ نہیں آئے؟ اس پر مجھے وضاحت کے ساتھ بتانا پڑتا کہ وہ اپنی فلاں مصروفیت کی بنا پر میرے ہمراہ نہیں آسکے۔

علامہ نجفی جب بھی میرے غریب خانے پر تشریف لاتے تو یقین کیجئے کہ میں دیوانہ وار آپ کی مدارت میں مشغول ہو جاتا تھا۔ ایسے میں ہمارے اہل خانہ اکثر کہا کرتے کہ آپ کی تگ و دو بتاتی ہے کہ آپ کے گوبو آئے ہیں، بلتی زبان میں چھیتے بیٹے کو گوبو کہا جاتا ہے۔

کچھ عرصے کے بعد جامعۃ المنتظر، موچی دروازے سے ادارہ شریعہ وسن پورہ میں منتقل ہوا اور طلباء کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا۔ پھر جب علامہ سید صفدر نجفی جامعہ کے پرنسپل بن گئے تو فرمایا کہ اب ہمیں لاہور میں ایک عظیم دینی درسگاہ بنانی چاہیئے۔ چنانچہ موصوف کے ایمان و خلوص کی بدولت

ہمیں بہت سے ایثار پیشہ رفقاء میسر آگئے کہ جن میں صوفی محمد انور مرحوم، استاد حاجی محمد حسین رضوان مرحوم، حاجی شریف حسین مرحوم، حاجی امیر علی مرحوم، سیٹھ نوازش علی، خواجہ محمد اشرف اور خالو کرامت علی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔راقم الحروف اور علامہ نجفی سمیت یہ تمام حضرات جامعہ المنتظر کی تعمیر و ترقی کے لیے اس کے ٹرسٹی بن گئے اور انتہائی سرگرمی کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھاتے رہے۔

اس موقع پر صوفی محمد انور مرحوم نے کہا۔

ہم سب کچھ قربان کر کے لاہور میں ایک حوزہ علمیہ قائم کریں گے تا کہ وہاں بلند پایہ علماء اور مجتہدین تیار ہوں۔ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم ۔۔۔علماء اور مجتہدین یہاں تیار نہ کر سکیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس مقصد میں یقیناً کامیاب ہوں گے۔

پہلے یہ تجویز ہوئی کہ جامعہ المنتظر کی عمارت امامیہ کالونی میں تعمیر کی جائے۔لیکن وہاں ہم لوگوں کی خواہش کے مطابق موزوں جگہ دستیاب نہ ہوئی۔مگر پھر جلد ہی ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن میں ہمیں ۱۶ کنال زمین مل گئی جس سے ہماری آرزوؤں کا پہلا مرحلہ مکمل ہوگیا۔اس کے بعد ایک روز علامہ سید صفدر نجفی میرے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے

عزیز دوست! ہمیں زمین تو مل گئی ہے اب کوئی چارہ بتائیں کہ عمارت کھڑی کرنے کے لیے روپیہ بھی ملے۔

میں نے کہا:۔

حبیب محترم! اس کے لیے چارہ کار یہ ہے کہ ہم جامعہ المنتظر ٹرسٹ کے چند ٹرسٹیوں کو ساتھ لے کر مومنین کے اپنے گھروں سے باہر جانے سے پہلے صبح صبح ان کے ہاں جائیں اور ان سے تعاون کی اپیل کریں۔

علامہ نجفی نے فرمایا:

ہاں! یہ تجویز بہت اچھی ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے کاروباری مراکز میں بہت مصروف ہوتے ہیں، اس لیے وہاں ہماری بات پر پوری توجہ نہیں دے سکتے اس گفتگو کے بعد ہم نے متفقہ طور پر علی الصبح دورہ کرنے کا فیصلہ کیا نیز موچی دروازہ، وسن پورہ اور شادباغ کے مومنین کی ایک فہرست تیار کر لی اور علاقوں کی تقسیم بھی کر دیا تا کہ مربوط طریقے پر کام کیا جائے۔بعد میں جب علامہ مرحوم میرے ہاں سے رخصت ہو کر واپس جا رہے تھے تو مزاقاً کہنے لگے:

میرے دوست! جو کام ہم نے اپنے ذمے لیا ہے یہ تو عزرائیل کے کام سے بھی مشکل ہے۔وہ لوگوں کی جانیں لیتے ہیں جبکہ اس میں جان دینے والے کی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔لیکن ہمیں لوگوں سے روپیہ لینا ہے جس کا دینا ان کی مرضی پر منحصر ہے، ہاں تو ہے نا عزرائیل کے کام سے مشکل کام اس لیے آیات اور احادیث یاد کریں کہ جن کے سننے سے لوگ روپیہ دینے پر آمادہ ہو سکتے ہوں۔

جب ہم نے رقم کی فراہمی کے لیے اپنے دورے کا آغاز کیا تو ایک صُبح 05:30 بجے ہم شادباغ میں ایک مومن کے گھر پہنچے موصوف اس وقت سو رہے تھے کہ ان کے گھر پر ڈاکہ پڑ رہا ہے۔میں نے کچھ بھانپتے ہوئے ان کا یہ خدشہ دور کرنے کی کوشش کی اور کہا۔

محترم! ہم جامعہ المنتظر کی تعمیر و توسیع کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور آپ کا تعاون حاصل کرنے آئے ہیں۔

انہوں نے از راہ کرم فرمایا:۔

اچھا آپ رسید پر جو رقم بھی لکھیں۔میں پیش کروں گا۔

میں نے کہا:

پانچ ہزار لکھوں علامہ نجفی نے فرمایا نہیں یار، دس ہزار لکھیں۔

اس طرح تقریباً 6 ماہ میں ہم نے اچھی خاصی رقم فراہم کر لی اور جامعہ کی تعمیر شروع ہوگئی۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ غیب سے ہماری کچھ اس طرح سے مدد فرمائی کہ دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ کی عمارت تیار ہوگئی اور طلباء اور اساتذہ کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔آج اگر ہم ان دنوں کو یاد کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ کام ہمارے ہاتھوں کیونکر مکمل ہوگیا تھا۔

جب جامعۃ المنتظر پوری شان و شوکت کے ساتھ چلنے لگا تو ایک دن علامہ نجفی نے مجھ سے فرمایا۔۔ یہ جامعہ بن گیا اور بخوبی کام بھی کر رہا ہے اب اسے ایک حوزہ علمیہ میں تبدیل کرنے کے لیے ایک مجتہد کو یہاں لانا چاہیے تا کہ ان کی سرپرستی میں ہم یہاں درس خارج کا اجراء کریں۔ چنانچہ میں نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر اس سلسلے میں ہم دونوں نے ایران کے تین سفر کیے۔ہم وہاں کے علمائے اسلام اور مجتہدین کی خدمت

میں اپنی یہ تمنا پیش کرتے رہے لیکن ایران جیسے مراکز علم کو چھوڑ کر کون یہاں آتا۔ وہ ہر موقع پر یہ فرماتے کہ ہمارا پاکستان میں رہنا بہت مشکل ہے۔ بلکہ ایک عالم نے تو ہم سے یہ سوال بھی کیا کہ آیا پاکستان میں بجلی ہے کہ نہیں؟ اس پر علامہ نجفی نے مجھ سے کہا کہ یار یہ محترم عالم تو جغرافیہ سے نابلد نظر آتے ہیں۔

ان مایوس کن حالات کے باوجود ہم دونوں نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ بمشکل تمام ہم آیت اللہ حسین نوری کو جامعہ المنتظر کا معائنہ کرنے اور یہاں کے حالات کا جائزہ لینے پر رضامند کرلائے۔ انہوں نے جامعہ کا معائنہ فرمایا، لاہور کے سرکردہ علماء اور مومنین سے ملاقاتیں کیں اور لاہور کو پسند فرمایا۔ اس مرحلے پر سیٹھ نوازش علی نے پیشکش کی کہ یہاں قیام فرما ہونے کی صورت میں آپ کی تمام ضروریات کی کفالت میرے ذمے ہوگی، لیکن افسوس کہ آیت اللہ نوری ایران چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب ہم اپنی حوزہ علمیہ کی آرزو کے پورا ہونے سے ایک حد تک ناامید ہو گئے۔

اس دوران میں انقلاب اسلامی ایران کی جدوجہد نکتہ عروج پر پہنچ رہی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں نے انقلاب کے لیے کام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس ضمن میں ہمارا پہلا اقدام یہ تھا کہ ہم نے آیت اللہ الحکیم کے وصال پر جامعہ مسجد کشمیریاں میں ۴۰ روزہ فاتحہ خوانی کا انتظام کیا۔ مجلس کے تیسرے اجتماع میں والد مرحوم، مولانا سید مرتضی حسین فاضل، علامہ صفدر حسین نجفی اور میں نے آپس میں طے کیا کہ اب ہم آیت اللہ الخمینیؒ کی مرجعیت کا اعلان کریں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان ایام میں ہماری نگاہ میں ان سے اعلم کوئی نہ تھا۔ (لہذا مسجد میں اعلان کردیا گیا کہ آیت اللہ الحکیم کی رحلت کے بعد شیعان پاکستان کو آیت اللہ سید روح اللہ خمینیؒ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس سے اگلے ہی روز ہمارے خلاف چھتیس علماء کے دستخطوں سے پیام عمل میں ایک بیان شائع ہو گیا اس میں لکھا گیا کہ ایک مدرس (علامہ صفدر نجفی) ایک ٹیچر (مولانا فاضل لکھنوی) اور پیش نماز (سید علی الموسوی) کو مرجعیت کا تعین کرنے کا کوئی حق نہیں اور ہم ان کے اعلان کی تردید کرتے ہوئے فلاں مجتہد کی تقلید کی تائید کرتے ہیں۔ اسی شام کو علامہ نجفی میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ دوست! جلدی کریں تاکہ ہم آیت اللہ خمینی کی توضیح المسائل کا ترجمہ کردیں۔ پھر کیا تھا اسی وقت توضیح المسائل کے دو حصے کیے اور ہم دونوں نے ایک ایک حصے کا ترجمہ کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ دو ہی ماہ کے قلیل عرصے میں ہم نے یہ ترجمہ مکمل کرلیا اور اسے شائع بھی کرادیا۔ اس دوران میں بعض حلقوں نے ہمیں ڈرایا دھمکایا اور اس کے ساتھ طرح طرح کے لالچ بھی دیئے اور ہمیں کہا کہ آیت اللہ خمینی کی تقلید کے لیے کام نہ کرو، مگر ہم کسی پہاڑ کی طرح ڈٹ گئے اور ہمارے قدم ذرا بھی نہ ڈگمگائے۔

اس کے بعد ہم نے انقلاب اسلامی ایران کی کمک کے لیے باقاعدہ طور پر کام کا آغاز کردیا اور سب سے پہلے ۱۹۷۲ء میں میو ہسپتال کے ایک کمرے میں امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آئی ایس او) کی تشکیل ہوئی۔ اس موقع پر علامہ سید صفدر حسین نجفی، علامہ سید صادق علی شاہ، مولانا مرتضیٰ حسین فاضل راقم (سید علی الموسوی) اور عزیزم ماجد نوروز وہاں موجود تھے۔ اس تنظیم کے لیے دو نام زیر غور آئے۔ امامیہ سٹوڈنٹس فیڈریشن اور امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن ان میں سے ایک کا انتخاب کرنے کے لیے علامہ صفدر حسین نجفی نے استخارہ کیا تو یہ آیت نکلی:۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى

(اے موسیٰ و ہارون) تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ گستاخ ہوگیا ہے۔

چنانچہ فیصلہ ہوگیا کہ اس تنظیم کا نام "امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن" رکھا جائے۔ اس طرح ہماری مصروفیات میں اضافہ ہوگیا اور ہم تینوں دوست یعنی علامہ سید صفدر حسین نجفی، مولانا مرتضیٰ حسین فاضل اور راقم (سید علی الموسوی) بیک وقت جامعہ، نماز جماعت، مسائل دینی، مجالس اور نوجوانوں کی تربیت کے کاموں میں مشغول رہنے لگے۔ اس لیے اب ہماری ملاقات ہفتہ بھر میں صرف ایک دو بار ہی ہوتی تھی۔

ہم تینوں دوست، شیعہ دینیات، شیعہ مطالبات اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ میں بھی ایک ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اسلام آباد کنونشن پر ہم نے اپنی اپنی وصیت ایک دوسرے کے حوالے کردی۔ کیونکہ عین ممکن تھا کہ وہاں کچھ ہو جاتا لیکن بفضلہ تعالیٰ ہمارا وہ کنونشن کامیاب ہوا۔ حکومت سے تحریری

معاہدہ ہوگیا اور مومنین اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

قائد ملت علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ کے عہد قیادت میں علامہ نجفی ہر طرح سے ان کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد علامہ عارف الحسینیؒ کے بطور قائد ملت منتخب ہونے سے ان کی شہادت تک ایک مرکزی کردار کی حیثیت سے ان کا ساتھ دیتے رہے قائد شہید کے بعد علامہ ساجد علی نقوی کے انتخاب میں بھی علامہ نجفی کا مثبت کردار شامل تھا اس دوران میں ہم لوگوں نے علامہ سید صفدر حسین نجفی سے درخواست کی تھی وہ ملت کی قیادت سنبھالیں۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت فرمائی کہ میرے پاس کام بہت ہے، لہذا میں قیادت کے لیے وقت نہیں نکال سکتا۔

علامہ نجفی نے اندرون و بیرون پاکستان بہت سے دینی مدارس قائم فرمائے۔ اس دینی خدمت میں ان کے خلوص کے بدلے خداوند تعالی نے انہیں سیٹھ نوازش علی کی شکل میں ایک بہترین معاون عطا فرمادیا۔ چنانچہ سیٹھ صاحب موصوف نے ہر مشکل میں ان کا بھرپور ساتھ دیا اور ان کے ہر منصوبے کی تکمیل میں کوشاں رہے۔ چار پانچ سال سے علامہ نجفی کی طبیعت ناساز چلی آرہی تھی، اس کے باوجود تفسیر نمونہ اور بعض دیگر علمی کتب کا ترجمہ کرنے میں منہمک رہے۔ ہم نے انہیں بارہا یہ مشورہ دیا کہ آپ دقیق کام چھوڑ دیں اور آرام فرمائیں مگر شاید وہ آگاہ ہو چکے تھے کہ زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔ لہذا کام کرتے رہے۔

آج سے تقریباً تین ماہ پیشتر علامہ نجفی سکردو میں مدرسہ القائم کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرے سے نقاہت کے آثار نمایاں تھے جب آپ حسین آباد میں غریب خانے پر تشریف فرما ہوئے تو علمائے سکردو بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ اس وقت میں نے عرض کی کہ آپ کم از کم دو ماہ تک یہاں آرام فرمائیں۔ یہ آپ کا اپنا گھر ہے لیکن جواباً فرمایا کہ پیارے دوست! اب آرام تو شاید قبر میں ہی ملے گا۔

اکتوبر میں جب سکردو سے لاہور واپس آیا و سنا کہ علامہ نجفی ایران میں ہیں اور قدرے علیل ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان کے لیے بڑے اہتمام سے دعائے صحت کرنا شروع کردی۔ پھر وہ لاہور آگئے اور ان کی وفات سے تین دن قبل سیٹھ نوازش علی کے بنگلے پر ان سے آخری ملاقات ہوئی۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر ایک طرح مایوسی طاری ہوگئی اور میں نے کہا: عزیز دوست! مجھے معاف کرنا کہ ہم لوگوں نے آپ کی قدر نہیں کی۔ جواباً فرمانے لگے کہ آپ بھی مجھے معاف کردیں کہ میں بھی صحیح معنوں میں آپ کی قدر نہ کرسکا۔ اس وقت سیٹھ صاحب مجھے دوسرے کمرے میں لے گئے اور ان کی بیماری کی تفصیل بیان کی وہاں ہم دونوں خوب روئے اور پھر میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ مجھے دیکھتے ہی علامہ نجفی نے الوداعی کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میں نے بھی جواباً آنسوؤں کی جھڑی کے ساتھ ہاتھ بلند کیا۔ میں ایک لمحہ کے لیے وہاں رکا ان کے پرخلوص اور نورانی چہرے کی آخری بار زیارت کی اور واپس چلا آیا۔ وہ جمعہ کا روز تھا اور جب میں فیصل آباد سے لاہور واپس پہنچا تو کسی نے کہا۔ علامہ صفدر حسین

میں فوراً ہی جامعۃ المنتظر گیا تابوت جامعہ کے لان میں رکھا تھا۔ اشکبار طلبہ قرآن خوانی کررہے تھے۔ روتے روتے چہرہ دوست کا دیدار کیا۔ اور پھر منگل کو بڑی شان سے جنازہ اٹھا۔ جامعہ میں لایا گیا اور اس پیکر عزم وعمل کو قبر میں اتار دیا گیا۔

میں عالم حسرت میں پہلوئے قبر میں کھڑا تھا۔ اے دوست! تم جلدی چلے گئے۔ خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

جناب سید الشہداء کا ایک جملہ یاد آیا:۔

الآن انکسر ظهری۔۔ بھائی اب میری کمر ٹوٹ گئی۔

میرا عزیز دوست۔ مرتضی حسین چلا گیا۔ اب صفدر حسین بھی چل دیا۔ اور میں رہ گیا کیا ہی بدنصیبی ہے۔

محترم قارئین ان کے لیے فاتحہ پڑھیں۔ آخر میں جامعۃ المنتظر کے قابل احترام اساتذہ، تلامذہ، اور ٹرسٹی صاحبان سے گزارش ہے کہ علامہ صفدر حسین نجفی کی اس امانت کی خوب خوب نگہداشت کریں۔ شاید کہ پھر کوئی صفدر حسین پیدا ہوجائے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ حافظ ریاض حسین پرنسپل المنتظر لاہور

علامہ سید صفدر حسین نجفی
قومی خدمات

علامہ صفدر حسین نجفی کی قومی خدمات اتنی ہمہ گیر ہیں کہ انہیں ایک نشت میں پوری طرح سے بیان نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا میں آپ کے بعض قومی کارناموں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ مثلاً جامعۃ المنتظر وفاق علماء شیعہ، اختلاف علماء میں مثبت کردار، آئی ایس او اور آئی او کا قیام، تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ، توسیع مدارس، تالیف وترجمہ، مصباح القرآن ٹرسٹ۔

اب ہم ان میں سے ہر ایک موضوع پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں، تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں علامہ مرحوم کے کارہائے نمایاں کو دیکھیں، ان میں خلوصِ عمل اور جدوجہدِ مسلسل کے جذبات زندہ ہوں اور وہ دین وملت کی سربلندی کے لیے اپنے حصے کا کام سرانجام دے کر سرخرو ہوں۔

ا۔ جامعۃ المنتظر

شیخ الجامعہ مولانا اختر عباس قبلہ نے شیخ محمد طفیل کے تعاون سے 1954ء میں جامعۃ المنتظر کے نام سے حسینیہ ہال موچی دروازہ لاہور میں مدرسہ قائم کیا جو بعد میں وسن پورہ میں منتقل ہوگیا۔ اس مدرسہ کے قیام سے دو سال بعد 1956ء میں علامہ سید صفدر حسین نجفی عراق سے براہ راست اس درسگاہ میں بطور معلّم تشریف لے آئے۔ تقریباً دس سال تک آپ یہاں نائب معلّم کی حیثیت سے درس وتدریس میں مشغول رہے، یہاں تک کہ 1966ء میں جب شیخ الجامعہ مولانا اختر عباس عازم عراق ہوئے تو علامہ نجفی کو جامعۃ المنتظر کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز کر گئے۔

جن دنوں آپ نے جامعہ کے پرنسپل کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اس میں قریب قریب تیس طلباء زیر تعلیم تھے، آپ کی محنت اور کوشش سے جلد ہی طلباء کی تعداد ستر تک پہنچ گئی اور اپنے بہتر معیار تعلیم کے باعث عوام میں جامعہ کی مقبولیت میں معتد بہ اضافہ ہوتا گیا۔ 1970ء میں آپ نے جامعہ کے لیے ماڈل ٹاؤن میں زمین حاصل کی اور ایک ٹرسٹ بورڈ کے ذریعے تعمیرات کا کام مکمل کرایا۔ آپ نے جامعہ کے ہونہار طلباء کو خصوصی تربیت دے کر علماء کی ایسی ٹیم تیار فرمائی جو اس درسگاہ کی ترقی میں شب و روز کوشاں ہے چنانچہ وسن پورہ کا وہ غیر معروف مدرسہ کہ جس میں صرف تیس طلباء ہوتے تھے اب اس میں تین سو طلباء اور دس اساتذہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں۔ نیز آپ نے جامعۃ المنتظر میں درس خارج کا اہتمام فرما کر اسے پاکستان کے واحد حوزہ علمیہ اور شیعہ یونیورسٹی کے مرتبے تک پہنچا دیا ہے۔

یہ علامہ نجفی کی کاوشوں ہی کا نتیجہ ہے کہ وہی لاہور جہاں پہلے صرف وسن پورہ میں نماز جمعہ ہوتی تھی، اب اس میں بیالیس مساجد ہیں اور ان میں سے گیارہ مقامات پر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر

ہے کہ ان تمام مساجد کو آباد کرنے والے پیش نماز اور خطیب جامعۃ المنتظر ہی کے فارغ التحصیل ہیں۔

علامہ مرحوم کی انتھک کوششوں سے جامعۃ المنتظر نے ترویج علوم اسلامی اور شریعت کی پاسبانی کے میدان میں وہ شاندار کامیابی حاصل کی ہے کہ اندرون و بیرون ملک پیش آنیوالے ہر واقعہ میں حکومت پاکستان کے علاوہ پاکستان اور دیگر ممالک کے لوگوں کی نظریں جامعہ کی طرف ہی لگی ہوتی ہیں کہ وہاں سے اس کا کیا ردعمل ظاہر ہوتا ہے۔ جامعہ کی یہ وقعت اور منزلت صرف اور صرف علامہ نجفی کے خلوص و تدبر کی مرہون منت ہے اور اس میں کسی فرد بشر کو ہرگز کوئی شبہ نہیں ہے۔

۲۔ وفاق علماء شیعہ پاکستان

پاکستان میں قم کے فارغ التحصیل علماء نے نومبر 1978ء میں وفاق علماء شیعہ کی بنیاد رکھی، لیکن اس کا پہلا باقاعدہ اجلاس فروری 1979ء میں امامیہ مسجد مغلپورہ لاہور میں ہوا اور پھر اپریل 1980ء میں چیچہ وطنی کے مقام پر ایک شاندار اجلاس منعقد کیا گیا۔

یہ وفاق درج ذیل مقاصد کے لیے قائم ہوا۔

۱۔ علماء کی اہلیت میں اضافہ کرنا۔

۲۔ علماء میں اتحاد فکر و عمل پیدا کرنا۔

۳۔ پاکستان کے ہر شہر اور قصبے میں مراکز دینیات قائم کرنا۔

وفاق کے ان مقاصد کے حصول کی خاطر ہم نے اس کی سرپرستی کے لیے علامہ نجفی سے درخواست کی جو انہوں نے از راہ کرم منظور فرمائی۔ چنانچہ ملک میں اس وقت گیارہ سو مراکز دینیات مصروف کار ہیں اور ان میں پینتالیس ہزار طلباء و طالبات قرآن کریم اور مبادیات اسلام کی تعلیم پا رہے ہیں۔ ان مراکز میں تعینات معلمین کے مشاہرے اور درسی کتب کے تمام اخراجات علامہ نجفی کی طرف سے مہیا کیے جاتے ہیں۔ اس ذریعے سے آپ نئی نسل کو اسلامی زندگی کی تربیت دے کر معاشرے کو اسلام کا حقیقی فرمانبردار بنانا چاہتے تھے۔ نیز ان مراکز سے فارغ ہونے والے طلباء میں سے ذہین طلباء کو علوم دینی کے حصول کی طرف راغب کرنا بھی انکے پروگرام میں شامل تھا۔

۳۔ اختلاف علماء میں مثبت کردار

بدقسمتی سے پاکستان کے شیعہ علماء لگ بھگ 1960ء سے دو مخالف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کا باہمی علمی اختلاف رائے بڑھتے ذاتی عناد کی صورت اختیار کر چکا تھا اس ناگفتہ بہ حالت پر ہر صاحب فہم فرد قوم دل گرفتہ تھا لیکن کسی کی سمجھ کچھ نہ آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ ان حالات میں علامہ نجفی نے بارش کے پہلے قطرے کی حیثیت سے اس راہ میں قدم بڑھایا اور دونوں کے سربرآوردہ علماء سے رابطہ قائم فرما کر انہیں یہ احساس دے دیا کہ ہمارے اس جھگڑے سے ملت جعفریہ کمزور ہوتی جا رہی ہے اور ہمارے حقیقی مخالفین گھی کے چراغ جلا رہے ہیں۔

بالآخر علامہ کی یہ پرخلوص صدا سخت دلوں کو نرم کرنے میں کامیاب رہی اور آپ کی مساعی جمیلہ سے علمائے شیعہ کے دونوں گروہوں میں باعزت سمجھوتے کے امکانات روشن ہونے لگے اس سلسلے میں ۹ ستمبر ۱۹۸۵ء کو امام بارگاہ بلاک نمبر ۷ سرگودھا میں بامقصد اجتماعات ہوئے اور انکے نتیجہ میں جھنگ میں ایک معاہدہ طے پا گیا جو اتحاد ملت کی ایک تاریخی دستاویز ہے۔

جھنگ معاہدہ۔۔اصل

باسمہ تعالےٰ

عالی جناب مولانا سید صفدر حسین صاحب پرنسپل جامعۃ المنتظر لاہور اور عالی جناب مولانا شبیہہ الحسنین صاحب محمدی کی تائید کے مطابق باتفاق آراء طے کیا گیا کہ:۔

۱۔ تمام شیعہ علماء کرام آج کے بعد مذہبی اور قومی امور میں متحد اور متفق ہو کر باہمی تعاون فرمائیں گے۔

۲۔ ایک دوسرے کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ کسی قسم کا پروپیگنڈا نہیں کریں گے۔

۳۔ اگر بعض نظریات کی تعبیر میں کچھ باہمی اختلاف ہے تو اس کو صرف

مثبت اور مہذب پیرائے میں پیش کریں گے۔

۴۔ اس معاہدہ کے بعد اگر بعض اختلافی امور کے متعلق طرفین کوئی باہم گفتگو کرنا چاہیں گے تو دوستانہ ماحول اور علمی سطح پر کر سکیں گے۔

۵۔ آج کے بعد سے ہم باہمی دوستانہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری کر دیں گے اور اسے جاری رکھیں گے اور ایسے مواقع کو ضائع نہیں کریں گے۔

انشاء اللہ العزیز

اس دستاویز پر علمائے کرام کے دستخط اس ترتیب سے ثبت تھے۔

(مولانا) سید محمد عارف بقلم (مولانا) محمد بشیر بقلم، احقر صفدر حسین نجفی بقلم (علامہ سید صفدر حسین نجفی)، (مولانا) شبیہہ الحسنین محمدی، مولوی اختر عباس، (مولانا) ملک اعجاز حسین بقلم، (مولانا) مرزا یوسف حسین، (مولانا) جواد حسین بقلم ہنگو، (مولانا) محمد اسماعیل بقلم خود (مولانا) تاج الدین حیدری، (مولانا) حافظ سید ریاض حسین، ایک دستخط جو پڑھے نہیں جاسکے۔

۴۔ آئی ایس او، آئی او

1972ء میں آئی ایس او (امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن) کا قیام عمل میں آیا لیکن اس کی سرگرمیاں باقاعدہ طور پر 1977ء میں شروع ہوئیں اور جامعتہ المنتظر میں پہلا کنونشن منعقد ہوا چونکہ یہ بنیادی طور پر طلباء تنظیم تھی اس لیے جو نوجوان تعلیم مکمل کر کے عملی زندگی میں داخل ہو جاتے وہ اس کے رکن نہیں رہ سکتے تھے لہذا اس تنظیم کے کاموں سے ان کا تعلق بدستور قائم رکھنے کے لیے آئی او (امامیہ آرگنائزیشن) کے نام سے ایک الگ تنظیم قائم کر دی گئی تاکہ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر ان امور میں حصہ لے سکیں۔ علامہ نجفی ان ہر دو تنظیموں کے بانیوں میں ہونے کے علاوہ انکے رہبر، مربی اور سرپرست بھی تھے۔ آغاز میں آپ خود لاہور کے کالجوں میں تشریف لے جاتے اور تنظیم کے نوجوان کارکنوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوششیں صرف فرماتے تھے۔ بعد میں مولانا محمد حسین اکبر گورنمنٹ کالج لاہور میں اور یہ احقر (حافظ سید ریاض حسین) انجینئرنگ یونیورسٹی میں درس دیتے تھے۔ اس طرح علامہ مرحوم کے تربیتی پروگرام کے تحت ہزاروں نوجوان تربیت پا کر اپنے قوم و عمل میں مذہب حقہ کے پیروکار بنتے رہے۔ علامہ نجفی مدت العمر آئی ایس او کے ہر اجلاس اور کنونشن میں شرکت فرماتے اس تنظیم کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ اس کی کفالت اور سرپرستی کرتے رہے ہیں۔ یہ علامہ مرحوم کی توجہ اور کاوش ہی کا نتیجہ ہے کہ آج آئی ایس او پاکستان کی طلباء تنظیموں میں ایک اہم مقام رکھتی ہے نیز اس تنظیم نے مختلف قومی اجتماعات میں رضا کارانہ خدمات سرانجام دے کر اپنی اہلیت اور اعلیٰ کارکردگی کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ آئی ایس او اور آئی او کے ہزاروں نوجوان جو دینی فکر و عمل میں تربیت پائے ہوئے ہیں، وہ قوم کا بہترین سرمایہ ہیں۔ علامہ نجفی ان کی تعلیم و تربیت فرما کر ہزاروں شیعہ گھرانوں میں مذہب و ملت کے لیے ایک ایسا جوش و جذبہ پیدا کر گئے ہیں جو کبھی سرد نہ ہوگا۔

۵۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

1977ء میں پاکستان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور بعد میں صدر مملکت کے عہدہ پر آنے والے ۔۔ جنرل محمد ضیاء الحق ۔۔۔ نے 1978ء میں نفاذ شریعت کا بیڑا اٹھایا تو اس کے ساتھ ہی (علامہ صفدر حسین نجفی) نے نفاذ فقہ جعفریہ کے لیے سوچنا شروع کر دیا چنانچہ آپ کے تعاون سے 27 مئی 1978ء کو ڈاکٹر امداد حسین ہمدانی اور سید بشیر حسین بخاری کے زیر اہتمام علامہ مفتی جعفر حسین کی زیر صدارت سرگودھا میں سرزمین پاکستان پر پہلی فقہ جعفریہ کانفرنس منعقد ہوئی۔

سرگودھا کانفرنس نفاذ فقہ جعفریہ کے کام کا آغاز کیا، اس کے بعد علامہ نجفی نے قوم کو اس کے لیے تیار کرنے کی کاوشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ آپ نے گوجرانوالہ میں پاکستان کی تمام شیعہ انجمنوں کا ایک مشترکہ اجتماع منعقد کیا جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ نفاذ فقہ جعفریہ کے لیے ایک منظم تحریک چلائی جائے اور اس کی قیادت مفتی صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہو۔ پھر 13،12 اپریل 1979ء کو سید وزارت حسین نقوی کے زیر اہتمام بھکر میں ایک تاریخی شیعہ کنونشن ہوا۔ جس میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا آغاز ہوا۔ اور علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ کو بطور قائد ملت منتخب کیا گیا۔ مفتی صاحب کے انتخاب میں علامہ نجفی نے بڑا اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ نے کوئٹہ جام کے مقام پر علماء، وکلاء، زعماء اور ذاکرین کو مفتی صاحب کی قیادت پر رضامند کیا

بعد میں سیالکوٹ میں سید ارشاد علی شاہ کی رہائش گاہ پر منعقدہ اجلاس میں مفتی صاحب نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کو ایک باقاعدہ تنظیم کی شکل دی اور علامہ سید صفدر حسین نجفی کو اس کا نائب صدر اول مقرر فرمایا۔

1980ء میں آغا صابر علی، شیخ محسن علی نجفی اور علامہ سید ساجد علی نقوی نے آیت اللہ باقر الصدر شہید کی یاد میں علماء کا ایک اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا لیکن علامہ نجفی نے فرمایا کہ علماء کے علاوہ اس میں پوری قوم کو شریک کیا جانا ضروری ہے چنانچہ اس میں آغا صابر علی اور بندہ (حافظ سید ریاض حسین) نے ملک گیر دورے کر کے قوم کو اسلام آباد پہنچنے کے لیے تیار کیا۔

جب یہ کنونشن منعقد ہوا اور وزیر داخلہ محمود ہارون نیز صدر مملکت سے گفت وشنید کا موقع آیا تو مفتی صاحب کی قیادت میں علامہ نجفی نے ہر جگہ جاندار موقف اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور حکومت پاکستان میں ایک متوازن معاہدہ طے پایا گیا۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ اسلام آباد کنونشن کے تمام اخراجات علامہ مرحوم نے برداشت کئے لیکن اس دوران میں کہیں بھی خود کو نمایاں نہیں ہونے دیا۔

مفتی صاحب قبلہ کے بعد علامہ عارف الحسینی (شہید) کو قائد ملت کی حیثیت سے منتخب کرانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ اسی طرح علامہ حسینی کی شہادت کے بعد علامہ ساجد علی نقوی کو آگے لانے میں بھی آپ ہی کی کوششوں کا دخل تھا۔ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے قائد کے انتخاب میں ہر موقع پر آپ کو اس منصب کی پیشکش کی گئی لیکن ہر دفعہ خود پیچھے رہے اور دیگر علماء کو منتخب کرایا۔

۶۔ توسیع مدارس

جب آپ جامعۃ المنتظر کے پرنسپل بنے تو یہ پاکستان کا پانچواں شیعہ مدرسہ تھا لیکن اب ان کی تعداد بڑھ کر 148 تک پہنچ چکی ہے اور ان تمام مدارس میں علامہ نجفی کے شاگردان رشید ہی معلم ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کا منصوبہ یہ بھی تھا کہ ہر پچاس میل کے علاقے میں ایک مرکزی شیعہ مدرسہ بنایا جائے۔ اس ضمن میں آپ نے بیسیوں مدارس تعمیر کرائے اور اس وقت بھی 14 مدرسے زیر تعمیر ہیں۔ توسیع مدارس کے سلسلے میں آپ نے ایران، برطانیہ اور امریکہ میں بھی شاندار دینی مدارس جاری فرمائے ہیں۔

۷۔ مصباح القرآن ٹرسٹ

علامہ نجفی نے اپنی ہمہ پہلو قومی خدمات میں قرآنیات پر بھی خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور جدید دور کی ایک مقبول ترین تفسیر قرآن، تفسیر نمونہ کا اردو ترجمہ فرما کر اس کی اشاعت کے لیے مصباح القرآن ٹرسٹ کے نام سے ایک ادارہ 1986ء میں قائم فرمایا۔ چنانچہ اب تک اس تفسیر کی 17 جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور بقایا 10 جلدیں آئندہ شائع ہوں گی۔

تفسیر کے علاوہ اس ادارے کی طرف دیگر علمی کتب کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ تاہم ان میں اکثر کتابیں قرآنی علوم ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ علامہ مرحوم اس ٹرسٹ کے بانی، کفیل اور سرپرست تھے۔

۸۔ تالیف وترجمہ

تالیف وترجمہ کے میدان میں علامہ نجفی پاکستان کے شیعہ علماء میں سب سے بازی لے گئے اور لگ بھگ ۸۰ چھوٹی بڑی علمی کتابوں کے تراجم شائع کرا کے قوم کو مالا مال کر گئے ہیں۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔ حقوق اور اسلام، السفینہ، تذکرۃ الخواص، توضیح المسائل خمینی، حکومت اسلامی خمینی، عرفان المالس، سعادت ابدیہ، معدن الجواہر، رسالۃ المواعظ، ارشاد القلوب، عقائد شیعہ، بارہ امامی شیعہ اور اہلبیت، منتہی الآمال، دین حق عقل کی روشنی میں، مبادیات حکومت اسلامی، چہل حدیث، الارشاد شیخ مفید، اسلامی جمہوری ایران پر اعتراضات کا جواب، حدود وتعزیرات، یزیدی فرقہ، مناسک حج، کتاب زیارات، جہاد اکبر خمینی انتخاب تاریخ طبری، تفسیر نمونہ ۲۷ جلدیں، تفسیر موضوعی ناصر مکارم شیرازی، تفسیر موضوعی جعفر سبحانی، ولایت فقیہ ہمارے ائمہ نفس المهموم، الحجت، تفسیر نمونہ موضوعی۔

(قبلہ حفظ ریاض حسین نجفی کی یہ تحریر 1990 کے بعد استفادہ کیلئے دوبارہ شائع کی گئی ہے)

مولانا سید صفدر حسین نجفی

ایک تاریخ ساز شخصیت

سید ثاقب اکبر

خاندانی پس منظر

مولانا سید صفدر حسین نجفی 1932ء میں علی پور ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے اور 3 دسمبر 1989ء کو لاہور میں ان کی وفات ہوئی۔ بظاہر یہ ایک مختصر سی زندگی ہے لیکن ان کے کاموں کو دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ ایک شخص کو جوانی کے دو سو سال ملے ہیں اور اس نے ان میں خوب کام کیا ہے۔ آپ نقوی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ علماء کا محترم خاندان تھا لیکن آپ کی حیثیت اس خاندان میں آج بھی گل سر سبد کی طرح ہے۔

مولانا کی خدمت میں

ان کی خدمات اور کاموں کے بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبے میں ان کی خدمات کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ راقم کو 1970ء کی دہائی میں ان کی قربت کا موقع ملا اور پھر ان کی وفات تک یہ قربت نصیب رہی۔ قریب سے ان کو دیکھا، ان کی مصروفیات اور کاموں کو دیکھا، بہت سے امور میں ان کے ساتھ مصروفیت رہی۔ بعض شعبوں میں ان کے معاون کی حیثیت سے کام کیا۔ یہ قربت بعد ازاں عزیز داری میں تبدیل ہوگئی لیکن ان سے محبت کی اصل وجہ ان کا خلوص، للہیت، اعلیٰ اخلاق، سادگی اور پرکاری ہی رہی۔

آئی ایس او میں ڈاکٹر محمد علی شہید کے ساتھ کام کرتے ہوئے ممکن نہ تھا کہ مولانا سید صفدر حسین نجفی سے ارتباط نہ ہوتا اور ان کی صحبت نصیب نہ ہوتی چونکہ ڈاکٹر محمد علی نقوی کا مرحوم سے مولانا کا بہت قریبی تعلق تھا۔ یہ تعلق عزیز داری کی بنیاد پر بھی تھا اور مولانا صاحب کی اپنی دینی شخصیت کی وجہ سے بھی۔ وہ ڈاکٹر محمد علی نقوی کے پھوپھا لگتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب خود بھی ایک عالم دین کے بیٹے تھے۔ مولانا صفدر حسین نجفی اور مولانا امیر حسین نقوی جو ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی تھے دونوں نجف اشرف میں ایک ہی زمانے میں زیر تعلیم رہے تھے۔ دوسری طرف ڈاکٹر غلام شبیر سبزواری سے راقم کی بہت دوستی تھی۔ وہ آئی ایس او میں میرے نہایت قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ مولانا مرحوم ان کے بہنوئی تھے یوں مولانا سید صفدر حسین نجفی کے ہاں آنا جانا رہتا تھا۔ ان کے گھر میں بھی ملاقاتیں ہوتی تھیں اور جامعۃ المنتظر جس کے وہ سربراہ تھے، وہاں بھی ملاقاتوں کا سلسلہ رہتا تھا۔

القاب سے بے نیاز

مولانا صاحب کو ہم عام طور پر "مولوی صاحب" کہتے تھے۔ اب دور بدل گیا ہے، ایک مبتدی دینی طالب علم کو مولوی صاحب کہیں تو اسے لگتا ہے کہ اس کی بے ادبی ہوگئی ہے جبکہ ہم جب علی الاطلاق "مولوی صاحب" کہتے تھے تو اس سے مراد مولانا سید صفدر حسین نجفی ہوتے تھے۔ کسی دوسرے مولوی صاحب کے لیے ساتھ ان کا نام لینا پڑتا تھا۔ مولانا صاحب کی زندگی میں ان کی جو کتابیں یا تراجم شائع ہوئے، ان کے ٹائٹل پر عام طور پر ان کے ساتھ القاب نہیں لکھے ہوتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ کہیں مولانا لکھا جاتا تھا اور بعض کتابوں پر تو یہ بھی نہیں تھا اور اگر کسی نے لکھا تو اس میں مولوی صاحب کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔

جب ان کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" چھپ گیا

ایک دلچسپ واقعہ یاد آگیا، انھوں نے ایک کتاب "ارشاد القلوب" کا ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب مکتب اہل بیتؑ کی نہایت اہم شخصیت شیخ مفید کی تصنیف ہے۔ کتاب امامیہ پبلی کیشنز لاہور نے شائع کی تھی۔ کتاب چھپ کر آئی تو ٹائٹل پر مولانا کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھا ہوا تھا۔ شیخ محمد امین ساعتی اس کے مسئول تھے، انھوں نے کتاب دیکھی تو سٹپٹائے۔ میرے پاس آئے تو کہنے لگے کہ ثاقب بھائی! یہ دیکھیں کتاب پر مولوی صاحب کے نام کے ساتھ یہ چھپ گیا ہے، میں پریشان ہوں کہ مولوی صاحب کو کیا جواب دوں گا اور یہ کتاب کس طرح ان کے سامنے پیش کروں گا۔ میں نے کہا: گھبرائیں نہیں، میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں، مولوی صاحب کو یہ کتاب چل کر دکھاتے ہیں۔ ہم مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے، امین بھائی بہت پریشان تھے اور شرمسار بھی۔ کتاب مولوی صاحب کو پیش کی اور کہا: مولوی صاحب! یہ دیکھیں آپ کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" چھپ گیا ہے۔ مولوی صاحب نے ایک مسکراہٹ

کے ساتھ فرمایا: کوئی بات نہیں، پتہ نہیں بعد میں کسی نے دعا کرنی ہے یا نہیں، یہ میری زندگی میں ہی دعا ہوگئی ہے۔ امین بھائی، جیسے ان کی بندھی ہوئی سانس آزاد ہوگئی ہو۔

مولانا صفدر حسین نجفی اور امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن

مولوی صاحب جنھیں بجا طور پر محسن ملت کہا جاتا ہے، امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے سرپرست کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اس تنظیم کی مجلس مشاورت میں بھی شامل تھے۔ اس مجلس مشاورت کا نام تبدیل کر کے بعد ازاں مجلس نظارت رکھ دیا گیا۔ اس میں دو دیگر علماء بھی شامل تھے، مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل اور مولانا آغا سید علی موسوی۔ بلا مبالغہ سب سے زیادہ مولانا سید صفدر حسین سرپرستی فرماتے تھے۔ انھیں نوجوانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت سے بہت دلچسپی تھی۔ انھوں نے آئی ایس او کو جامعۃ المنتظر میں سالانہ کنونشن کے انعقاد کی اجازت دے رکھی تھی۔ جامعہ کی مسجد کے عظیم الشان ہال میں آئی ایس او کا سالانہ اجتماع منعقد ہوتا تھا۔ رہائش کے لیے کمرے بھی جامعہ میں دے دیے جاتے تھے، یہاں تک کہ آئی ایس او کو جامعہ سے باہر کسی رہائش یا کمرے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ جامعہ کے تمام تر وسائل ان نوجوانوں کے سپرد کر دیے جاتے تھے۔ مولوی صاحب خود بھی اجتماع میں شریک ہوتے اور نوجوانوں کو پدرانہ نصیحتیں کرتے۔ نیکی اور شرافت تو ان کے چہرے سے ٹپکتی تھی۔ ان کی باتیں دل میں اتر جاتی تھیں، اس لیے کہ دل سے نکلی ہوئی ہوتی تھیں۔ وہ سادگی کا مرقع تھے، سادہ انداز سے بات کرتے تھے اور سچائی سے اپنی نوجوان نسل کی اچھی تربیت کرنا چاہتے تھے۔ وہ کبھی کبھار ڈانٹ ڈپٹ بھی کر لیتے تھے، چونکہ تبشیر و انذار دونوں تربیت کا حصہ ہیں۔ ان کی ڈانٹ کبھی بری نہیں لگتی تھی۔ اس لیے کہ اس کے اندر چھپی ہوئی ان کی محبت کی شیرینی باقی رہتی تھی۔ مالی مشکلات کے حل میں بھی وہ ہمیشہ پیش قدم رہتے تھے۔

امام خمینیؒ کی مرجعیت کا اعلان

آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم نے یکم جون 1970ء میں نجف اشرف میں وفات پائی۔ وہ شیعوں میں بلند پایہ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ جیسا کہ ہمارے قارئین جانتے ہیں کہ شیعوں کے ہاں زندہ مجتہد اور فقیہ کی تقلید کی جاتی ہے۔ فقہا میں سے جسے علماء اعلم سمجھتے ہیں عوام کو اس کا تعارف کرواتے ہیں تاکہ عوام ان کی تقلید اختیار کر سکیں۔ عام طور پر تین چار اعلیٰ درجے کے فقہا ہر دور میں ایسے ہوتے ہیں جن کی تقلید دنیا بھر میں کی جاتی ہے۔ اگرچہ فقہا کی تعداد تو کہیں زیادہ ہوتے ہیں لیکن اعلمیت کے لیے عموماً چند ایک افراد ہی کا نام سامنے آتا ہے۔ آیت اللہ محسن الحکیم طباطبائی کی وفات کے بعد مولانا سید صفدر حسین نجفی نے امام خمینیؒ کی اعلمیت اور مرجعیت کا اعلان کیا۔ انھوں نے پوسٹ کارڈ پر مختصر سی عبارت لکھی اور کارڈ ہفت روزہ رضا کار لاہور کو بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا۔ ہفت روزہ نے مولوی صاحب کی یہ عبارت شائع کر دی۔ یہ پاکستان میں امام خمینیؒ کی فقاہت و مرجعیت کا پہلا اعلان تھا۔ امام خمینیؒ اس زمانے میں نجف اشرف میں ہوتے تھے اور جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل اور مولانا آغا سید علی موسوی نے بھی امام خمینیؒ ہی کی مرجعیت کا اعلان کیا۔

امام خمینیؒ کی کتب کا ترجمہ

مولانا صفدر حسین نجفی نے امام خمینیؒ کی توضیح المسائل کا ترجمہ کیا۔ مولوی صاحب بتاتے تھے کہ امام خمینیؒ نے اس کی اشاعت کے لیے سہم امامؑ خرچ کرنے کی اجازت نہ دی۔ امام خمینیؒ کا نظریہ تھا کہ دینی مسائل اور احکام پر عمل کرنا عوام پر واجب ہے۔ وہ اس سلسلے میں مطلوبہ کتاب خود حاصل کریں، اس کے لیے سہم امام خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اس کے بعد مولانا سید صفدر حسین نجفی نے امام خمینیؒ کی معروف کتاب ''اسلامی حکومت یا ولایت فقیہ'' کا ترجمہ بھی کیا۔ یہ کتاب کتب خانہ شاہ نجف اندرون موچی دروازہ لاہور نے 1971ء میں چھاپی تھی، یاد رہے کہ آیت اللہ محسن الحکیم کی وفات جون 1970ء میں ہوئی تھی اس کے بعد مولانا صفدر حسین نجفی نے امام خمینیؒ کی توضیح المسائل اور کتب کا ترجمہ کیا تھا۔ راقم نے اسی زمانے میں اس کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کتاب کے ذریعے اہل پاکستان امام خمینیؒ کے انقلابی نظریات اور اسلامی حکومت کے بارے میں ان کے نقطہ نظر سے آگاہ ہوئے۔ اخلاقیات کے حوالے سے بھی امام خمینیؒ کا ایک رسالہ ''جہاد اکبر'' کے نام سے تھا جس کا ترجمہ مولانا سید صفدر حسین نجفی ہی نے کیا تھا۔ امام خمینیؒ سے ہماری قربت کا وسیلہ مولانا سید صفدر حسین نجفی ہی بنے۔ بعد ازاں جب انقلابی تحریک زیادہ ابھر کر سامنے آئی تو ہم امام خمینیؒ سے آگاہ ہو چکے تھے لہٰذا ان کا ساتھ دینا ہمارے لیے کوئی مشکل نہ تھا۔

پیرس میں امام خمینیؒ سے ملاقات

23 اکتوبر 1977ء کو امام خمینیؒ کے بڑے فرزند آیت اللہ سید مصطفیٰ خمینیؒ کو نجف اشرف میں شہید کر دیا گیا۔ پھر امام خمینیؒ کا نجف اشرف میں رہنا مزید مشکل بنا دیا گیا۔ مجبوراً انھوں نے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کیا۔

6 اکتوبر 1978ء کو وہ پیرس جا پہنچے اور پیرس کے مضافات میں ایک قصبے میں رہائش اختیار کی۔ ان دنوں مولانا صفدر حسین نجفی بہت بے چین رہتے تھے۔ ہم نے لاہور میں امام خمینیؒ کی حمایت میں شاہ ایران کے مظالم کے خلاف مظاہرے بھی کیے۔ مولوی صاحب ان میں شرکت کرتے تھے۔ پھر انھوں نے پیرس جا کر امام خمینیؒ سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔ ان کی رائے تھی کہ وہ امام خمینیؒ کو پاکستان آنے کی دعوت دیں گے چونکہ ایران میں شاہ ایران انھیں ہرگز داخلے کی اجازت نہیں دے گا۔ عرب ممالک سے بھی یہ توقع نہ تھی چنانچہ وہ اپنے دیرینہ رفیق مرحوم سیٹھ نوازش علی ساقی کے ہمراہ فرانس میں امام خمینیؒ کے پاس جا پہنچے۔ وہاں مولانا سید امیر حسین نقوی پہلے ہی مولوی صاحب کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ یہ تینوں افراد پیرس کے نواح میں امام خمینیؒ سے ملے۔ امام خمینی کی توجہ چونکہ ایران میں انقلابی تحریک کی طرف تھی، وہ پاکستان تو نہ آسکتے تھے لیکن انھوں نے پاکستانی وفد سے بہت محبت کا اظہار کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا صفدر حسین نجفی صاحب نے امام خمینی کی خدمت میں کچھ ہدیہ بھی پیش کیا، ہم نے بھی آئی ایس او کی طرف سے ایک خط امام خمینیؒ کی خدمت میں مولوی صاحب کے توسط سے بھجوایا تھا۔ انھوں نے وہ بھی امام خمینیؒ کی خدمت میں پیش کیا۔

قرآن کی مجوریت کا غم اور تفسیر نمونہ کا ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی کو اس کا بات کا بہت قلق تھا کہ امت اسلامیہ نے قرآن سے دوری اختیار کر رکھی ہے۔ شیعوں سے انھیں خاص شکوہ تھا کیونکہ شیعہ تو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ دو چیزیں ایسی چھوڑ گئے تھے جن سے وابستہ رہ کر امت ضلالت و گمراہی سے بچی رہ سکتی تھی، ایک قرآن اور دوسری اہل بیتؑ۔ انھوں نے اس مقصد کے لیے فیصلہ کیا کہ قرآنی معارف و علوم کی اشاعت کے لیے ایک ادارہ قائم کریں گے۔ اس کے لیے انھوں نے راقم سے ضروری اقدامات کے لیے کہا، چنانچہ بعض دیگر اہم شخصیات سے مل کر قرآنیات کی اشاعت کے لیے ایک ادارہ ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کے نام سے قائم کیا گیا۔ راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس ادارے کا نام میں نے تجویز کیا جسے مولوی صاحب مرحوم نے قبول کر لیا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ راقم نے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے تعلیم مکمل کر کے اسلام آباد کیپٹل اتھارٹی میں ٹاؤن پلانر کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ابھی تقریباً دس ماہ ہی ہوئے تھے کہ مولانا صاحب نے حکم کیا کہ اس ملازمت کو چھوڑ کر میں لاہور ان کے پاس چلا جاؤں۔ چنانچہ میں نے ان کے حکم کے بعد اگلے دن اپنا استعفیٰ جمع کروا دیا اور بوریا بستر باندھ کر لاہور روانہ ہو گیا۔ ایک ٹاؤن پلانر دوست نے جب دیکھا کہ میں مستعفی ہو رہا ہوں تو وہ بہت حیران ہوا۔ کہنے لگا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں، اتنی اہم جاب چھوڑ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ انبیاء کی آمد کا سلسلہ تو ختم ہو چکا ہے، آخری امام کا دور ہے جو پردہ غیبت میں ہیں، اب علماء ہی ہیں جو دین کے ترجمان ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں مولانا صفدر حسین سے زیادہ مخلص عالم دین نہیں دیکھا۔ اگر ان کی بات کا بھی انکار کر دوں تو پھر کیا توقع ہے کہ میں کسی نبی کے دور میں ہوتا تو ان کی ہر بات مانتا یا امام ظہور فرمائیں تو میں ان کی آواز پر لبیک کہوں۔ مولانا صاحب نے ان دنوں تفسیر نمونہ کا ترجمہ شروع کیا تھا۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ اس کی زبان و بیان کی نوک پلک درست کرنے کا کام میرے سپرد کریں۔ وہ ادبیات سے میرے تعلق اور ذوق کو جانتے تھے کیونکہ میں نے کئی برس ان کے ساتھ مختلف حوالوں سے کام کیا تھا۔ چنانچہ میں لاہور چلا گیا اور تفسیر نمونہ کے پراجیکٹ کے ساتھ مولانا صاحب کی سرپرستی میں منسلک ہو گیا۔ تفسیر نمونہ کی 19 جلدوں پر نظر ثانی کا کام میں نے پاکستان میں رہ کر کیا۔ جو کام دوسروں کے سپرد کیا جاتا اس پر نظر ثانی بھی میں ہی کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد میں حوزہ علمیہ قم میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے چلا گیا۔ تفسیر نمونہ پر ہی کام اگلے مرحلے میں مصباح القرآن کے قیام کی شکل اختیار کر گیا۔ چنانچہ اس کی پہلی جلد کے بعد باقی جلدیں مصباح القرآن نے ہی شائع کیں۔

ایک مرتبہ قم میں مولانا مرحوم آیت اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی سے ملنے کے لیے چلے، میں ان کے ساتھ تھا، میں جانتا تھا کہ کس طرح سے وسائل جمع کر کے ہم تفسیر نمونہ چھاپ رہے ہیں جو آیت اللہ مکارم شیرازی اور ان کے رفقاء نے لکھی ہے۔ میں نے مولانا سے عرض کی کہ اس کی اشاعت کے لیے آیت اللہ مکارم شیرازی سے تعاون کے لیے کہیے گا۔ مولانا نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور لینے والا نیچے، ہم یہ کام خود ہی مکمل کریں گے۔ یہاں یہ بات بھی کہہ دوں کہ پاکستان میں آیت اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی کو تفسیر نمونہ ہی کے ذریعے سے پہچانا تھا۔

قرآنی علوم و معارف کی اشاعت کے لیے مصباح القرآن کی خدمات

یہ بات قابل ذکر ہے کہ برصغیر میں شیعہ تاریخ میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کی اشاعت کے لیے جس قدر کام مصباح القرآن نے کیا ہے دسیوں ادارے مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی نے تفسیر نمونہ کی 27 جلدوں کا ترجمہ مکمل کرنے کے بعد دو بڑی موضوعی تفاسیر

قرآن کے ترجمے کا کام بھی شروع کیا۔ البتہ چھٹی جلد کا ترجمہ آغا طیب جزائری نے کیا تھا۔ موضوعی تفاسیر کے سلسلے میں پہلے انھوں نے آیت اللہ العظمیٰ آقائے مکارم شیرازی اور رفقائے کار کی ”پیام قرآن“ کے عنوان سے دس جلدوں پر مشتمل تفسیر موضوعی کا ترجمہ شروع کیا۔ سات جلدیں انھوں نے مکمل کی تھیں، باقی تین جلدیں راقم اور علامہ سید حسنین عباس گردیزی نے ترجمہ کیں۔ اسی طرح انھوں نے آیت اللہ العظمیٰ آقائے جعفر سبحانی کی تفسیر موضوعی ”منشور جاوید“ کا ترجمہ بھی شروع کیا تھا۔ انھوں نے اس کی تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کیا تھا کہ وہ لقائے الٰہی کے لیے چل دیے۔ اللہ ان کی روح کو شاد رکھے۔

دیگر علمی خدمات

مولانا سید صفدر حسین نجفی نے تالیف کا کام کم کیا ہے البتہ مختلف دینی موضوعات پر ان کے تراجم بہت زیادہ ہیں۔ اہل بیتؑ کی سوانح اور سیرت پر مشتمل معروف وضخیم کتاب منتہیٰ الآ مال بھی ان کے تراجم میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ انھوں نے تاریخ طبری کا پورا مطالعہ کرنے کے بعد انتخاب طبری کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ ان کی تالیفات میں حدود و تعزیرات کے عنوان سے ایک رسالہ بھی شامل ہے۔ حکومت اسلامی کے حوالے سے ان کے چند مقالات کا مجموعہ ”مبادیات حکومت اسلامی“ کے نام سے شائع ہوا۔ ”حقوق اور اسلام“ کے نام سے بھی ان کی ایک کتاب منظر عام پر آئی۔ آیت اللہ منتظری کی ”ولایت فقیہ“ کی دو جلدوں کا ترجمہ بھی ان کے کریڈٹ پر ہے۔ مولانا مرحوم نے امام خمینی کی رحلت کے بعد آیت اللہ العظمیٰ آقائے سید محمد رضا گلپایگانی کی توضیح المسائل کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ سیرت و اخلاق کے دیگر موضوعات پر بھی ان کا قابل قدر کام موجود ہے۔

ان کے اس علمی کام کو دیکھا جائے تو انسان حیرت میں گم ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص ایک مختصر حیات مستعار میں دیگر بہت سی خدمات کے علاوہ اس قدر علمی کام انجام دے سکتا ہے۔ ان کا یہ کام دسیوں ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں جب بھی گھر میں ان سے ملاقات کے لیے گیا، وہ چار پائی پر بیٹھے ہوتے تھے، آگے چھوٹی سی میز پڑی ہوتی تھی۔ حقہ ایک طرف رکھا ہوتا تھا، اِدھر ایک کش لینا اور اُدھر چند جملے لکھنا۔ میں نے کبھی انھیں فارغ نہیں دیکھا۔ ہوائی اڈے پر فلائٹ کے پہنچنے تک یا روانہ ہونے تک جو وقت میسر ہوتا اس میں بھی وہ ترجمہ کرتے رہتے۔ وہ لاری اڈے پر بھی فارغ نہیں بیٹھتے تھے۔ سگریٹ پیتے تھے، میں بھی مال مفت سمجھ کر استفادہ کر لیتا تھا۔ ڈاکٹروں کے اصرار پر انھوں نے اسے ترک کیا لیکن یہ ناہنجار اپنا کام دکھا چکا تھا۔

مولانا صفدر حسین نجفی اور ذاکری

نجف اشرف میں تعلیم کے لیے جانے سے پہلے مولانا صاحب تھوڑی بہت ذاکری بھی کر لیتے تھے۔ انھیں بہت سارے دوہڑے یاد تھے۔ ہم فرمائش کر کے کبھی کبھار ان سے کچھ سن لیتے تھے۔ اچھے ترنم میں پڑھتے تھے۔ دوستانہ ماحول رکھتے تھے۔ مزاح بھی خوب کر لیتے تھے۔ کبھی تو ہر بات پر کوئی لطیفہ یا مزاحیہ بات سناتے تھے۔ قم میں ایک مرتبہ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ مولوی صاحب کے ایک لطیفے پر میں بھی جواب میں ایک لطیفہ سناؤں گا۔ یہ بات میرے دل میں ہی تھی کچھ دیر تک تو میں نے یہ کام کیا۔ پھر میں نے دل ہی میں فیصلہ کیا کہ مولوی صاحب جیت گئے ہیں اور میں ہار گیا ہوں، مزید لطیفے نہیں سناؤں گا۔ البتہ دوسروں کے لطائف سن کر بھی مولوی صاحب بے مزہ نہیں ہوتے تھے۔ ان کے لطائف میں شائستگی تو ہوتی ہی تھی نصیحت کا کوئی پہلو بھی ہوتا تھا۔

چھپ چھپ کر درس تفسیر قرآن میں شرکت

مولانا سید صفدر حسین نجفی کو قرآن کریم سے خاص محبت اور انس تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ امت اسلامیہ اس کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اس کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے انھوں نے جو کچھ کیا اس کا کچھ ذکر راقم نے کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ نجف اشرف میں جب وہ زیر تعلیم تھے تو انھیں خواہش ہوئی کہ وہ کسی درس قرآن میں شرکت کریں۔ وہاں فقہ و اصول فقہ اور ادبیات کے دروس کا رواج تھا۔ علماء وطلبہ عام طور پر علم فقہ کے لیے درکار مقدماتی علوم کو اہم سمجھتے تھے اور انھیں موضوعات کو فنون قرار دیتے تھے۔ تفسیر قرآن کو وہ فنون میں شمار نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا تفسیر قرآن کے دروس میں شرکت کرنے والوں کی پذیرائی نہ کرتے تھے۔ مولانا مرحوم نے بتایا کہ وہ چھپ چھپا کر درس قرآن میں شرکت کرتے تھے۔ اب تو یہ صورت حال نہیں رہی لیکن کبھی ایسی تنگ وتاریک فضا بھی تھی۔

جلوس ہائے عزا میں نماز باجماعت کا قیام

مولانا مرحوم کی بہت خواہش تھی کہ شیعہ امام حسینؑ کی عزاداری کے ساتھ ساتھ نماز کی بھی پابندی کریں۔ جلوس ہائے عزا گاہے سارا سارا دن چلتے رہتے تھے اور آج بھی الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس بیچ میں نماز کے اوقات گزر جاتے تھے۔ نماز کے پابند افراد خود سے جلوس سے نکل کر اِدھر اُدھر مساجد میں یا دیگر مقامات پر نماز ادا کر لیتے تھے اور پھر جلوس میں شامل ہو جاتے

تھے۔ مولانا مرحوم کی خواہش تھی کہ جب نماز کا وقت ہو، عزاداری کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لیے روک کر وہیں جلوس کے بیچ میں صفیں بچھا کر نماز کا اہتمام کیا جائے۔ مولانا ہی سے یہ خواہش ہمارے دل میں اتر گئی اور ہم نے امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کی سطح پر فیصلہ کیا کہ جلوس ہائے عزا کے دوران میں نماز کے وقت پر اس کا اہتمام کریں گے۔ عام لوگوں کے لیے یہ بڑی نئی سی بات تھی۔ لہٰذا ان پڑھ اور روایت پرست افراد نے شروع میں اس کی مزاحمت کی۔ ہم نے لاہور میں اسلام پورہ میں نو محرم کے جلوس میں اس کے اہتمام کا فیصلہ کیا۔ نہ فقط روایت پرست افراد نے اس کی مخالفت کی بلکہ پولیس اور انتظامیہ بھی سد راہ ہوئی۔ جو قدیمی اور روایتی لیڈر شپ تھی اس نے روایت پرست عوام کو سمجھانے کے بجائے ہمیں سمجھانا شروع کیا کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا، آپ عزاداری میں رکاوٹ نہ ڈالیں، جائیں کسی مسجد میں نماز ادا کریں۔ وہ پہلا دن جب دوران جلوس نماز قائم کرنا تھی مولانا صفدر حسین نجفی سے ہم نے طے کر رکھا تھا کہ وہ نماز کے وقت پر تشریف لے آئیں گے ہم تمام انتظامات کریں گے اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔ ادھر ہم نے صفیں بچھائیں، نماز کے قیام کا انتظام کیا اور ادھر پولیس نے یلغار کر دی، آنسو گیس اور لاٹھی چارج شروع ہو گیا۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی اسلام پورہ کی پانڈو اسٹریٹ جہاں امام بارگاہ کے سامنے نماز کا اہتمام تھا، کے آغاز میں پہنچ چکے تھے کہ پولیس نے یہ کارروائی شروع کی۔ پولیس کی اس کارروائی کے باوجود نماز باجماعت میری امامت میں شروع ہو گئی۔ پولیس نے صفیں پلٹ دیں، مار دھاڑ کرتی رہی، نمازی بے چارے تتر بتر ہو گئے، میں نے اسی حالت میں نماز جاری رکھی۔ نماز ختم کی تو شاید ایک یا دو آدمی پیچھے باقی رہ گئے تھے۔ بعد میں مولانا سے ملاقات ہوئی۔ انھیں کارکنوں نے باحفاظت واپس پہنچا دیا۔ شب عاشور آئی تو پولیس اور انتظامیہ مولانا کی خدمت میں ریلوے اسٹیشن کے قریب واشنگ لائن کے علاقے میں، جہاں وہ رات کو مجالس پڑھتے تھے جا پہنچی چونکہ انتظامیہ یہ چاہتی تھی کہ اب عاشور کے روز بڑے جلوس میں رنگ محل کے علاقے میں نماز کا اہتمام نہ ہو۔ مولانا سے پولیس اور انتظامیہ نے کہا کہ آپ آئی ایس او کو منع کریں کہ وہ یہ کام نہ کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے ہی تو ان سے کہہ رکھا ہے کہ یہ کام کرنا ہے۔ بہر حال اگلے روز ڈاکٹر محمد علی شہید نے کارکنوں سے مل کر نماز کا کچھ اس انداز سے اہتمام کیا کہ جماعت کھڑی ہو گئی لوگ اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے کہ انتظامیہ کو خبر ہوئی اب بات ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی اور وہ لوگ نماز کی اگلی صفوں میں موجود تھے جو ایک روز پہلے پولیس اور انتظامیہ کو ہمارے اوپر حملہ آور ہونے کی اجازت اور شہ دے رہے تھے۔ اگلے روز اگلی صفوں میں انھیں لوگوں کی تصویریں اخبارات کی زینت بنیں۔ اس دوران میں ہم قیام نماز کے امور کا اہتمام کرنے میں مصروف رہے اور پچھلی صفوں میں اطمینان سے نماز ادا کی۔ پھر یہ نماز جلوس ہائے عزا میں قائم ہو گئی اور یہ سلسلہ لاہور سے نکل کر پورے ملک کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ جب تک یہ سلسلہ رہے گا مولانا صفدر حسین نجفی مرحوم کی یادیں باقی رہیں گی اور اس خیر میں ان کا حصہ بھی باقی رہے گا۔ نماز جماعت کے اس سر عام قیام سے اور ملک کے تمام اخبارات میں اس کی نمایاں تصاویر سے، وہ لوگ جو کہتے تھے کہ شیعہ نماز نہیں پڑھتے، قصہ پارینہ ہو گئے۔ سچی بات ہے کہ آج جب ہم شیعہ سنی اتحاد کی بات کرتے ہیں تو ایسے واقعات ہماری تقویت کا باعث بنتے ہیں۔

فلسفے سے عدم اعتنا

مولوی صاحب کو فلسفے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی بلکہ بعض اوقات تو ایسا لگتا جیسے ناگواری کا اظہار کر رہے ہوں۔ اس کی وجہ حوزہ علمیہ کی اور خاص طور پر نجف اشرف کی فضا تھی جس میں علماء عام طور پر فلسفے کی تعلیم کو اچھا نہ جانتے تھے بلکہ امام خمینیؒ کے ایک مکتوب جو انھوں نے علمائے کرام کے نام لکھا ہے جسے ''منشور روحانیت'' کہتے ہیں، سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلسفے کی تعلیم دینے والے علماء کو کافر سمجھا جاتا تھا۔ مولوی صاحب کچھ ایسے شدت پسند تو نہ تھے بس فلسفے سے اعتناء نہ رکھتے تھے۔ علامہ طباطبائی کی تفسیر المیزان کے ترجمے کی بات ہوئی تو انھوں نے اسی لیے قبول نہ کی کہ علامہ طباطبائی فلسفے کے بڑے استاد تھے اور بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ المیزان میں ان کے فلسفی افکار کی تاثیر موجود ہے۔ جب مولانا حسن غدیری نے المیزان کے اردو ترجمے کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ان کی تائید فرمائیں۔ مولوی صاحب نے بمشکل تمام ان کی تائید کی۔ البتہ حیرت ہے کہ وہ امام خمینیؒ کے وکیل بھی تھے، مروج بھی تھے اور انقلابی تحریک کے زوردار حامی بھی جب کہ امام خمینیؒ خود فلسفہ و عرفان کے استاد تھے اور ان موضوعات میں گہرا رسوخ رکھتے تھے۔

بیٹے کا حادثے میں انتقال اور غریب پروری

غریب پروری بھی مولانا صفدر حسین نجفی کی شخصیت کا ایک خاص وصف تھا۔ ہر روز کتنے ہی ضرورت مند افراد ان کی طرف رجوع کرتے، وہ خود تو مالدار نہ تھے لیکن شہر کے بہت سے مالدار ان کی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے کہنے پر غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ یہ مدد گاہے

واجبات شرعیہ میں سے کی جاتی جس کی اجازت مولانا صفدر حسین نجفی دیتے تھے۔عام طور پر کوئی ضرورت مند آپ کے پاس آتا تو وہ کسی نہ کسی تاجر یا کسی اور مالدار کے نام رقعہ لکھتے اور اسے اس شخص کی مدد کے لیے کہتے۔ایک مرتبہ ہم مولانا صاحب کے پاس سیٹھ نوازش علی کی کوٹھی، جو ماڈل ٹاؤن لاہور میں واقع تھی، میں موجود تھے۔ان دنوں مولانا صفدر حسین نجفی وہیں رہتے تھے۔مجھے یاد پڑتا ہے کہ آیت اللہ حافظ ریاض حسین نجفی بھی وہاں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا، اس نے مولوی صاحب کو اپنی حاجت بیان کی، مولوی صاحب نے حسب معمول کاغذ پر اس کے لیے کچھ لکھنا شروع کیا، اس دوران میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، مولانا نے ریسیور اٹھایا، ہمیں معلوم نہ تھا کہ دوسری طرف کون ہے، مولوی صاحب آہستہ آہستہ ہوں، ہاں میں جواب دے رہے تھے، مثلاً اچھا!، او ہو! ٹھیک ہے!۔۔۔ ریسیور رکھ کر انھوں نے رقعہ مکمل کیا اور حاجت مند کے حوالے کر دیا۔جب وہ چلا گیا تو انھوں نے بتایا کہ ایران سے فون تھا جس میں انھیں بتایا گیا کہ اصفہان (نجف آباد) میں ان کا ایک جواں سال بیٹا سید محمد مہدی نقوی حادثے میں جاں بحق ہو گیا ہے۔صبر، حوصلے، متانت اور اپنے حواس پر قابو رکھنے کی ایسی مثال میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔وہ کتنے بڑے آدمی تھے، ان کا حوصلہ کتنا زیادہ تھا اور غریب پروری کا جذبہ کیسا گہرا تھا۔گاہے ان کے لکھے ہوئے ورق کا کسی مالدار کی طرف سے احترام بھی نہیں کیا جاتا تھا اور انھیں اس کی خبر بھی مل جاتی تھی لیکن مولوی صاحب کہتے تھے کہ میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں مالداروں کو بتاؤں کہ یہ شخص ضرورت مند ہے، آگے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہیں۔

مولانا مرزا یوسف حسین کی اعانت

ہمارے عزیز دوست سید انجم رضا ترمذی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں برادر عزیز سید غلام شبیر بخاری کے ہمراہ مرحوم مرزا یوسف حسین (متوفی یکم جنوری 1988) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔بخاری صاحب کو اعانت کے لیے کچھ رقم دے کر مولانا صفدر حسین مرحوم نے مرزا صاحب کے پاس بھجوایا تھا۔مرزا صاحب ان دنوں صاحب فراش تھے۔مولوی صاحب ان کی ضروریات اور علاج معالجے کے لیے کچھ رقم گاہے بگاہے انھیں بھیجتے رہتے تھے۔اگر اس امر کو اس پس منظر میں دیکھا جائے کہ بعض مذہبی مسائل اور قومی معاملات میں مولانا مرزا یوسف حسین اور مولانا صفدر حسین نجفی کی آرا مختلف تھیں تو اور بھی حیرت ہوتی ہے۔اس سے یہ پیغام تو ملتا ہے کہ انسانی جذبے بہر حال زندہ رہنا چاہئیں۔

ایک صاحب کے داڑھی چٹ کروانے پر میری ناگواری اور مولوی صاحب کی شفقت

میں جب امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کی صدارت سے فارغ ہوا اور ابھی انجینئرنگ یونیورسٹی کا طالب علم تھا کہ مولانا سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ نے مجھ سے کہا کہ انتظامی امور کے لیے جامعۃ المنتظر میں مجھے آپ کی ضرورت ہے۔میں نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں۔انھوں نے مجھے جامعہ کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔اس زمانے میں ہماری رہائش بھاٹی دروازہ ہمارے ننھیالی گھر میں تھی۔مولانا نے میرے لیے جامعہ میں رہائش کا بندوبست کر دیا۔میں اپنی فیملی کے ساتھ اس میں منتقل ہو گیا۔یہیں سے میں صبح اپنی یونیورسٹی میں جاتا اور واپس آ کر جامعہ کے امور میں مصروف ہو جاتا۔ایک مرتبہ میں نے کیا دیکھا کہ ہمارے پرانے دوست امجد علی کاظمی داڑھی منڈوائے ہوئے داخل ہوئے۔مجھ پر ان کی یہ صورت بڑی ناگوار گزری کیونکہ مولوی صاحبان کے ساتھ رہتے رہتے میرا مزاج بھی ظواہر احکام سے جڑ چکا تھا۔کاظمی صاحب مولانا مرحوم کے دفتر میں چلے گئے۔میرا خیال تھا کہ مولوی صاحب ان کی یہ شکل صورت دیکھ کر انھیں ڈانٹ ڈپٹ کریں گے لیکن میں نے کیا دیکھا کہ وہ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے اور ان کی باتیں سننے لگے۔ان کی کوئی پریشانی تھی، اس میں ان کی راہنمائی کی اور تسلی دی۔کاظمی صاحب چلے گئے تو میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ شریعت کو میری نسبت مولوی صاحب کہیں زیادہ جانتے ہیں۔جب انھوں نے کاظمی صاحب کے ساتھ اتنی شفقت کی تو مجھے کیوں ناگواری ہوئی، میں نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کی۔یہ واقعہ میری ساری زندگی کے لیے ایک درس بن گیا اور آج بھی اس واقعے کی تاثیر مجھ پر موجود ہے۔

مولوی صاحب! مجھے کام ہے اس لیے کل آپ کو چھٹی ہے

مولوی صاحب مرحوم مولوی صاحبان اور طلبہ کو بھی نصیحت کرتے رہتے، حسب ضرورت ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے۔بعض اوقات بڑے دلچسپ واقعات بھی پیش آتے۔ایک مرتبہ دفتر میں بیٹھے تھے کہ جامعہ کا ایک طالب علم آپ کے پاس آیا، کہنے لگا: مولوی صاحب! کل مجھے ایک کام ہے، گھر چلا جاؤں گا، لہٰذا کل آپ کو چھٹی ہے، مولوی صاحب حیرت سے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے، کہنے لگے ٹھیک ہے۔

طالب علموں کو پڑھنے کا وقت نہیں ملتا

ایک مرتبہ قم تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کے طلاب ملنے کے

لیے آتے تو پوچھتے: کیا کر رہے ہو؟ طالب علم اپنی مصروفیات کا بتاتے۔ آپ پوچھتے کہ پڑھ کیا رہے ہو؟ بعض طالبعلم بتاتے کہ ہمیں پڑھنے کا وقت نہیں ملتا۔ ایک مرتبہ ایسے طلبہ کو ڈانٹتے ہوئے اپنے خاص انداز میں کہنے لگے: او بے کاریو! ایتھے تسی پڑھن واسطے آئے ہو، باقی ہر کم لئی تو انوں ٹیم مل جاندا اے، پڑھن واسطے نئیں ملدا (کہ یہاں تم پڑھنے کے لیے آئے ہو، ہر کام کے لیے تمھیں وقت مل جاتا ہے اور پڑھنے کے لیے تمھیں وقت نہیں ملتا)۔

حاملہ عورتیں اور بے کار مولوی

ایک مرتبہ میں ماڈل ٹاؤن میں سیٹھ نوازش علی کی کوٹھی میں مولانا مرحوم کے کمرے میں ان کے پاس بیٹھا تھا جس میں وہ لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتے اور ملاقاتیوں سے بھی مل لیتے تھے۔ دو موٹے تازے مولوی صاحبان ڈھیلے ڈھالے انداز سے داخل ہوئے، سلام کر کے مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب ان کی مصروفیات اور کاموں کے بارے میں پوچھنے لگے۔ ان کی باتیں سن کر کہنے لگے او بے کاریو، تسی تے حاملہ عورتاں نالوں وی بھیڑے او (یعنی تم تو حاملہ عورتوں سے بھی برے ہو)۔ میں بہت دیر تک سوچتا رہا کہ مولوی صاحب کے اس جملے کا کیا مطلب ہے، جو بات مجھے سمجھ آئی وہ یہ تھی کہ حاملہ خواتین ان خاص دنوں میں کام کاج نہیں کر سکتیں لیکن بہرحال نو ماہ کے بعد کوئی نتیجہ دیتی ہیں۔ اسی طرح کے مولوی صاحبان نہ کوئی اچھی کتاب لکھتے ہیں، نہ کوئی اچھا طالب علم تربیت کر کے دیتے ہیں۔ شاید اس لیے مولوی صاحب انھیں اس طرح سے ڈانٹ رہے تھے۔

اذیت دہ بسوں میں سفر

مولانا صاحب کا گھر سمن آباد اور ملتان روڈ کے درمیان واقع مسلم کالونی میں تھا۔ ہم اکثر وہاں مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ وہاں سے وہ ہر روز مدرسے میں جانے کے لیے ملتان روڈ پر آ کر قصور کی طرف جانے والی کسی بس پر سوار ہوتے اور پھر فیروز پور روڈ پر ماڈل ٹاؤن ایچ بلاک کے قریب اتر جاتے۔ وہاں سے پیدل مدرسے پہنچ جاتے۔ مولوی صاحب نے مدرسے میں مدرسین کے لیے کوارٹرز بنا رکھے تھے اور ہر مدرس کو ایک رہائش دی ہوئی تھی۔ وہ چاہتے تو خود بھی ان میں سے ایک گھر اپنے لیے رکھ سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، ہر روز بہت دور سے پرانی بسوں میں سفر کر کے آتے، اکثر رش کی وجہ سے بس میں کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑتا اور لاہور سے گزرنے والی بسوں اور ویگنوں کے کنڈیکٹر جس انداز سے مسافروں کو ٹھونستے ہیں اس کا پتہ انھیں کو ہے جنھوں نے ان میں سفر کر رکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا صاحب ایثار پیشہ بھی تھے، جفاکش بھی۔ وہ خود زحمتیں جھیل لیتے تھے اور دوسروں کے آرام اور سہولت کا خیال رکھتے تھے۔

جنت میں بھی چائے ملے گی لیکن ایسی نہیں

میں مولوی صاحب کے کیونکہ بہت ساتھ ہوتا تھا، اس لیے ان کے پاس آنے والے مہمانوں کی خاطر تواضع میں بھی ہاتھ بٹاتا۔ چائے سے مجھے بہت دلچسپی تھی، ڈاکٹر محمد علی شہید اور ان کے دیگر رفقا بھی چائے شوق سے پیتے تھے۔ مولوی صاحب کی وفات کے بعد میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ وہ قم کے اپنے گھر میں ملاقاتیوں کے کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ ان کی صحت بہت اچھی ہے۔ ان سے ملاقات کے لیے قم کے طلاب آئے بیٹھے ہیں اور حلقہ باندھے ہوئے ہیں۔ میں حسب معمول مہمانوں کے لیے چائے پیالیوں میں ڈال رہا ہوں، ایسے میں مجھے یوں احساس ہوتا ہے کہ مولوی صاحب وفات پا چکے ہیں، آج ادھر جنت سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ میں نے پوچھا: مولوی صاحب! کیا جنت میں بھی چائے ملے گی، میری طرف دیکھ کر چند ثانیے خاموش ہوئے اور ایک خاص انداز سے کہنے لگے، ہاں مگر ایسی نہیں۔ خواب میں میرا تاثر یہ تھا کہ وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہاں اس سے کہیں بہتر۔

امام خمینیؒ کی انقلابی تحریک کی مسلسل حمایت

امام خمینیؒ کی انقلابی تحریک کی ترویج کے لیے وہ تحریر و تقریر سے استفادہ کرتے تھے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف طرح طرح کا پراپیگنڈا جاری تھا، انھوں نے اس کے دفاع میں رسائل لکھے اور لوگوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ اپنی مجالس میں بھی امام خمینیؒ کا ذکر کرتے اور انقلاب کی حمایت مختلف انداز سے جاری رکھتے۔ ان کی انقلابی تقریروں کو سننے کے لیے شہر بھر سے انقلابی نوجوان ان کی مجالس میں شرکت کرتے اور ولولہ انگیز انقلابی نعرے بلند کرتے۔ ایک مرتبہ تو یوں ہوا کہ مجلس کے بعد کہنے لگے ثاقب! ان لڑکوں کو سمجھاؤ کہ کوئی موقع بھی نہیں دیکھتے اور انقلابی نعرے ٹھوک دیتے ہیں۔ بعد ازاں میں نے نوجوانوں کو سمجھایا کہ نعروں کو تقریر کی مناسبت سے بلند کیا کریں۔

اسلام آباد شیعہ کنونشن کے بانی مولانا صفدر حسین نجفی تھے

5و6 جولائی 1980ء کو پاکستان میں ایک منفرد واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ پاکستان کی تاریخ میں بھی اہم ہے اور پاکستان کے اہل تشیع کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ان دنوں میں اسلام آباد میں اہل تشیع کا ایک بہت بڑا

اجتماع جی سکس اور جی سیون کے درمیان ہاکی گراؤنڈ میں منعقد ہوا اسی جگہ پر اس وقت سیونتھ ایونیو موجود ہے۔ وسیع و عریض میدان اور اس کے ارد گرد ہزاروں سر دور دور تک دکھائی دے رہے تھے۔ عوامی حوالے سے اسے شیعہ کنونشن کہا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کا دور تھا انھوں نے زکوۃ و عشر آرڈیننس کے نام سے جو قانون بنایا اس کے بارے میں شیعہ علماء کی رائے یہ تھی کہ یہ شیعہ فقہ سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ لہٰذا انھوں نے اسے مسترد کر دیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس قانون کو مولانا مفتی محمود نے بھی حنفی فقہ کے خلاف قرار دیا تھا لیکن اس سلسلے میں تحریک فقط شیعوں نے چلائی تھی جس کے نتیجے میں تحریک جعفریہ جسے اس زمانے میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کہا جاتا تھا مفتی جعفر حسین مرحوم کی قیادت میں معرض وجود میں آئی۔ اس تحریک کا فقط یہ مقصد تھا کہ پاکستان میں مذہبی حوالے سے جو قوانین بنیں وہ شیعوں کے لیے فقہ جعفری کے مطابق ہوں۔

اسلام آباد کا یہ اجتماع ابتدائی طور پر شیعوں کے مذہبی مطالبات کے لیے نہیں تھا لیکن بعد ازاں یہ مطالبات ہی اس پر غالب آ گئے۔ اس کی تاریخ کچھ یوں ہے کہ 9 اپریل 1980ء کو عراق میں صدام حکومت نے آیت اللہ سید محمد باقر الصدر اور ان کی ہمشیرہ سیدہ آمنہ بنت الہدیٰ کو زندان میں شہید کر دیا۔ دونوں اہل علم تھے البتہ شہید صدر بلند مرتبہ عالم، فقیہ، محقق، فیلسوف اور مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ جدید اور عصری علوم میں ان کی خدمات کا ایک جہان معترف ہے۔ اسلامی اقتصادیات پر ان کا کام خاص طور پر پوری دنیا میں سراہا گیا۔ ان کی شہادت کا اثر پورے عالم اسلام پر ہوا۔ پاکستان میں بعض علماء ان کے علمی دسترخوان سے استفادہ کر چکے تھے۔ علامہ ساجد علی نقوی اور مفسر قرآن مولانا شیخ محسن علی نجفی بھی ان میں شامل ہیں۔ یہ دونوں آغا صابر اور ایک اور فرد کے ساتھ لاہور میں مولانا صفدر حسین نجفی کی خدمت میں پہنچے اور تجویز پیش کی کہ شہید صدر کے چہلم کے موقع پر اسلام آباد میں عظیم الشان اجتماع منعقد کیا جائے۔ اس بہیمانہ قتل پر احتجاج بھی کیا جائے اور شہید کی اسلامی خدمات کو بھی بیان کیا جائے۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی نے اصولی طور پر اس تجویز سے اتفاق کیا البتہ اس امر کا اضافہ کیا کہ اس اجتماع میں شیعوں کے مذہبی مطالبات کو بھی اجاگر کیا جائے۔ مذکورہ وفد نے اس تجویز کو قبول کیا تاہم اب یہ ضروری تھا کہ مفتی جعفر حسین جو اس وقت شیعوں کے قائد تھے، ان کی بھی تائید حاصل ہو بلکہ پاکستان کے شیعوں کو ان کی طرف سے پیغام جائے کہ وہ اس اجتماع میں شرکت کریں۔ پھر اس معاملے کی ایک تاریخ ہے جو ہم یہاں چھوڑتے ہیں۔ مفتی صاحب نے تائید فرمائی عوام کے نام ایک پیغام بھی دیا اور اس کے لیے 5 و 6 جولائی 1980ء کی تاریخ کا تعین ہوا پھر اس کے انتظامات کے لیے اور پورے ملک میں رابطوں کے لیے کمیٹیاں تشکیل پائیں۔ ملک بھر میں نشر و اشاعت کی ذمہ داری آئی ایس او نے ادا کی۔ ان سب امور کی سرپرستی مولانا صفدر حسین نجفی فرما رہے تھے۔ علماء کے مشاورتی اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوئے، انتظامات کے لیے جس طرح کی سرپرستی یا اخراجات کی ضرورت تھی بیشتر مولانا صفدر حسین نجفی نے فراہم کیے۔ علماء کو قائل کرنے میں بھی ان کا بڑا کردار تھا۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس کنونشن کے انعقاد اور کامیابی میں سب سے بڑا کردار کس کا تھا تو میں ایک ہی نام لوں گا اور وہ ہے "مولانا سید صفدر حسین نجفی"۔ بعد ازاں جنرل ضیاء الحق نے مفتی جعفر حسین سے رابطہ کر کے ان سے مذاکرات اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ مفتی صاحب اپنے ساتھ جن علماء کو لے کر گئے ان میں مولانا سید صفدر حسین بھی موجود تھے۔ وفد میں کرنل فدا حسین بخاری بھی شامل تھے جنھوں نے بعد ازاں راقم کو بتایا کہ مذاکرات میں بھی سب سے مضبوط کردار مولانا سید صفدر حسین کا تھا۔

مولانا کے خلاف ایک سازش جس نے تاریخ کا رخ بدل دیا

کسی شخص کو مامور کیا گیا کہ وہ روضۃ الکافی کی ایک روایت کا ترجمہ مرحوم مفتی جعفر حسین اور مولانا صاحب مرحوم سے حاصل کرے۔ شاید کسی اور سے بھی اس نے یہ ترجمہ کروایا ہو لیکن میرے علم میں نہیں۔ اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کے حوالے سے بیعت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کو اعوان و انصار نہیں ملے تو (مجبوراً) آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ مولانا نے ایک کاغذ پر اوپر پوری روایت لکھی، نیچے لفظاً ترجمہ لکھا اور روایت کا اردو مفہوم لکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ کسی حدیث کا ترجمہ کرنا ایک اور بات ہے اور اس کے مفہوم کی تائید کرنا ایک اور بات ہے۔ پھر حدیث کی سند کا جائزہ لینا بھی ضروری ہوتا ہے، اس موضوع سے متعلق دیگر روایات کو بھی سامنے رکھنا پڑتا ہے پھر اس کے مفہوم کا تعین کیا جا سکتا ہے یا کوئی مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے۔ درایت کے پہلو الگ ہیں جن کی روشنی میں حدیث کا پرکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مولانا نے تو مامور کی فرمائش پر فقط ترجمہ کیا تھا۔ اس ترجمے کو مولانا کی کردارکشی کے لیے بہت اچھالا گیا اور شیعوں کے ہاں ان کی شخصیت کو متنازع بنایا گیا، ان کے خلاف مجالس کے نام پر اجتماعات ہوئے، بعض لوگ یہاں تک پہنچے کہ عوام کو غلط باتیں بتا کر مولانا کے خلاف انھیں لعنت ملامت کرنے پر اکسایا۔ ان کے بائیکاٹ کے لیے قرارداد یں منظور ہونا

شروع ہوگئیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے ”یا علیؑ مدد“ کو بھی موضوع بنایا اور یہ کہا گیا کہ مولانا اس کے قائل نہیں ہیں، مولانا اس پر بڑے رنجیدہ تھے۔ انھوں نے ایک کتابچہ بھی لکھا جس میں تہمتوں کے کچھ جواب دیے گئے اور اپنے موقف کی وضاحت کی گئی۔ مجھے یاد ہے کہ اس کے ٹائٹل پر یہ شعر مولانا نے لکھا تھا:

زمانہ بر سرِ جنگ است یا علیؑ مددے
کمک بغیر تو تنگ است یا علیؑ مددے

یہ مختصر سا کتابچہ لکھ کر انھوں نے میرے ہی حوالے کیا تھا جسے میں نے شائع کروایا اور تقسیم کیا گیا۔ بہر حال آپ کی شخصیت کے حوالے سے عوام میں فضا بہت خراب کر دی گئی۔

دینی مدارس کے قیام کی تحریک

پاکستان بھر میں دینی مدارس کے قیام میں مولانا سید صفدر حسین نجفی نے ان مٹ کردار ادا کیا۔ دینی مدارس کے قیام کے لیے انھوں نے گویا ایک تحریک برپا کر رکھی تھی۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ ہر ضلع میں مکتب جعفری کا ایک مدرسہ موجود ہو۔ ڈاکٹر سید محمد علی نقوی شہید اس سلسلے میں ان کے معاون خاص تھے۔ مختلف شہروں میں رابطہ کرنا، مدرسے کے قیام کے لیے مقامی افراد کو تیار کرنا، پھر زمین کی خریداری اور پھر مدرسے کی تعمیر کے مرحلے کو طے کرنا اور پھر کسی عالم دین کو سرپرست بنانا اور اسی طرح دیگر اقدامات کرنا، مولانا صفدر حسین نجفی ان تمام مراحل کو پیش نظر رکھتے، مقامی افراد کو بھی اخراجات میں شرکت کی دعوت دیتے اور ابتدائی طور پر خود بھی ایک مناسب رقم فراہم کرتے۔ پاکستان میں ہی نہیں ملک سے باہر بھی انھوں نے مدارس قائم کیے، برطانیہ، امریکہ اور قم، ایران میں مدارس کا قیام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ پاکستان میں کراچی، اندرون سندھ، گجرات، جہلم اور کشمیر میں ان کے قائم کیے گئے مدارس میں خود دیکھ چکا ہوں۔ کراچی میں مدرسے کے قیام کے لیے جب وہ اقدامات کر رہے تھے تو میں خود بعض مواقع پر ان کے ساتھ موجود تھا۔ اس حوالے سے شاید ہی کوئی دوسرا فرد ان کی برابری کا دعویٰ کر سکے گا۔

وفاق المدارس شیعہ کا قیام

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وفاق المدارس شیعہ پاکستان کا قیام بھی مولانا صاحب ہی کا کارنامہ ہے۔ اس سلسلے میں ”وفاق المدارس شیعہ پاکستان کی کارگزاری کا عمومی جائزہ“ کے عنوان سے راقم نے ایک کتابچہ مرتب کیا جسے الجامعہ پبلی کیشنز جامعۃ المنتظر لاہور سے شائع کیا گیا۔ اس میں وفاق المدارس شیعہ پاکستان کے صدر کی حیثیت سے مولانا سید صفدر حسین نجفی کا پیغام شامل کیا گیا ہے۔ اس میں مولانا فرماتے ہیں:

”وفاق المدارس شیعہ پاکستان کا ڈھانچہ تو 1958ء میں بن گیا تھا لیکن اب تک صرف چند ایک میٹنگیں ہی ہو سکیں۔ ان میں ایک مشترکہ نصاب مقرر ہوا تو بعض مدارس میں اس کی بعض کتب کی تدریس کی گئی مگر پورا نصاب رائج نہ ہو سکا۔ البتہ جامعۃ المنتظر ایک عرصہ تک اسی نظام کا پابند رہا۔ بعد ازاں مدرسین کرام کے مشورہ سے دوسرا جامع تر نصاب مقرر کیا گیا جو قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان کی رپورٹ میں درج ہے اور اب یہ نصاب جو تمام مکاتب فکر کے جید علماء، محکمہ تعلیم کے ماہرین اور اکثر شیعہ مدارس کے اساتیذ کی صوابدید پر تیار ہوا، سردست بہترین نصاب ہے۔ جس میں علوم دین کے علاوہ دورِ حاضر کے دنیاوی علوم کا امتزاج بھی ہے۔“

مدارس کے اتحاد کی اہمیت مولانا مرحوم نے ان مختصر لفظوں میں بہت عمدگی سے بیان کی ہے:

”یقیناً مدارس کا اتحاد مساجد و منابر کے اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور جب اتحاد کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو گیا تو انشاء اللہ پوری قوم متحد ہو جائے گی اور پھر مرکز کا قیام بھی آسان ہے اور ترقی و کامیابی کی اعلیٰ منازل سے ہمکنار ہونا بھی مشکل نہیں۔“

جب حکومت پاکستان نے دینی مدارس کو اپنے ساتھ جوڑنے، ان سے ایک ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے، نیز اسلامی نظام کے حوالے سے اپنی سنجیدگی ظاہر کرنے کے لیے قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو تمام مسالک کے مدارس نے اپنی اپنی تنظیمیں قائم کیں اور اپنی طرف سے حکومت کی خواہش پر نصاب تجویز کیا۔ اس سلسلے میں جنرل ضیاء الحق نے صدر پاکستان کی حیثیت سے 17 جنوری 1979ء کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے ایک کمیٹی ”قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان“ تشکیل دی۔ پہلے پہل اہل تشیع کی نمائندگی کے لیے مولانا شبیہ الحسنین محمدی کو منتخب کیا گیا۔ ان کی تجویز پر مولانا سید صفدر حسین نجفی کو بھی کمیٹی میں شامل کر لیا گیا۔ اس کے بعد پھر نصاب وغیرہ کی تشکیل میں بنیادی کردار مولانا صفدر حسین نے ہی ادا کیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا نے قومی کمیٹی برائے دینی مدارس میں مدارس کی آزادی کے حوالے سے بھی بات کی اور واضح کیا کہ ہم مدارس کے امور میں حکومت کی مداخلت کو کسی صورت قبول نہیں کریں گے چنانچہ انھوں نے فرمایا:

”دینی تعلیم کا اصل مقصد صحیح عقائد و اعمال کو سمجھنا اور ان پر خود عمل

کرنا ہے۔ دوسرے مرحلہ میں ان کی تبلیغ وترویج اور پوری انسانی برادری کو صحیح اسلامی نظریات وعقائد سے روشناس کرانا اور ان کی روشنی میں اعلیٰ کردار کی روح بیدار کرنا ہے۔ یہ سب اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ دینی مدارس حکومت کی ہر قسم کی دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے قومی کمیٹی کے ابتدائی اجلاس ہی میں حکومت پر اپنا یہ موقف واضح کر دیا تھا۔ دیگر تمام مکاتب فکر کے علماء بھی اس سلسلہ میں ہمارے پرزور ہمنوا تھے۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے متعدد مواقع پر عدم مداخلت کی یقین دہانی کروائی گئی جو حکومت کی طرف سے جاری کردہ قومی کمیٹی کی رپورٹ میں بھی موجود ہے۔ اس موقف کی روشنی میں پیش کی گئیں تمام سفارشات کی صدر پاکستان نے بھی منظوری دے دی ہے۔"

انھوں نے مزید فرمایا:

"اگر کبھی بھی حکومت نے اس وعدہ کی خلاف ورزی کی تو ہم اس کمیٹی سے فوری طور پر الگ ہوجائیں گے۔"

لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مولانا نے نہ فقط دینی مدارس کے قیام میں بہت بنیادی اور اہم کردار ادا کیا بلکہ وفاق المدارس شیعہ پاکستان کی بنیاد میں بھی آپ کا اساسی کردار ہے اور اس وقت وفاق کی جو بھی قومی یا سرکاری حیثیت ہے اس کے بانی مولانا سید صفدر حسین نجفی ہی ہیں۔

آئینہ دل میں ان کی تصویر باقی ہے

1989ء میں امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد میں نے پاکستان سے ہجرت اختیار کی اور دینی تعلیم کے لیے قم چلا گیا۔ چند ہفتے بعد مولوی صاحب قم تشریف لائے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھ سے حال احوال پوچھنے لگے۔ انھیں معلوم ہوا کہ میرے پاس رہنے کے لیے کوئی مناسب انتظام نہیں ہے، میرے وہاں بیٹھے بیٹھے آیت اللہ العظمیٰ آقائے گلپائیگانی کے فرزند سید جواد گلپائیگانی اور سید باقر گلپائیگانی مولانا صفدر حسین نجفی صاحب سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، ان کے ساتھ ان کے بہنوئی شیخ محقق بھی تھے۔ مولوی صاحب نے ان سے میرا تعارف کروایا اور ان سے میرے لیے کہا کہ ان کے لیے کوئی مکان کا بندوبست کریں۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے وعدہ کر لیا۔ انھوں نے تو وعدہ پورا نہ کیا لیکن مولانا مرحوم کے دل میں میرے لیے جو محبت تھی اس کا ایک اور مظاہرہ میں نے دیکھ لیا۔ ایسے کتنے ہی واقعات ہیں جو میرے سینے میں محفوظ ہیں، اس طرح سے کہ آئینہ دل سے مولانا کی تصویر کو جانے نہیں دیتے۔

قم میں آخری ملاقاتیں

وفات سے کچھ عرصہ پہلے مولانا سید صفدر حسین نجفی قم میں تشریف لائے۔ میں اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک خاص طرح کی کیفیت ان پر طاری تھی۔ سگریٹ نوشی ترک کر دی تھی۔ کمرے میں ہاتھ پیچھے باندھ کر ٹہلتے تھے، سر پر ٹوپی رکھی ہوتی تھی، کچھ نہ کچھ دھیرے دھیرے گنگناتے رہتے تھے۔ کبھی کوئی دوہڑا بھی پڑھتے تھے۔ میں نے ان کے بڑے صاحبزادے نقی سے الگ ہو کر کہا کہ یہ مولوی صاحب کے آخری دن ہیں، پھر شاید تم انھیں نہ دیکھ سکو جو خدمت کر سکتے ہو کرو۔ میری بات کا ان پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ ایک دو دن بعد پھر حرم بی بی معصومہؑ کے صحن میں ملاقات ہوگئی۔ میں نے پھر اپنی وہی بات دہرائی، اپنے بابا کی خدمت کرو یہ ان کے آخری دن ہیں۔ جس روز وہ واپس آرہے تھے ان کے لیے ایک کار کا بندوبست کیا گیا تھا جس پر انھیں تہران ایرپورٹ پر جانا تھا۔ میں انھیں رخصت کر رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ میری پھر ان سے ملاقات نہ ہوگی۔ میں کچھ کہہ سکتا تھا نہ وہ۔ شفقت اور محبت بھری نظروں سے انھوں نے دیکھا۔ میں نے عقیدت اور حسرت کی نظر ڈالی اور گاڑی روانہ ہوگئی۔ بیمار تھے، بعد میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر محمد علی نقوی شہید کراچی میں ان کی تیمارداری کے لیے پہنچے۔ بہرحال جتنے دن زندہ رہے ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر کی حیثیت سے اور روحانی فرزند کی حیثیت سے بھی ان کی خدمت کرتے رہے۔

بنا کردند خوش رسمی بخاک و خون غلتیدن
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

مولانا مرحوم کی وفات کے بعد ان کے فرزند نقی قم میں میرے پاس آئے اور اس امر پر افسوس کا اظہار کرنے لگے کہ انھوں نے میری بات کی طرف اعتنا نہ کی۔

تبدیل شدہ حالات میں علامہ عارف الحسینی کا انتخاب

اُدھر مفتی جعفر حسین رحلت فرما گئے، اب ان کے جانشین کے انتخاب کا مرحلہ تھا۔ مولانا صفدر حسین نجفی ان کے سینئر نائب صدر تھے۔ ان کی خدمات بھی بے پناہ تھیں۔ علماء میں اب بھی ان کی مقبولیت اور محبوبیت ہر کسی سے زیادہ تھی۔ آئی ایس او جیسی ملک گیر تنظیم میں بھی ان کا بے پناہ احترام تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اسلام آباد کنونشن میں بھی بنیادی کردار آپ ہی کا تھا۔ تحریک جعفریہ کو تنظیمی شکل دینے میں بھی آپ نے بہت خدمات سرانجام دی تھیں۔ لاہور میں تحریک کے لیے آپ نے ایک رابطہ دفتر

قائم کرنے میں بھی سرپرستی کی تھی۔ اس کے اخراجات بھی مولانا ہی مہیا کرتے تھے۔ ہر لحاظ سے وہ قابلیت اور حق رکھتے تھے کہ مفتی جعفر حسین مرحوم کے جانشین کے طور پر ان کا انتخاب کیا جاتا لیکن ان پڑھ اور بے خدا ذاکروں اور خطیبوں نے عوام میں جس طرح سے کردارکشی کی تھی اس نے ایک منفی فضا کا تاثر پیدا کیا ہوا تھا۔ علماء کے ایک طبقے کا پھر بھی اصرار تھا کہ ان کا قائد کی حیثیت سے انتخاب کیا جائے۔ دل تو ہمارا بھی یہی چاہتا تھا لیکن خطرہ تھا کہ ایک عمومی اور عوامی مقبولیت جو ایک قائد کے لیے درکار تھی، وہ شاید حاصل نہ ہو سکے۔ مولانا مرحوم ایک روز ڈاکٹر محمد علی شہید کے ہاں تشریف لائے، مجھے بھی بلایا گیا تھا، مجھے آج بھی یاد ہے کہ ڈاکٹر شہید کے گھر میں اوپر ایک کمرہ تھا اس میں ہم بیٹھ گئے اور مولانا نے اس مسئلے پر ہماری رائے جاننا چاہی۔ جو صورت حال اوپر بیان کی گئی ہے وہ ہم نے مولانا کے سامنے رکھی وہ خود بھی جانتے تھے، آخرکار ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ قیادت کا منصب مولانا قبول نہ فرمائیں۔ ہماری اس رائے کے ساتھ غم اور افسوس شامل تھا۔ اس کے بعد بھکر میں نئے قائد کے انتخاب کے لیے آئین کے مطابق جو اجتماع ہوا اس میں مولانا مرحوم ہی کی تدبیر، حکمت، کوشش اور اصرار سے علامہ سید عارف حسین الحسینی کو نیا قائد منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمد علی شہید موجود تھے۔ ان کے ساتھ یہ بات طے تھی کہ جب قائد کا انتخاب ہو جائے تو وہ لاہور میں مجھے اس کی اطلاع دیں تا کہ مختلف تنظیموں کی طرف سے نئے قائد کی حمایت کا اعلان جاری کیا جائے۔ میں وفاق العلماء شیعہ پاکستان کے دفتر چوبرجی لاہور میں موجود تھا جہاں فون کر کے ڈاکٹر محمد علی نقوی نے نئے قائد کے انتخاب کی اطلاع دی۔ اس میں مولانا مرحوم کی تدبیر اور کردار کو بھی بیان کیا۔ اللہ دونوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ میں نے بے ساختہ یہ شعر کہا:

ملت کی قیادت کا علم جس نے سنبھالا ہے
عالم ہے، مجاہد ہے، وہ غازی ہے، جیالا ہے

سیاسی جدوجہد اور مولانا سید صفدر حسین نجفی کا موقف

تحریک جعفریہ کی سیاسی جدوجہد کے حوالے سے ایک سوالنامہ ملک کی اہم شخصیات کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے جس رائے کا اظہار کیا وہ یہ ہے:

”تحریک کی جدوجہد میں سیاسی تبدیلیاں ناگزیر ہیں، ملکی سیاست میں ہمارا کردار ہونا چاہیے اور ہمیں پاکستان کے 9 کروڑ عوام کے مسائل کا حل ضرور پیش کرنا چاہیے۔ مگر اس کے لیے تحریک کا پلیٹ فارم موزوں نہیں اس کے لیے ایک الگ پلیٹ فارم کی ضرورت ہے، یعنی ایک مستقل جماعت کی تشکیل کی جائے۔“

راقم کی رائے میں یہ نقطہ نظر بہت ہی مفید تھا اور شاید ضروری بھی لیکن زیادہ تر افراد نے تحریک کے ہی پلیٹ فارم سے سیاسی جدوجہد شروع کرنے کی رائے دی چنانچہ فیصلہ اسی اکثریتی رائے کے مطابق ہوا۔ راقم کی رائے مولانا صفدر حسین نجفی کی رائے سے ہم آہنگ تھی اس کے لیے میں نے شہید علامہ سید عارف حسین الحسینی کی خدمت میں ایک مکتوب بھی روانہ کیا تھا جس کی کاپی ابھی تک میرے پاس محفوظ ہے، بہر حال یہ فیصلہ ہوا کہ تحریک کے پلیٹ فارم سے سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا جائے گا اور اس کے لیے ایک جامع منشور بھی تیار کیا جائے گا۔ اس منشور کی تیاری کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی اس میں مولانا سید صفدر حسین نجفی بھی شامل تھے۔

یہ امر تو واضح تھا کہ منشور تحریک جعفریہ کی طرف سے قائد محترم علامہ عارف حسین الحسینی پیش کریں گے، البتہ اس کے لیے یہ طے کیا گیا کہ قرآن و سنت کے نام سے ایک کانفرنس لاہور میں طلب کی جائے گی، اس میں یہ منشور پیش کیا جائے گا۔ یہ کانفرنس 6 جولائی 1987ء کو مینار پاکستان لاہور کے سبزہ زار میں منعقد ہوئی۔ اس سلسلے میں ایک رائے یہ تھی کہ یہ کانفرنس اہل تشیع کی اہم جماعتوں کی طرف سے طلب کی جائے اور انھیں کے تحت منعقد ہو، جب کہ دوسری رائے یہ تھی کہ تحریک کی طرف سے یہ کانفرنس منعقد کی جائے اور باقی جماعتیں اس کی تائید کریں۔ وفاق العلماء شیعہ نے پہلا نقطہ نظر اختیار کیا، مولانا مرحوم کا میلان بھی پہلی رائے کی طرف تھا، بہر حال مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے آخر کار یہی طے پایا کہ تحریک کے زیر اہتمام یہ کانفرنس منعقد ہو۔ میری اور ڈاکٹر محمد علی شہید کی زندگی میں یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ کسی اہم قومی مسئلے میں ہماری رائے مرحوم قبلہ علامہ سید صفدر حسین نجفی سے مختلف تھی۔ مولانا مرحوم کو بھی اس کا ملال تھا، ایک روز میں نے بہت ہی ادب سے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی صاحب! مجھے یقین ہے کہ آپ یہ رائے اپنے خلوص کی بنیاد پر رکھتے ہیں لیکن آپ ہمارے بارے میں بھی یہی یقین رکھیں، ہم بھی یہ رائے خلوص کی بنیاد پر رکھتے ہیں۔

میرے والد گرامی

علامہ سید صفدر حسین نجفی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہ)

تحریر: سیدہ توقیر فاطمہ نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین دسمبر 1989 کا دن میری زندگی کا بہت ہی کربناک دن تھا میری عمر اس وقت 21 برس کی تھی جب میں شفقت پدری سے محروم ہو گئی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس عظیم نعمت کی محرومی کی خبر ایسے آئی کہ مجھے آج بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اس بھری دنیا میں تنہائی کا شکار ہوں کیونکہ کچھ نقصان تو ناقابل تلافی ہوتے ہیں والدین کا رشتہ تمام انسانی رشتوں سے الگ اور اعلیٰ ہوتا ہے جو ان کی وفات سے بھی نہیں ٹوٹتا مجھے فخر ہے کہ میرے والدین کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صرف اولاد کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنی قومی وسماجی زمہ داریاں نبھانے میں بھرپور کردار ادا کیا اولاد کی تربیت بنیادی ترین فریضہ ہے اور اسے بھی انہوں نے خوب نبھایا یہاں بیان کرنے کو تو بہت کچھ ہے لیکن میں صرف چند نکات پر اکتفا کروں گی دینی تعلیم کا اہتمام الحمدللہ بچپن سے ہی گھر میں مذہبی ماحول تھا لیکن اس کے باوجود ہم نے قم المقدس کی طرف ہجرت کی کیونکہ والد کی خواہش تھی کہ میری اولاد دینی تعلیم اور معرفت حاصل کی میری شادی کے حوالے سے ذکر کیا کہ میری بیٹی کی شادی کسی سید عالم دین سے کی جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں علم دین کی اہمیت کس قدر زیادہ تھی سالہائے قبل کی یہ تمنا اس طرح پوری ہوئی کہ ان کے اکثر بچوں کی شادیاں اسی طرح ہوئیں اور ان کی سب سے چھوٹی بیٹی قرآن کریم کی حافظہ ہے الحمدللہ اس وقت ساری اولاد اپنی بساط بھر خدمت دین میں مصروف ہے رزق حلال پر تاکید ان کے احسانات میں سے نہایت اہم یہ کہ ہمیشہ اپنی اولاد کو حلال لقمہ کھلایا اور اسکی تاکید فرمائی گھر میں جید علماء کرام حتیٰ مجتہدین بھی تشریف لاتے قیمتی قالین کی بجائے سادہ سی دریاں اور کارپٹ تھے لیکن انکے لئے اسکی کوئی اہمیت نہ تھی خود ہمیشہ سادہ خوراک ولباس پر اکتفا کیا یعنی زبانی ہی نہیں بلکہ زندگی بھر عملا ایسا دکھایا مجھے دنیا کے بہت سرے ممالک کے سفر کا موقعہ میسر آیا اور تقریباً ہر جگہ میں نے اپنے والد کی خدمات کا ذکر سنا اس سے میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو عزت، مرتبہ، مقام اور شہرت عطا فرمائی ان کے خوبصورت کردار کے سبب تھی میں اگر خلاصہ کروں تو آپ کی شخصیت مندرجہ ذیل خصوصیات کا مرقع تھی خوف خدا، اخلاص، انکساری، سادگی، اصولوں پر مبنی زندگی، اخلاقی اقدار کی پاسداری، سوچ اور فکر کی بلندی، الٰہی اہداف کو حاصل کرنے کی جدوجہد، دنیا سے بے خوف ہونا، لالچ طمع اور حرص سے پاک زندگی، دوسروں کی ہر ممکن مدد کرنا، محنت، لگن، تحریر و تقریر میں

مگن موت تو اس کی ہے بے نام ہو جس کی دنیا جس کا کردار حیاتی ہو وہ مردہ تو نہیں موت کب صاحب کردار کو آتی ہے جسم چھپ جاتا ہے کردار جیا کرتا ہے

اللہم اجعل محیای محیا محمد و آل محمد و مماتی ممات محمد و آل محمد

اہل بیت علیہم السلام کا عاشق ایسے زندگی گزارتا ہے کہ اس کی زندگی گواہی دے کہ میں جیا تو اہل بیت (ع) کی طرح اور موت آئی تو بھی اہل بیت (ع) کی مانند پاکستان اور دیگر ممالک میں آپ کی طرز زندگی کا عملی اعتراف اور ثبوت نظر آتا ہے آج بھی لوگوں نے خلوص کے پیکر کا ذکر کرنا ہو تو "محسن ملت" کہہ کر آپ کو یاد کرتے ہیں اور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کے کارناموں کی ایک لمبی فہرست بیان کرتے ہیں قابل ذکر ہے کہ انہوں نے یہ سب کام اس وقت انجام دیئے جب مشکلات تھیں اور وسائل کی کمی بھی درپیش تھی دنیا سے بے نیاز اس انسان کی زندگی میں میرا مشاہدہ تو یہ تھا کہ جامعۃ المنتظر روزانہ تدریس کے لئے جاتے ہوئے اور واپسی پر پبلک ٹرانسپورٹ کی دو ویگن تبدیل کرتے، رہائش و خوراک بہت سادہ تھیں لیکن اس کے باوجود غریب پروری، مسکین نوازی ہمیشہ جاری رکھی بیٹیوں کو مختصر سا ساز و سامان دے کے رخصت کیا خاندان کے کئی افراد کی ماہانہ بنیادوں پر امداد کرتے بچپن میں مجھے یاد ہے کہ ہمارے گھر میں ایک باورچی خانہ اور دو کمرے تھے اس کے بعد جب ایک اور کمرے کا اضافہ ہوا تو دو فیملیز ہمارے گھر میں کئی ماہ تک قیام پذیر رہتیں پھر یہ بھی ہوا جبکہ ہماری اپنی فیملی کی تعداد کم نہ تھی تو ایسی صورت میں ہمارے بعض رشتہ دار کئی برس ہمارے گھر میں قیام پذیر رہے اولاد پر والد کی شخصیت کے اثرات بڑی بہن ہونے کے ناطے میں دیکھتی ہوں کہ الحمد للہ آج میرے سارے بہن بھائی سب کے سب بہت مہمان نواز ہیں، دنیا سے بے نیاز ہیں، شہرت کی بھوک ان میں نہیں ہے خاموشی سے خدمات انجام دے رہے ہیں اور اپنے والد کی شخصیت و شہرت کو استعمال کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہماری والدہ گرامیان کا ذکر نہ کیا جائے تو حق تلفی ہوگی ہماری والدہ (اللہ کریم ان پر اپنی بے پناہ رحمتیں نازل فرمائے) نے اپنے شوہر کے لئے ہمیشہ آسانیاں پیدا کیں اگر ان کا ساتھ نہ ہوتا تو میرے والد (رحمۃ اللہ علیہ) دینی امور کے لئے خود کو وقف نہ کر سکتے میں ان کی ہر خدمت میں اپنی ماں کی بے پناہ قربانیوں کو حصہ دار سمجھتی ہوں گھر کی بنیادی ضرورت کی ہر چیز میسر تھی مگر ہماری والدہ کی کفایت شعاری اور سادگی اپنی مثال آپ تھی وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی عزت اور اطاعت کی پاسبان رہیں میری والدہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں اور میری ولادت سے قبل ہائی اسکول میں استاد تھیں اپنے والدین کی بے حد لاڈلی اولاد تھیں لیکن شادی کے بعد ملازمت چھوڑ کے اپنی پوری زندگی اور وقت کو شوہر، گھر اور بچوں کی خدمت میں صرف کر دیا بچوں کی تربیت میں محبت شفقت کا بے مثال اظہار کیا پاکستان میں یا پھر قم میں قیام کے دوران جو میں نے مشاہدہ کیا وہ یہ تھا کہ ہر کسی کی مشکل کشائی میں ہمہ وقت حاضر رہتیں آج بہت ساری خواتین وہ وقت یاد کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ پردیس میں وہ ہمارے لئے ماں سے بڑھ کے ہم سے محبت کرتیں اور ہماری رہنمائی میں اپنا خوبصورت کردار نبھاتی تھیں

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ 20 نومبر 2022

سید حسن عسکری نقوی (فرزند)

خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نقوی النجفی مرحوم اعلی اللہ مقامہ و نور اللہ مرقدہ

قال الامام العسکری علیہ السلام: فَاَمّا من کانَ من الفُقَھاءِ صائناً لنفسِہِ حافِظاً لدینِہِ مخالفاً علیٰ ھواہُ مُطیعاً لاَمرِ مولاہُ فللعَوامِّ اَن یُقلِّدُوہُ، وذلک لا یکونُ اِلّا بَعضَ فُقَھاءِ الشّیعَۃِ لا جَمیعَھُم

بہت ہی مشہور و معروف حدیث ہے جسکی بنیاد پر تقلید کی جاتی ہے حکم تو یہی ہے کے تقلید سے پہلے فقہاء بلکہ ہر عالم کی تحقیق کی جائے کہ کیا ان میں یہ شرائط بھی موجود ہیں یا نہیں امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا کے جو فقہاء اپنے نفس کی حفاظت اپنے دین کی محافظت اپنی ہوائے نفس کی مخالفت اور اپنے مولا کے ہر حکم کی اطاعت کریں تو عوام کیلیئے وہ لوگ قابل تقلید اور اسوہ ہیں اور ایسے تمام فقہاء شیعہ نہیں ہیں بلکہ بعض فقہاء ہیں۔۔۔۔غیبت امام زمانہ عجل کے زمانے میں آنکھیں بند کر کے کسی کی اندھی تقلید کرنا انتہائی خطرناک کام ہے اور اس سے بہت زیادہ امکان گمراہی ہے لہذا عالم کی تحقیق ضروری ہے اور اس تحقیق کیلئے ہمارے پاس کسی کے ظاہری حالات ہی ہیں جن کو دیکھ کر ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کے وہ کیسا عالم ہے کیونکہ دلوں کے حال تو اللہ و معصومین ہی جانتے ہیں مولا علی علیہ السلام نے اپنے ایک قاضی کو لکھا کے کسی بھی منصب دار کی پہچان کیلئے اسکی زندگی کے حالات کو دیکھا جاتا ہے اگر اس منصب سے پہلے اور بعد کے اسکی دنیاوی زندگی کے وسائل میں اضافہ ہو جائے تو اس نے دین میں خیانت کی ہے۔ان دو احادیث کی بنیاد پر جب ہم اپنے علماء پر نظر کرتے ہیں تو بہت ہی کم جو انگلیوں پر شمار کیئے جا سکتے ایسے علماء نظر آتے ہیں جن کا عمل تقلید کے قابل ہو کیونکہ اکثریت ایسے ہیں کے جن کو زمانے کی آنکھوں نے دیکھا ہے کے جب وہ پڑھنے آئے تو ان کے لباس بھی ایک رنگ کے نہیں تھے اور پاؤں میں سالم جوتے بھی نہیں تھے اور منصب کے بعد کے حالات بھی زمانے کے سامنے ہیں کے مال و دولت کا حساب ہی نہیں۔بہت ہی کم علماء و فقہاء ایسے نظر آتے ہیں جن کے حالات منصب سے پہلے زیادہ اچھے اور بعد میں کمتر ہوں ان فقہاء میں سے ایک فقیہ کا نام گرامی محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نقوی النجفی مرحوم اعلی اللہ مقامہ ہے محسن ملت مرحوم کی زندگی کو اگر بچپن سے لیکر انکی وفات تک پڑھنا ہو تو کم از کم سو جلدوں پر کتب لکھی جائیں تو کچھ بیان ہو سکتا ہے لیکن مجبوری ہے کے جاننے والوں کیلیئے یہ بیان کرنا اور جاننے کی کوشش کرنے والوں کیلئے یہ پڑھنا ناممکن تو نہ سہی لیکن بہت مشکل ہو گیا ہے (محسن ملت مرحوم کے والدین) مختصراً اتنا ہی بیان کیا جا سکتا ہے کے محسن ملت مرحوم ایک ایسے والدین کی جھولی میں پیدا ہوئے جو اپنے گھر کے ایماندار اور سادہ مزاج فرد تھے ان کی ایمانداری و سادگی کا اندازہ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کے جب انھوں قبلہ سید غلام سرور نقوی مرحوم نے اپنے چھوٹے بھائی کو تعلیم کیلئے نجف اشرف بھیجا تو علی پور میں ایک ایکڑ زمین کا ٹکڑا پچاس روپے میں بیچا لیکن بیچنے کے بعد خریدار زمین لینے کیلئے نہ واپس آیا اور نہ ہی کہیں نظر آیا تو مرحوم تو اسے۔بہت تلاش کیا لیکن شاید وہ اس دنیاوی مخلوق میں سے ہی نہیں تھا کیونکہ وہ شخص آج تک۔بہت تلاش کے باوجود نہیں مل سکا تو مرحوم نے اس زمین میں کاشت کرنا چھوڑ دیا بہت سے علماء کی اجازت دینے کے باوجود انھوں نے اس زمین میں تصرف نہیں کیا اور ان کے بعد انکے بیٹے یعنی محسن ملت

مرحوم اور ان کے بعد انکی اولاد نے بھی اس زمین میں تصرف نہیں کیا حتی کے جب تقسیم وراثت کا معاملہ ہوا تو وہ ایک ایکڑ زمین سے محسن ملت مرحوم کی فیملی نے حصہ نہیں لیا انہیں کے رزق حلال کے احسان کے بدل کا اثر تھا کے زمانے کو استاد العلماء قبلہ سید محمد یار شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ جیسی شخصیت ملی جن کے والدین نے اپنے رزق کو پاک وحلال رکھنے کیلئے اتنی احتیاط کی ہو یقیناً انہی کی اولاد حقیقی عالم اور محسن ملت ہوسکتی ہے۔۔

سفر تحصیل علم اور توسل اہل بیت علیہم السلام

محسن ملت مرحوم کی بچپن سے ہی انتہائی سادہ مزاجی کا اندازہ اس بات سے پتہ چلتا ہے (یہ واقعہ میں نے ان کی اپنی زبانی قم میں سنا تھا) کے جب ان کے استاد بزرگوار قبلہ سید محمد یار شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ نے کسی بات پر برہم ہو کر انہیں یہ کہا کہ آپ عالم نہیں بن سکتے لہذا مدرسہ سے چلے جائیں تو وہ اپنے ایک ہمدرد دوست کے ساتھ مدرسہ سے یہ کہہ کر چلے گئے کے اب مرکز علم باب مدینۃ العلم نجف اشرف سے ہی علم حاصل کرونگا وہاں سے دونوں پیدل ہی ریل کی پٹری پر نجف کیلئے چلنا شروع ہو گئے تین دن مسلسل پیدل چلتے چلتے غالبا چیچہ وطنی کے قریب بیہوش ہو کر گر گئے وہاں کسی شخص نے انہیں اٹھایا اور ہوش آنے کے بعد جب پوچھا تو انہوں نے کہا کے ہم نجف جا رہے ہیں کافی سفر کر لیا ہے بس تھوڑا سا باقی ہے اس شخص نے بتایا کے نجف اشرف ایسے نہیں جاسکتے ہیں بلکہ اسکے لیئے پاسپورٹ بنانا پڑتا ہے اور ٹرین سے ایران وعراق یا کراچی سے بحری جہاز کے ذریعہ جاسکتے ہیں پھر اسی شخص نے انہیں کراچی کیلئے ٹرین کی ٹکٹ اور کراچی میں کسی مومن کے نام وایڈریس ایک کاغذ پر لکھ کر دیا تو وہ کراچی روانہ ہو گئے کراچی پہنچنے پر جب دیکھا تو وہ کاغذ غائب ہو چکا تھا جس میں ایڈریس لکھا تھا تو وہ ساتھی مایوس ہو گیا لیکن محسن ملت اپنے عزم صمیم اور توسل اہل بیت علیہم السلام کی بناء پر واپس نہ گئے بلکہ کراچی میں ہی ایک خالی پلاٹ میں اپنی چادر بچھا کر مصروف عبادت رہے اور مولا کی بارگاہ میں یہی عرض کرتے رہے کے میں نے تحصیل علم سے پہلے واپس نہیں جانا یا نجف جانا ہے یا پھر اسی مقام پر رہنا ہے جب تک موت نہ آجائے غالبا دو دن کے بعد ایک شخص نے آکر پوچھا کے میں دو دن سے دیکھ رہا ہوں کے آپ اس جگہ ہیں اسکی کیا وجہ ہے اسکے بار بار استفسار پر محسن ملت مرحوم نے جب اسے مکمل بات بتائی تو اس شخص نے بتایا کے میں ہی تو وہ بندہ ہوں جسکے نام کا رقعہ آپکے پاس تھا (مرحوم نے اس شخص کا نام بھی بتایا تھا مجھے یاد نہیں رہا) اس شخص نے ان کا پاسپورٹ بنوایا اور بحری جہاز کی ٹکٹ اور راستے کیلئے کھانا دے کر انہیں نجف اشرف کیلیئے روانہ کیا۔۔

محسن کے احسان کا صلہ

باقی حالات بتانے سے پہلے اسی شخص کا ایک واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جب محسن ملت مرحوم لاہور واپس آگئے اور مدرسہ جامعۃ المنتظر بنایا تو ایک دن انار کلی کے قریب ایک شخص کو پریشانی کے عالم میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں تو زیادہ اصرار پر اس شخص نے بتایا کے میں کراچی کا ایک تاجر ہوں لاہور سامان لینے آیا تھا لیکن میرے دس ہزار روپے جو میرا سارا سرمایہ تھا گم ہو گیا اور اب میرے پاس کچھ نہیں رہا تو اسکا ایڈریس معلوم کر کے دوسرے دن محسن ملت مرحوم نے اپنے کچھ احباب سے ادھار لیکر اس شخص کو دس ہزار روپے دیئے اس زمانہ میں یہ بہت بڑی رقم تھی وہ شخص بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ مجھے جانتے تک نہیں اور اتنی بڑی رقم مجھے دے رہے ہیں تو اسکی کیا وجہ ہے؟؟؟ محسن ملت مرحوم نے فرمایا آپ میرے وہ محسن ہیں جس نے مجھے کراچی سے نجف اشرف بھیجا تھا اور یہ جو کچھ میں نے کیا ہے یہ اسکا صلہ نہیں ہوسکتا اور بعد میں جب وہ شخص وہ پیسے لوٹانے آیا تو محسن ملت مرحوم نے فرمایا کے وہ میں نے قرضہ کے طور پر نہیں دیئے تھے کہ واپس لے لوں آپ یہ پیسے اپنے ہی سمجھیں بس جہاں بھی اللہ کے دین کیلئے پیسوں کی ضرورت ہو وہاں خرچ ضرور کر دیں۔

خودداری وعزت نفس

محسن ملت مرحوم جب نجف اشرف پہنچ گئے تو اس زمانے میں بھی نجف کے علماء میں گروپ اور کچھ تعصب بھی پایا جاتا تھا اسی بنا پر کافی عرصہ تک محسن ملت کو نجف کے کسی مدرسہ میں حجرہ نہیں مل سکا (پاکستانی علماء میں واحد محسن ملت مرحوم تھے جنہیں حجرہ نہیں مل سکا) اور یہ عرصہ محسن ملت مرحوم مولا علی علیہ السلام کے حرم کی دیوار کے باہر جو خیمہ نما تھڑے بنے ہوئے تھے پر زندگی گزاری شاید اسی قربت حرم کی وجہ سے انہیں حقیقی علم نصیب ہوا یہ بات بھی قم میں اپنے گھر میں اپنے حالات بیان کرتے ہوئے بتائی کے ہمیں کوئی شہریہ نہیں ملتا تھا صرف دن میں تین روٹیاں ملتی تھیں جن میں سے روز کی دو روٹیاں بیچ کر میں نے کتابیں خریدیں اور کافی عرصہ صرف روٹی کے ساتھ زندگی گزاری اور اس دن ہماری شاہانہ خوراک ہوتی تھی جب کسی طریقے سے ہمیں پیاز یا کوئی سبزی مل جاتی اور اسے ہم پانی میں پکا کر کھانا کھاتے واحد یہ خوددار شخصیت تھی جنھوں نے نجف کی زندگی میں کسی بھی شخص کے سامنے بھی دست سوال دراز نہیں کیا نجف کی زندگی کے دوران کئی مرتبہ تربوز کے چھلکوں کو پانی میں پکا کر سالن بنا کر زندگی گزاری لیکن غیرت نے سوال کرنے کی اجازت نہیں دی

مال خمس میں احتیاط

ایک مرتبہ علماء کی محفل میں انہوں نے فرمایا تھا میں نے اپنی ساری زندگی میں صرف پانچ سو روپے مال خمس میں سے استعمال کیا تھا جسکے بدلہ میں ساری زندگی بہت زیادہ پیسے ادا کیئے اسکے علاوہ ایک روپیہ بھی مال امام کا میں نے اپنے یا اپنے گھر میں خرچ نہیں کیا ان کی زندگی کے آخری لمحات کی چار ڈیو کیسٹس ریکارڈ کی گئی تھیں جس میں انہوں نے دو مرتبہ فرمایا تھا کہ میں اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کے کبھی خمس کو استعمال نہ کرنا اور اسی بناء پر میں نے اپنے علم کے مطابق آج تک تقریبا خمس کو استعمال نہیں کیا بلکہ کسی اور مصرف کیلئے کسی سے وصول بھی نہیں کرتا (کیونکہ یہی احتیاط رسول پاک کے بتائے ہوئے دین میں ہے خمس مال امام اور صرف غریب سادات کا حق ہے محل بنانے کا ذریعہ نہیں) تحصیل علم اس زمانے میں نجف اشرف اور قم میں اکثر طلباء کی بہت سی مصروفیات ہوتی تھیں جس کی وجہ سے تحصیل علم کیلئے بہت کم وقت ہوتا تھا لیکن محسن ملت مرحوم فرماتے تھے میں نے سوائے تحصیل علم کے باقی امور میں ٹائم ضائع نہیں کیا اور جتنا باقی طلباء ایک ہفتے میں پڑھتے تھے میں ایک دن میں پڑھتا تھا اسکی مثال دیتے ہوئے فرمایا کے میں روزانہ لمعہ کی کتاب کے تین صفحات استاد سے پڑھتا تھا حالانکہ آج بھی مدارس میں ایک دن میں لمعہ کا آدھا صفحہ بھی نہیں پڑھایا جاتا اسی بنیاد پر بہت ہی کم عرصہ میں مدرسہ کا کورس مکمل کر لیا۔

توسل اھل بیتؑ

جب نجف اشرف سے واپس پاکستان آنے لگے تو آخری رات مولا امیر المومنین علیہ السلام کے حرم میں اپنے مولا کے ساتھ راز و نیاز میں گزاری اور عرض کیا کہ میں تو تحصیل علم کیلئے آیا تھا لیکن مجھے تو بہت ہی کم علم ملا ہے اب واپس جا رہا ہوں تو مجھے کچھ عطاء فرمائیں تا کہ دنیا و آخرت میں کامیاب رہوں یہی باتیں کرتے ہوئے حرم میں ہی نیند آگئی اور عالم خواب میں مولا امیر کائنات علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور مولا نے قران کی تفسیر کا حکم فرمایا (کیونکہ یہ واقعات میں نے اپنی ابتداعی طالب علمی کے زمانے میں تقریبا 12 سال کی عمر میں ان سے سنے تھے اس لیئے کچھ واقعات میں ان کے الفاظ مجھے یاد نہیں رہے اسی لیئے میں احتیاط اور اپنی عدالت کی بقاء کی خاطر صرف وہ مفھوم بیان کر رہا ہوں جو یقینی درست ہو) اسی لیئے محسن ملت مرحوم جب پاکستان واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے قرآن کی تفسیر کا ترجمہ شروع کیا اسکے لیئے واللہ اعلم تفسیر نمونہ کا انتخاب کیوں کیا حالانکہ وہ کوئی شیعہ عقائد کی روائی مکمل تفسیر نہیں ہے اور اسکے علاوہ کافی بہتر عربی تفاسیر موجود تھیں جن میں مکمل اہل بیت کی روایات سے قرآن کی تفسیر کی گئی تھی لیکن شاید اس لیئے اسکا انتخاب کیا گیا کے اس زمانے میں ضرورت تھی کے ایک ایسی تفسیر ہو جس سے شیعہ اور سنی دونوں استفادہ بھی کر سکیں اور اہل سنت بھی شیعہ مذہب کے قریب ہو جائیں

اپنے مولا پر یقین

جب تفسیر کا ترجمہ شروع کیا تو کچھ عرصہ کے بعد غالبا 1977 میں (بقول ہمارے ماموں ڈاکٹر غلام شبیر سبزواری) ڈاکٹروں نے رپورٹ دی کے آپ کو کینسر ہو چکا ہے تو اپنے امور و معاملات کو سنبھالیں کیونکہ آپ کے پاس تقریبا زیادہ سے زیادہ ایک سال کا وقت ہے (اس وقت ابھی دنیا میں کینسر کا علاج نہیں تھا) محسن ملت مرحوم نے فرمایا کے ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ مجھے موت آجائے کیونکہ مولا نے تفسیر قرآن لکھنے کا حکم دیا تھا اور ابھی تفسیر قرآن مکمل نہیں ہوئی اور پھر دنیا نے وہ وقت بھی دیکھا جب زندگی کے آخری ایام میں طبیعت خراب ہوئی تو قم میں آقای گلپایگانی ہسپتال میں ڈاکٹروں نے بتایا کے کینسر بہت زیادہ ہو چکا ہے تو ڈاکٹر سبزواری صاحب اور کافی اور ڈاکٹرز اور علماء نے اصرار دیا کے اب لندن میں کینسر کا مکمل علاج ہو جاتا ہے لہذا آپ وہاں تشریف لے جائیں تو اپنی ساری زندگی کے تمام معاملات کے معمول کے مطابق تسبیح سے استخارہ کیا اور فرمایا جوانو جو کام مولا نے ذمہ لگایا تھا وہ تفسیر مکمل ہو چکی اب علاج کا فائدہ نہیں ہے اور جب سب کچھ احباب نے کہا کہ قرآن سے استخارہ کر کے دیکھیں کہ لندن سے علاج کیا جائے تو ان کا دل رکھنے کیلئے استخارہ کیا تو لندن جانے کیلئے استخارہ منع آیا تو فرمایا جوانو اب داعی اجل آچکا ہے اور دنیاوی زندگی کا وقت ختم ہونے کو ہے اور آخری لمحات میں ان کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ دیکھو ساقی کوثر کا جام ہے اور میں اس دنیا سے مطمئن ہو کر جا رہا ہوں

طلاب علم پر شفقت کا عالم

آخری ایام میں لاہور میں جب طلابا آخری مرتبہ زیارت کیلئے آئے تو فرمایا: (میں تھاڈے حق وچ کدی کوتاہی نہیں کیتی اگر ہو گئی ہوئے تے معاف کر دینا) میں نے تمہارے حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی اگر کبھی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دینا۔

خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

نہج البلاغہ اور مقام علم و علماء

سید عقیل عباس النقوی

محسن ملت، عالم باعمل علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ اس دور کے ان علماء میں سے تھے جن کی علمی و عملی زندگی اپنے مولا امیر المومنینؑ کے کلام "نہج البلاغہ" کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ کی روشِ زندگی "نہج البلاغہ" کے دستورات زندگی کا عکس و آئینہ دکھائی دیتی ہے۔ آپ کی برسی کی مناسبت سے نہج البلاغہ سے علم و علماء کے موضوع پر چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

نہج البلاغہ سے علم کی اہمیت جاننے کے لیے اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ ایسا قیمتی سرمایہ ہے کہ حضرت علیؑ خود کو اور اہل بیت و عترت نبی کو اس سے متصف ہونے پر فخر کرتے ہیں اور علم کے حامل ہونے کو اپنے لیے فضلیت کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔

کبھی اہل بیتؑ کی تعریف میں فرماتے ہیں: عَيْبَةُ عِلْمِه "وہ علم الہیٰ کے خزانے ہیں"۔ کبھی فرماتے ہیں: يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ۔ علم و معرفت کے سیلاب میری ذات کے کوہِ بلند سے گزر کر نیچے جاتے ہیں"۔ کبھی فرماتے ہیں: بَلِ انْدَمَجْتُ عَلَى مَكْنُونِ عِلْمٍ "البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے"۔ کبھی فرماتے ہیں: نَحْنُ .... مَعَادِنُ الْعِلْمِ وَ يَنَابِيعُ الْحُكْمِ "ہم علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں"۔ کبھی ارشاد فرماتے ہیں: تَاللهِ... وَعِنْدَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَبْوَابُ الْحِكَمِ "ہم اہل بیتؑ کے پاس علم و معرفت کے دروازے ہیں"۔

کم از کم بیس ایسے مقامات ہیں جہاں امیر المومنینؑ نے اپنے علم پر فخر کیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے قریبی ساتھی حضرت کمیل کو علم کی مال پر افضیلت کی سات وجہیں بتا کر اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: هَا إِنَّ هَاهُنَا لَعِلْماً جَمّاً۔ دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے"۔ وہ شے کتنی قیمتی، اہم اور عظیم ہوگی جسے امیر المومنینؑ اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔

علم کی اہمیت کی وضاحت کے لیے حکمت ۱۴۷ میں بیان ہونے والی سات جہتوں پر غور کافی ہے جن کی شہرت کی بنا پر انہیں درج نہیں کیا جا رہا۔ ایک مقام پر علم کی کلی طور پر اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی: وَالْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيمَةٌ۔ علم شریف ترین میراث ہے"۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے: وَلَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ "علم کی مانند کوئی بزرگی و شرافت نہیں"۔

امامؑ نے انسان کی زندگی اور بعد از موت اس کی نسل اور پوری قوم بلکہ انسانیت کے کام آنے والے جس قیمتی سرمائے کو یاد فرمایا وہ "علم" ہے۔ محلات و خزانے ختم ہو جاتے ہیں، اولادیں اور نسلیں انسان کو بھلا دیتی ہیں مگر جو چیز ہمیشہ باقی رہ جاتی ہے وہ علم ہے۔ کوئی علم کا ایک ورق چھوڑ گیا یا علمی مرکز کے لیے ایک پتھر یا اینٹ رکھ گیا تو وہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔

علامہ سید رضیؒ کی تصانیف و نہج البلاغہ اس کی گواہ ہیں کہ ۴۰۶ ہجری میں دنیا سے

کوچ کرجانے والی شخصیت اپنے علمی خزانے کی وجہ سے آج بھی گھر گھر زندہ ہے اور یاد کی جارہی ہے اور یہی چیز مولانا سید صفدر حسین اعلی اللہ مقامہ کی نسبت سے بھی صادق آتی ہے۔

جسے علم ملا اسے بہت بڑی عزت و دولت مل گئی جو اس سے محروم رہا۔ اسی کے متعلق امامؑ فرماتے ہیں: إِذَا أَرْذَلَ اللهُ عَبْداً حَظَرَ عَلَيْهِ الْعِلْمَ "اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اس علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے"۔
نہج البلاغہ میں علماء سے متعلق امامؑ کے فرامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: علماء کی پہچان و مقام، علماء کی ذمہ داریاں اور علماء و قوم کا رابطہ۔
امیر المومنین □ نے معاشرے کے افراد کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور فرمایا: أَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فعالِمٌ ربّانيٌّ، و مُتَعَلِّمٌ على سَبيلِ نَجاةٍ، و هَمَجٌ رَعاعٌ "لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا عوام الناس کا وہ گروہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہولیتا ہے"۔ اس تقسیم میں معاشرے میں یا کوئی عالم ہوگا یا اس سے سیکھنے والا اور اگر کوئی تیسرا طبقہ ہے تو وہ امامؑ کے الفاظ میں قابل عزت قرار نہیں پائے گا۔ البتہ قابل دقت بات یہ ہے کہ آپؑ نے ہر عالم کا نہیں کہا بلکہ عالم ربانی کی تاکید فرمائی ہے اور عالم ربانی کی اہمیت کا اندازہ نہج البلاغہ کے اس فرمان سے ہوتا ہے جہاں امامؑ نے خود عالم ربانی کے متعلق ارشاد فرمایا: فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ وَ أَحْضِرُوهُ قُلُوبَكُمْ وَ اسْتَيْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ "اپنے عالم ربانی سے سنو اور اپنے دلوں کو حاضر کرو اور اگر تمہیں پکارے تو جاگ اٹھو"۔
عالم کے لیے یہ کتنا مقام و مرتبہ ہے کہ امیر امیر المومنینؑ اسے خود سے نسبت دیتے ہیں!؟۔ شارحین نہج البلاغہ نے لفظ "ربانی" کی تشریح میں تفصیل لکھی ہے۔ جس کے ضمن میں قرآن مجید کی آیت کو بھی بطور شاہد لائے ہیں جہاں ارشادِ پروردگار ہے: كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ۔ تم اللہ والے ہو جاؤ۔ اس بنا پر کہ تم کتابِ الٰہی کی تعلیم دیتے ہو اور اسے پڑھتے بھی رہتے ہو"۔ اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے "رَبَّانِيِّينَ" کی متعدد تفاسیر بیان کی ہیں۔ ان شروحات اور تفاسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ "علماء ربانی وہ ہیں جو خدا کے لیے سیکھتے ہیں اور خدا کے لیے سکھاتے ہیں، خدا کی رضا کی خاطر بولتے ہیں اور اس کی رضا کے لیے چپ رہ جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں خدا اور اولیائے خدا کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اللہ کے نام پر شاگرد تربیت کرتے ہیں اور شاگردوں کی روح اور فکر کو اللہ کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں"۔

تفسیر نمونہ ترجمہ علامہ صفدر حسینؒ میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: "ربانیین جمع ہے "ربانی" کی۔ یہ لفظ ایسے شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس کا رشتہ اور ربط اللہ سے محکم اور مضبوط ہو، چونکہ یہ لفظ "رب" کے مادہ سے ہے اس لیے اس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو دوسروں کی تدبیر، اصلاح اور تربیت کرے۔ آیت کے ترجمہ میں علامہ علی نقی نقن صاحب لکھتے ہیں "اللہ والے ہو جاؤ"۔ نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن میثم بحرانی لکھتے ہیں: "ربانی، یا تو "رب" کی طرف منسوب ہے تو معنیٰ ہوگا "اللہ والے" یا تربیت کے لیے استعمال ہے تو معنیٰ ہوگا يُرَبُّونَ العِلمَ أي يَقُومُونَ بِإصلَاحِهِ "علم کی پرورش کرتے ہیں" یعنی علم کی بہتری و اصلاح کے لیے قدم اٹھاتے ہیں۔ علامہ شیخ محسن علی نجفی سورہ آل عمران کی آیت 79 کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: "ربانی یعنی علم کی پرورش کرنے والا"۔
آیت اللہ مکارم شیرازی شرح نہج البلاغہ "پیام امام" میں لکھتے ہیں: "ربانی، رب کی طرف منسوب ہے اور ممکن ہے تربیت کے مادہ سے ہو یعنی وہ علماء جو انسانوں کے مربی ہیں اور ان دونوں معانی کے جمع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے"۔ ابن ابی الحدید معتزلی اسی کلمہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"رب کو حقیقت میں پہچاننے والا"۔ اسی طرح قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ "اور اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں"۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے خود کو عالم ربانی کہہ کر آپؑ کی بات کو سننے کے لیے دلوں کی آمادگی کا اور بلانے پر بیدار ہونے کا کہا تو یقیناً بات آسان ہو جائے گی کہ جو اس عالم ربانی کی بات کو سنے گا وہ آپؑ کا شاگرد بنے گا اور آپ کے در سے علم لے گا اور جو آپ جیسی زندگی بسر کرے گا وہی عالم ربانی ہوگا اور اگر کوئی عالم تو کہلائے مگر علم کو علیؑ سے ہٹ کر لینا چاہیے تو وہ عالم تو ہوسکتا ہے مگر "عالم ربانی" نہیں۔

ابن ابی الحدید نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر 152 میں نَحْنُ الشِّعَارُ وَ الْأَصْحَابُ، وَ الْخَزَنَةُ وَ الْأَبْوَابُ، وَ لَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا، فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقاً، کی شرح میں "ابواب" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ثُمَّ قَالَ مَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقاً وَ هَذَا حَقٌّ ظَاهِراً وَ بَاطِناً أَمَّا الظَّاهِرُ فَلِأَنَّ مَنْ يَتَسَوَّرُ الْبُيُوتَ مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا هُوَ السَّارِقُ وَ أَمَّا الْبَاطِنُ فَلِأَنَّ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ مِنْ غَيْرِ أُسْتَاذٍ مُحَقِّقٍ فَلَمْ يَأْتِهِ مِنْ بَابِهِ فَهُوَ أَشْبَهُ شَيْءٍ بِالسَّارِقِ۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو دروازے سے ہٹ کر گھر میں آتا ہے وہ چور کہلاتا ہے اور یہ فرمان ظاہر و باطن کے اعتبار سے حق ہے۔ ظاہر کے لحاظ سے اس لیے کہ جو دروازے سے ہٹ کر گھر میں پھاندتا ہے تو وہ چور ہے اور باطن کے اعتبار سے اس لیے کہ جو "استادِ حقیقت شناس" سے ہٹ کر علم حاصل کرتا ہے وہ علم تک دروازے سے نہیں پہنچتا لہذا وہ چور کے زیادہ مشابہ ہے۔

پس اگر عالم ربانی کے مقام کا حصول چاہیے تو امیر امیر المومنینؑ کی سیرت کو دیکھیے کہ اس عالم ربانی کا ہر قدم بس اللہ کے لیے ہے۔ ارشاد فرمایا: إِنِّي أُرِيدُكُمْ لِلَّهِ "میں تمہیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں"۔ یعنی میں جن افراد کو چاہتا ہوں وہاں معیار چاہت بھی اللہ کی ذات ہے اور امامؑ اپنے چاہنے والوں سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ ان کی محبت اور نفرت بھی اللہ کے لیے ہو۔

حضرت ابوذر غفاری کو جب مدینہ بدر کیا گیا تو آپؑ نے انہیں الوداع کہتے ہوئے ارشاد فرمایا: يَا أَبَاذَرٍّ، إِنَّكَ غَضِبْتَ لِلَّهِ، فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهُ "اے ابوذر! تم اللہ کے لیے غضبناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اس سے امید بھی رکھو"۔

اگر ہم بغور مشاہدہ کریں تو ابوذر منش ذات گرامی اور عالم ربانی علامہ صفدر حسین نجفیؒ کی زندگی میں ہمیں امیر المومنینؑ کی اس توصیف کی مکمل تصویر نظر آتی ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر امیر المومنینؑ نے جہاں علماء کا ذکر فرمایا ان میں سے ایک مقام وہ ہے جہاں قرآن کی عظمت کا ذکر بیان کرتے ہوئے فرمایا: جَعَلَهُ اللَّهُ رِيّاً لِعَطَشِ الْعُلَمَاءِ، وَ رَبِيعاً لِقُلُوبِ الْفُقَهَاءِ "اللہ نے اسے (قرآن) کو علماء کی تشنگی کے لیے سیرابی اور فقہاء کے دلوں کے لیے بہار بنایا ہے"۔ اگرچہ امامؑ یہاں عظمت و مقام قرآن کو بیان فرما رہے ہیں مگر اسی سے علماء کی پہچان بھی ہوتی ہے کہ عالم حقیقی کے دل میں ایک پیاس اور تڑپ ہوتی ہے اور اس کی سیرابی اور سکون کا ذریعہ قرآن مجید ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اگر کسی عالم کے مقام کو کلام امامؑ سے پہچاننا ہو تو دیکھیں کہ وہ قرآن مجید کا کتنا پیاسا ہے اور سیرابی کے اس سرچشمے کا کتنا خدمت گذار ہے، قرآن کے آبِ حیات سے کتنوں کی زندگی کو منور راہوں پر لا رہا ہے۔

علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کی زندگی کا یہ پہلو اور قرآن کی تشنگی کا ثبوت تفسیر نمونہ اور منشور جاوید جیسی تفسیر کی کتابوں کے ترجموں اور مصباح القرآن ٹرسٹ جیسے اداروں کے قیام سے واضح ہے۔ تفسیر نمونہ کی 27 جلدوں کے اردو ترجمے کے شروع میں آپ "گفتارِ مترجم" میں لکھتے ہیں: "قرآن مجید تمام علوم کی جامع

کتاب ہے۔ اس کے تمام موضوعات کو اس طرح سے بیان کرنا کہ ہر علم کا "تشنہ" سیراب ہوجائے۔ اس نظر سے دیکھا جائے تو نہ صرف پاکستان میں شیعوں کے پاس کچھ نہیں بلکہ دیگر مکاتبِ فکر کا بھی یہی حال ہے۔ اس تحریر میں تفسیر نمونہ کے ترجمے کے انتخاب کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"خاص طور پر دورِ حاضر کے نوجوان ذہنوں کی "تشنگی" کو پیشِ نظر رکھا"۔

یہ تشنگی کا احساس اور قوم کے جوانوں کے لیے قرآن مجید کے سمجھنے کے لیے راہیں آسان کرنا یقیناً وہ عمل ہے جو علامہ مرحوم کو "نہج البلاغہ" کے اس جملے کا مصداق بنا گیا کہ و العُلَماءُ باقونَ ما بَقِيَ الدَّهرُ ، أعيانُهُم مَفقودَةٌ، و أمثالُهُم فِي القُلوبِ مَوجودَةٌ- علماء رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں"۔

علماء کے مقام و عظمت کے بیان کے ساتھ ساتھ نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے متعدد مقامات پر علماء کی ذمہ داریاں بھی بیان فرمائیں اور اگر کوئی ان ذمہ داریوں کو نہ نبھا رہا ہوں تو گویا اس کے لیے عالم کہنا ہی مناسب نہیں ہوتا۔ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں: وَ آخَرُ قَدْ تَسَمَّى عَالِماً وَ لَيْسَ بِهِ فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ وَ أَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ أَشْرَاكاً مِنْ حَبَائِلِ غُرُورٍ وَ قَوْلِ زُورٍ قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلَى آرَائِهِ وَ عَطَفَ الْحَقَّ عَلَى أَهْوَائِهِ يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَائِمِ وَ يُهَوِّنُ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ -ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں، اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کے لئے مکروفریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قران کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے"۔

اپنی آراء کو قرآن کے احکام پر ترجیح دینے والے علماء نما اور حکمرانوں کی طرف سے مسندِ خلافت پر بیٹھ کر مختلف فتوے دینے والے افراد کی مذمت ان الفاظ میں بیان فرمائی: فَيَحكُمُ فيها بِرَأيِهِ "وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے"۔ البتہ اس خطبے کو بعض افراد مراجع کرام کے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں حالانکہ مراجع کے فتاوی میں اپنی رائے نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے احکام مدنظر ہوتے ہیں۔ اسی خطبے کی محققانہ شرح کرتے ہوئے علامہ مفتی جعفر حسین رح لکھتے ہیں: "امیر المومنینؑ نے اس خطبے میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس و رائے کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں اور دین کو اپنی افکار و آراء کی آماجگاہ بنا کر نت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں"۔

علماء کی ذمہ داریوں کے بارے میں آپؑ ارشاد فرماتے ہیں: مَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوا، حَتَّى أَخَذَ عَلَى أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُعَلِّمُوا ۔ "خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں"۔ یہاں واضح طور پر اللہ کی طرف سے علماء کے ساتھ عہد و ذمہ داری کا ذکر ہے کہ وہ نہ جاننے والوں کو سکھائیں، مربّیِ قوم اور معلمِ معاشرہ بنیں۔ اگر قوم میں جاہلوں کی کثرت ہو تو علماء پر سکھانے کی ذمہ داری میں شدت آنی چاہیے۔ علماء حقہ ہمیشہ سے جاہلوں سے زخمی زبان کھاتے رہے ہیں مگر اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے ہیں۔

نہج البلاغہ کے مشہور خطبہ شقشقیہ میں امیر المومنینؑ نے خلافت ظاہری کو قبول کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب اسی ذمہ داری کو نبھانا قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: و ما اَخَذَ اللهُ عَلَى العُلَماءِ اَن لّا يُقارُّوا على كِظَّةِ ظالِمٍ، و لا سَغَبِ مَظلومٍ، لَألقَيتُ حَبلَها على غارِبِها -اور

(اگر) وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے۔ کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا"۔ اس فرمان میں امیر امیرالمومنینؑ خود کو عالم ثابت کر کے اپنی ذمہ داری کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اسی جملے کی شرح میں رہبر معظم آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے علماء کی ذمہ داریوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

"میں اپنے ذہن میں ایک عالم دین کو قلعہ کا محافظ تصور کرتا ہوں۔ اگر بلند و بالا قلعہ کی کسی بلند دیوار پر محافظ بھی موجود ہو اور باہر دشمن کا محاصرہ ہو اور وہ محافظ سو جائے یا اس کی آنکھیں کمزور ہوں یا وہ سست ہو یا بزدل ہو یا آرام طلب ہو۔ دیکھے نہیں، اطراف کے حالات کا صحیح اندازہ نہ لگا سکے یا دشمن کو پہچانے نہیں تو دشمن آسانی سے قلعے پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور قلعہ کی مضبوط دیواروں میں سوراخ کر کے اس میں داخل ہو سکتا ہے اور لوٹ مار اور غارت گری کر سکتا ہے۔ اسلام کے قوانین اور احکام قلعہ کی مانند ہیں اور علماء اسلام اس کے محافظ ہیں۔ آج اسلام کے قلعہ کے محافظ ایسے علماء چاہییں جو عقاب کی طرح تیز پرواز اور دور بین نگاہ رکھتے ہوں۔ اگر اسلام کو ایسا محافظ و نگہبان مل جائے تو قرآن و اسلام پر دشمن کے حملات نتیجہ خیز نہیں ہوں گے۔

یہ ہے عالم اور یہ ہے اس کی ذمہ داری۔ اس قلعہ کے محافظ کے پاس استدلال و برہان کے تیر، مضبوط و قوی منطق اور بلند فکر اس کے اختیار میں ہے، کمان اس کے ہاتھ میں ہے، آنکھیں مسلسل دور تک دیکھ رہی ہیں، ہر طرف سے دشمن سے ہوشیار ہے اور دشمن جب جس طرف سے اسلام کے قلعے پر حملہ کرے تو یہ اسے خاک میں ملا دیتا ہے اور اس کے حملے کو ناکام بنا دیتا ہے اور اس کے نقشے اور منصوبے کو توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ یہ ہے علماء کی ذمہ داری! ۔ میں جب کسی عالم کا تصور کرتا ہوں تو یہی نگہبان میری نظر میں آتا ہے۔

یہی ذمہ داری امیرالمومنینؑ علماء کو یاد دلا رہے ہیں۔ یہ نگہبان وہی لوگ ہیں کہ قرآن ان کے ہاتھوں میں اور زبانوں پر ہے۔ وہی جو صدیوں سے مذہب کے منادی اور خدمت گزار رہے۔ بڑی بڑی خدمت انجام دے گئے۔ آج وہی میراث ہمارے پاس ہے مگر آج دنیا بدل چکی ہے۔ آج اس قلعے کے میناروں پر ایسے نگہبان اور دیدبان چاہئیں جو ہر دور سے زیادہ ہوشیار اور بیدار ہوں۔ جو قلعے کے بڑے برجوں اور میناروں پر ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی بڑی اور زیادہ سخت ہیں۔

نہج البلاغہ میں علماء کے سلسلہ میں تیسرا پہلو "علماء اور قوم کے تعلق و رابطہ" کا ہے۔ امامؑ نے جس طرح سکھانے کو علماء کی ذمہ داری قرار دیا ہے اسی طرح سیکھنا بھی قوم کے افراد کے لیے لازم قرار دیا ہے بلکہ متقی کی ایک علامت میں ارشاد فرمایا: حِرْصاً فِي عِلْمٍ "حصول علم میں حریص ہوتا ہے"۔ یہ صفت علم کی اہمیت سے بھی آگاہ کرتی ہے اور جہاں سے اس علم کو سیکھنا ہے اس کی تابعداری اور احترام کو بھی واضح کرتی ہے۔ اسی خطبہ میں متقی کے فضائل میں ارشاد فرمایا: وَ وَقَفُوا أَسْمَاعَهُمْ عَلَى الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ "اور فائدہ مند علم کے لیے اپنے کانوں کو وقف کر دیا ہے"۔ علم نافع میں سرفہرست وہ علم دین ہے جو انسان کے لیے دنیا و آخرت میں عزت و شرف کا سبب بنے اور اسی علم کے جاننے والے موضوع بحث ہیں جن کی طرف متقی کو رجوع کرنے کا حکم ہے اور جن کی باتوں کے سننے کو بطور فضیلت پیش کیا گیا ہے۔

ایک مقام پر امامؑ نے عالم کی نافرمانی کو حسرت و یاس کا سبب ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا ہے: فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَسْرَةَ، وَ تُعْقِبُ النَّدَامَةَ "مہربان، باخبر اور تجربہ کار ناصح کی مخالفت کا نتیجہ حسرت اور ندامت ہوتا ہے"۔ اگرچہ یہاں اس ناصح کو امامؑ نے اپنے لیے تحکیم کے موضوع پر ارشاد فرمایا لیکن عمومی مفہوم بھی اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے علماء کی صورت میں نصیحت کرنے والا کوئی شفیق و مہربان مل جائے تو اسے غنیمت جانا جائے۔ ورنہ مخالفت حسرت کا سبب بنے گی۔

علماء ایسے منصب پر فائز ہیں کہ بڑے بڑے عہدوں والوں کو بھی ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ امامؑ اپنے چچازاد بھائی اور مکہ کے گورنر قثم بن عباس کو ہدایت میں ارشاد فرماتے ہیں: وَ اجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَأَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ وَ عَلِّمِ الْجَاهِلَ وَ ذَاكِرِ الْعَالِمَ "لوگوں کے لیے صبح و شام اپنی نشست قرار دو۔ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ، جاہل کو تعلیم دو

اور عالم سے تبادلہ خیالات کرو"۔

شارح نہج البلاغہ علامہ ابن میثم بحرانی ان جملوں کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حجاز کے موسم کے اعتبار سے یہ بہترین اوقات ہیں اور امامؑ ان بہترین اوقات میں بہترین مقاصد کے لیے بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ امامؑ کے فرمان کے مطابق قثم ابن عباس گو عالم بھی ہیں، صاحب فتوی بھی ہیں مگر علماء کے ساتھ بیٹھنے کا حکم پھر بھی ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء کے پاس بیٹھنے اور ان سے سیکھنے کی کتنی اہمیت ہے۔شارح نہج البلاغہ سید محمد تقی نقوی خراسانی نے مفتاح السعادۃ میں علماء کے ساتھ بیٹھنے اور گفتگو کرنے کی اہمیت سے متعلق پانچ احادیث بیان کی ہیں جنہیں ان کی شرح میں ملاحظہ کرنا مفید ہوگا۔

امیر المومنین □ حضرت مالک اشتر جیسی عظیم شخصیت اور قریبی ساتھی کو جب گورنر منتخب کر کے مصر بھیجتے ہیں تو ان کو بھی تاکید فرمائی: وَأَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَاءِ، وَمُنَاقَشَةَ الْحُكَمَاءِ "علماء کے ساتھ علمی گفتگو اور حکماء کے ساتھ سنجیدہ بحث زیادہ کرو"۔جو شخص جناب مالک اشتر کی اور امیر المومنینؑ کے ہاں ان کے مقام و منزلت سے آگاہ ہے وہ امامؑ کے اس دستور العمل سے علماء کے ساتھ قوم کے عام افراد کے رابطوں کی اہمیت کو جان سکتا ہے۔ جب مالک اشتر جیسی مایہ ناز شخصیت کو حکومتی دستور العمل میں علماء کے ساتھ زیادہ بیٹھنے کی تاکید ہے تو امامؑ کی عام افراد سے کتنی توقع ہوگی کہ وہ علماء کے ساتھ بیٹھیں اور علمی گفتگو سنیں۔

مرحوم شیخ کلینی رح نے اصول کافی کتاب "فضل العلم" میں ایک باب باب "مجالسةُ العلماء و صحبتهم" کے نام سے قائم کیا ہے۔جس میں علماء کے ساتھ بیٹھنے اور سوال کرنے کی فضیلت سے متعلق متعدد احادیث کو بیان فرمایا ہے۔اس موضوع کے لیے امام زین العابدینؑ کی دعائے ابو حمزہ ثمالی کا کتنا اہم جملہ ہے جہاں امامؑ سلب توفیق کے اسباب گنواتے ہوئے فرماتے ہیں: أَوْ لَعَلَّكَ فَقَدْتَنِي مِنْ مَجَالِسِ الْعُلَمَاءِ فَخَذَلْتَنِي "یا تو نے مجھے علماء کی محفل و مجلس سے غائب پایا ہے تو تو نے مجھے رسوا کیا ہے یا تو نے مجھ کو اپنی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے والا پایا ہے تو تو نے مجھ کو محروم کر دیا ہے"۔

امیر المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے ہاں علماء کے ساتھ نشستوں کی یہ اہمیت ہے اور علماء کے ساتھ بیٹھنا کسی قوم کے افراد کے شعور کی نشانی ہے۔قوم کے جوانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی محفلیں سجائیں جس کے سر نشین علماء ہوں اور علمی بحثیں ہوں۔ کتنے خوش قسمت تھے وہ افراد جنہیں محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ جیسے افراد کی صحبتیں ملیں اور ان کی خدمت کا موقع ملا۔

یہاں مناسب ہوگا کہ علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کے دست و بازو بن کر دین کے خدمت گزار جناب سیٹھ نوازش علی صاحب مرحوم کو یاد کیا جائے جن کو رب نے مال عطا کیا اور وہ امیر المومنینؑ کے اس فرمان کہ هَلَكَ خُزَّانُ الأموالِ وهُم أحياء "مال اکٹھا اور جمع کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں"، کے مصداق نہیں بنے بلکہ اس عالم ربانی علامہ علامہ صفدر حسین نجفیؒ کا دست راست بن کر اور اپنے مال کو ان کے حکم سے خرچ کر کے علماء کے ساتھ "باقون" کا مصداق قرار پائے اور اسی طرح امامؑ کے اس فرمان کا مصداق بنے: فَأَفَادَ ذَخِيرَةً وَأَطَابَ سَرِيرَةً .... وَقَدَّمَ أَمَامَهُ لِدَارِ مُقَامِهِ یعنی اس نے اپنے لیے ذخیرہ فراہم کیا اور باطن کو پاک و صاف رکھا.... (آخرت) کے پیش نظر اس نے اپنا زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے"۔

والسلام

سید عقیل عباس النقوی
مرکز افکار اسلامی
حوزہ علمیہ قم المقدسہ
25 نومبر 2022ء

آیت اللہ العظمیٰ زعیم و مجدد حوزہ علمیہ نجف اشرف آقائی حافظ بشیر حسین نجفی مدظلہ العالی کا محسن ملت علامہ سید صفدر حسین صاحب قبلہ نجفی (مرحوم) کی چھٹی برسی پر قوم سے خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ھدانا صراطاً سویاً الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ المیامین واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائھم اجمعین اما بعد۔

آج ہمیں ایسی عظیم شخصیت کی یاد آرہی ہے جو یکتاءِ زمانہ جس کی حق کے راستہ میں اخلاص اور جاں فشانی کی نظیر کم ملتی ہے۔ وہ جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کرہ ارض پر اور بالخصوص پاکستان کے اطراف و جوانب میں بینظیر خدمات انجام دیں اور وہ ایک کامیاب اور نفیس ترین شخصیت تھے۔ اور ان کی پوری زندگی کی جدوجہد اور ایسا جہاد جو کہ سارے کا سارا خیر و رشد تھا۔ جس نے جو بھی ان کے امکان میں تھا علوم اہل بیتؑ کی تعلیم اور مراکز ثقافت دینی پر ایسے انداز میں صرف کیا جس کی مثال نہیں۔ یقیناً ہمارے سید و سردار سماحۃ المقدس حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین قبلہ نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ کو بہترین خدمات سرانجام دینے کے لئے توفیق ہوئی' جو کہ اس سے پہلے اور ان کے ہم عصروں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی اور یقیناً یہ جامعہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس کا ہر ہر گوشہ ان کی آواز چھپائے ہوئے ہے اور پر کیف آواز طلباء کو محبت و سکون قلب عطا کرتی ہے۔ اور ہمیشہ محنت و ریاضت کا درس دیتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کو اجل نے اپنی آغوش میں لے لیا جب کہ وہ اپنے مشن میں مشغول تھے۔

وہ جو کہ اپنی زندگی میں اپنے لئے گھر تعمیر کرنے پر راضی نہ تھے۔ حتیٰ کہ ان کی وفات کے بعد سوائے اس مدرسہ جس میں ان کی پاکیزہ قبر جس میں ان کا جسد مبارک پنہاں ہے جس کی وجہ سے مدرسہ کی پاکیزگی و تقدیس میں اضافہ ہوا ہے اور کچھ نہیں۔ اے طیب و طاہرین کے فرزند اور سلالہ مقدسہ کے ثمر "آ" جنت عالیہ کی گود میں اپنے جد اعلیٰ رسول اللہ ﷺ کے جوار میں اور اپنی جدہ فاطمہ زہراؑ کی آغوش عاطفت میں۔ پس اس چیز کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔ ونعم عقبی الدار اے عقیدت مندان محسن ملت مرحوم پر اللہ کی طرف سے جو بھی ذمہ داریاں عائد ہوئی تھیں انہوں نے انہیں بخوبی ادا کیا جیسا کہ ادا کرنے کا حق تھا۔ مگر انہوں نے اپنے پاکیزہ ہاتھوں سے جو عظیم کام انجام دیئے یا ان کی تاسیس کی وہ ہمارے وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان کی ضروریات کے مطابق ابتدائیہ تھا۔ مرحوم نے جن کاموں کی بنیاد رکھی ہم سب پر واجب ہے کہ انہیں جاری و ساری رکھیں۔

ہماری عظیم قوم کہ جن کے دلوں میں محبت اہل بیتؑ اور عقیدت اسلام اس طرح راسخ ہو چکی ہے کہ جس کی نظیر عالم اسلام میں کم ملتی ہے یقیناً ہماری قوم دیگر اقوام کے مقابلے میں، ذکاوت میں، حسن سلوک میں، طاقت و ہمت میں، معرفت دین میں اور علماء کی قدر و منزلت پہچاننے میں کسی جہت سے کم نہیں ہے۔ لیکن ہماری قوم بعض امور میں متاخر ہے جن میں بالخصوص فقہ آل محمد میں عالی مقام حاصل کرنا ہے قوم نے بہت کچھ کیا اور بہت کچھ کر رہی ہے علماء دین پر واجب ہے کہ انہیں اپنی قوم کے لئے جو کچھ کرنا چاہئے کریں اور ہم پر یہ بھی واجب ہے کہ ہم ایسے امور انجام دیں کہ جس کے ذریعہ سے قوم اسلامی ثقافت پر گامزن ہو جائے اور جملہ مدارس دینیہ میں درس و تدریس کا معیار اس قدر بلند کریں یہاں تک کہ سرزمین پاکستان تمام اقوام کے لئے نمونہ بنے۔ ہماری دعا ہے کہ جیسے یہ عظیم ترین حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر ہے ایسے ہی اس سے علامہ حلی بنیں، محقق اول بنیں، سید مرتضیٰ بنیں اور شیخ مفید بنیں۔ میں اللہ جل مجدہ سے امید کرتا ہوں کہ ہمیں وہ دن دکھائے کہ جس دن ہم دیکھیں کہ فقہ جعفریہ کے راہنما، علماء، کارکنان، یکتائے روزگار اس حوزہ علمیہ کے ہوں۔ اور آخر میں اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مرحوم و مغفور سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ مقامہ پر اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرمائے اور ان کے درجات عالیہ کو مزید بلندی عطا فرمائے اور ہمیں اس سانحہ عظیم پر صبر و تحمل عطا فرمائے اور ہمیں توفیق کرامت فرمائے کہ ہم علامہ مرحوم کے نہج پر چلیں۔

والسلام علیہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین

بشیر حسین نجفی نجف اشرف

ان کے ارشادات میرے مشاہدات

از قلم: سید مختیار الحسن سبزواری

مولانا سید صفدر حسین نجفی صاحب وفات سے ایک سال قبل ۲۵ دسمبر ۱۹۸۸ء کو بیرون ملک سے پاکستان پہنچے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس دن جامعہ المنتظر، لاہور، خمینی ہال میں مہمان اور میزبان علماء کا اکٹھ تھا۔ محسن ملت کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ میں نے دیکھا وہ چھڑی سے ٹیک لگا کر کرسی کے قریب کھڑے ہوئے اور چند ہی کلمات میں اپنی زندگی کے دستور کا خلاصہ ارشاد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:-

مختصر خطبہ" میں کسی تنظیم کا ممبر نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے عہدے پسند ہیں۔ گو کہ میرا نام بھی لکھتے ہیں، مجھے بلایا بھی جاتا ہے میں آ بھی جاتا ہوں اور کچھ کہنا بھی پڑتا ہے۔ میرے قریب یہ تنظیمیں دنیا کے بتوں کی طرح ایک بت ہیں جس کے ساتھ وابستگی کی جاتی ہے دلیل کے طور پر یہی کہنا کافی ہے کہ اپنی تنظیم میں غلطیاں بھی ہوں تو پردہ ڈالا جاتا ہے اور دوسری تنظیم کا اچھا کام بھی ہو تو کیڑے نکالے جاتے ہیں میرے کام جتنے پھیلے ہوئے ہیں، مجھے ضرورت تھی لیکن میں نے سب کچھ اللہ پر چھوڑا ہوا ہے۔ اللہ کو اپنا دین بہت پیارا ہے۔ عہدوں کو نہ دیکھو اللہ کی خوشنودی کے لیے کام کرو۔ وہ کامیابی دے گا اور اجر بھی دے گا۔۔۔۔بس۔۔" یہ میں نے ان کے مختصر خطاب کے من وعن جملے بیان کیے ہیں۔ ان کی زندگی میں کافی مقام ایسے آئے انہیں عہدے دیئے گئے لیکن وہ ان عہدوں سے بے نیاز اپنا فریضہ ادا کرنے اور کام کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ بھکر میں پہلی دفعہ بھی قیادت کے لیے انہی کا نام تھا لیکن انہوں نے جناب مفتی جعفر حسینؒ قبلہ اور دوسرے مرتبہ یقینی طور پر آپ کا ہی نام آیا لیکن انہوں نے مولانا سید عارف حسین شہید کو یہ کہہ کر قیادت کے لیے نامزد کیا کہ یہ نوجوان ہیں بھاگ دوڑ کر سکتے ہیں اسی طرح ان کے بعد قبلہ مولانا سید ساجد علی نقوی مدظلہ العالی کو یہ کہہ کر نامزد کیا کہ یہ قائد شہید کے دست بازو رہے ہیں ان کو ان امور کی زیادہ واقفیت ہے۔ یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ محسن ملت قائد نہیں بلکہ قائد گر تھے۔ کام چاہتے تھے نام نہیں۔ قیادت کی نسبت سے ایک واقعہ یاد آیا۔ قائد شہید مولانا سید عارف حسین صاحب کو اچانک لاہور آنا ہوا تو انہوں نے چند منٹ نکالے اور جامعہ المنتظر، لاہور میں مولانا صفدر حسین نجفی صاحب ملنے کے لیے تشریف لائے۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی قبلہ نے سب اساتذہ کو اپنے کمرے میں بلالیا۔ جب قائد صاحب اندر داخل ہوئے تو مولانا صفدر حسین نجفی صاحب ان کے احترام کھڑے ہوئے بلکہ اپنی جگہ پر بٹھا کر خود ایک طرف بیٹھ گئے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ بہت زیادہ احترام کر رہے تھے۔ اسے سب نے نوٹ کیا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد جب قائد شہید اجازت لے کر چلے گئے تو جامعہ کے بعض اساتذہ نے کہا قبلہ! آپ کو ایسے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ وہ تو آپ کے شاگردوں کا شاگرد ہیں۔ اس موقع پر آپ نے ایک تاریخی جواب دیا فرمانے لگے کہ ان کو قائد کس نے بنایا ہے سب

نے کہا آپ نے، فرمایا اگر میں نے ہی احترام نہیں کرنا تو میں نے ان کو قائد کیوں بنایا ہے سب چپ کر گئے۔

سادگی: میں نے جناب حافظ کفایت حسین مرحوم کو کئی بار دیکھا نہایت سادہ لباس، سر پہ ایک کپڑا سا لپیٹ لیتے۔ جناب خطیب آل محمد مولانا اظہر حسن زیدی صاحب جن کے ساتھ میرا بہت سا وقت گزرا، ایک مرتبہ ان کی موجودگی میں کہنے لگے حافظ صاحب کو سب کچھ آ گیا مگر ایک عمامہ باندھنا نہیں آیا۔ حافظ صاحب کے بعد مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ کتاب "سیرت امیر المومنین" مرتب کرنے میں میں اول سے آخر تک ان کے ساتھ شامل رہا۔ ان کی سادگی یہ تھی کہ انہوں نے صرف قبا پہنی، عباء چھوڑ چکے تھے لیکن میں نے مولانا سید صفدر حسین صاحب کو دیکھا فقط قبا ہی پہنتے، عبا ساتھ نہیں رکھتے تھے سادہ تھے کئی لطائف تگ و دو کرتے دیکھا کئی واقعات میرے پاس موجود ہیں لیکن صرف اسی پہ ہی اکتفاء کرتا ہوں۔ جب رہبر معظم آقائے سید علی خامنہ ای، قائد شہید کے زمانہ میں پاکستان تشریف لائے تو مولانا سید صفدر حسین نجفی نہایت سادہ لباس، سر پہ ایک معمولی سی کپڑے کی ٹوپی اور واسکٹ زیب تن تھی۔ اتفاق کی بات رہبر معظم نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لہذا وہ سمجھے کہ علماء نے کسی تاجر کو آگے کیا ہے لیکن جب نجفی صاحب نے خطاب فرمایا تو پھر انہیں علامہ صاحب کا پتہ چلا تو وہ بھی ان کی سادگی پہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی

اول وقت میں نماز: ان کی زندگی کا شیوہ رہا جونہی نماز کا وقت ہو جاتا وہ بے قرار ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہوتے اگر کسی محفل میں بھی ہوتے اور بس چلتا تو اٹھ کر نماز پڑھ کر آتے۔ سیٹھ نوازش علی مرحوم کو بھی اسی طرح اول وقت نماز کی ادائگی کے لیے تگ و دو کرتے دیکھا ہے 1967ء میں جب ان کی دوسری شادی ہوئی تو لاہور سے برات بذریعہ ٹرین ملتان پہنچی۔ جب برات گلڈ ہوٹل کے سامنے گجر کھڈہ، نجفی صاحب اپنے سسرال پہنچے، تو نماز ظہرین کا وقت ہو گیا تھا تو وہاں اہل سنت کی مسجد "مسجد آدم" کے پیش نماز سے اجازت لے کر سب براتیوں نے باجماعت نماز ادا کی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جب برات بذریعہ ٹرین "چشم آہو" واپس جاتے ہوئے ملتان سے لاہور ساہیوال (منٹگمری) پہنچی تو مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ گارڈ سے درخواست کی تو گارڈز نے اجازت بھی دی اور کہا ریلوے کے قانون میں ہے کہ گاڑی کو نماز کے لئے ایک مرتبہ ہی رکوایا جا سکتا ہے (واللہ اعلم)۔ چنانچہ پاکستان کی تاریخ میں ٹرین رکوا کر سب نے نماز مغربین پلیٹ فارم پر باجماعت ادا کی صبح کی نماز کا ایک الگ منظر ہوتا تھا میں دیکھتا تھا کہ اگر معصومین علیھم الصلوۃ والسلام کی خوشی کا دن ہے تو زیارت پڑھتے اور دعاؤں کا ورد دیر تک کرتے اور اگر غمی کا دن ہے تو جائے نماز پر بیٹھے گنگناتے ہوئے دیر تک تنہا گریہ کر رہے ہوتے۔ میں گھر میں ہوتا تو ہم باجماعت نماز پڑھتے لیکن دیر ہو رہی ہوتی تو وہ کسی کا انتظار نہیں کرتے تھے اور نماز اول وقت میں ادا فرماتے۔ قم جاتے تو صبح اور شام کی نماز حرم میں جا کر پڑھتے۔ ایک دفعہ کمر میں سخت درد تھا جسے چک کہا جاتا ہے۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔ میں صبح کی نماز پڑھ کر ان کی خیریت معلوم کرنے گیا تو کمرہ میں نہیں تھے کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو دیکھا کہ حرم میں نماز ادا کر کے واپس تشریف لائے ہیں۔ فرمانے لگے آج ہی تو امتحان تھا میں اذان سے بہت پہلے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا گیا نماز ادا کر کے واپس آ گیا ہوں

جامعہ المنتظر سے محبت

مولانا صفدر حسین نجفی صاحب درس و تدریس کو کس قدر اہمیت و ترجیح دیتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم کالونی سمن آباد، بھلہ سٹاپ سے اومنی بس کے ذریعہ لاہور اسٹیشن پھر پیدل ریلوے پل پار کر کے پاک نگر، مصری شاہ سے وسن پورہ پہنچتے اور اسی طرح سے واپس آتے اور پھر جب جامعہ المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن منتقل ہو گیا تو بھلہ سٹاپ سے قصور جانے والی بس سے گلاب دیوی ہسپتال کے سٹاپ پر اتر کر پیدل مدرسہ جاتے۔ ان کی اپنی ذاتی سواری نہیں تھی کبھی گلہ شکوہ بھی نہیں کیا۔ کئی مرتبہ سیٹ نہ ہونے کی وجہ سے کھڑے ہو کر جانا پڑتا۔ سورج نکلنے کے ساتھ گھر سے چل پڑتے تھے۔ ایک دردناک واقعہ بھی یاد آ گیا۔ اپنا دکھ درد جلدی کسی کو نہیں بتاتے تھے۔ پہلی شادی سے بقول ان کے چند بچے پیدا ہوئے جو پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئے۔ ایک بچہ پیدا ہوا جس نے چند روز گزارے۔ پہلی بیوی مولانا سید امیر حسین نجفی صاحب کی ہمشیرہ اور ڈاکٹر سید محمد علی شہید کی پھوپھی تھیں اور رہائش علاقہ نواب صاحب میں تھی۔ مدرسہ تک تقریباً پندرہ بیس کلو میٹر

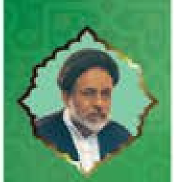

سفر ہوگا اس وقت آنا جانا دشوار بھی تھا۔ ایک شخص جامعہ المنتظر میں بارہ بجے کے قریب آیا اور بچے کی ولادت کی مبارک دی۔ نجفی صاحب خاموش رہے۔ اس نے جب مزید پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ تو کہنے لگے آدھی رات کو فوت ہوگیا ہے اور اب جا کر دفناؤں گا۔ مدرسہ میں کسی کو نہیں بتایا۔ بچے کو دفنانے کی نسبت مدرسہ کو ترجیح دی۔ مدرسہ کے فون کے متعلق بتایا کہ میں نے ون پورہ کی زندگی میں فقط دو فون کیئے۔ مجھے نمبر ملانا نہیں آتا تھا۔ مہدی شاہ سے کہا ملا کر دو۔ اگر کوئی مہمان آجاتا تو باہر سے کھانا منگواتے یا الگ اپنے پیسے سے چیز تیار کرواتے۔ یہ میری آنکھوں دیکھی اور ساتھ گزری ہوئی بات ہے۔ چنانچہ بتایا کہ میں نہ خود اور نہ اپنے مہمان کو مدرسہ کا کھانا کھلاتا ہوں۔ مدرسہ میں جتنی دیر بیٹھتے اور ٹھہرتے اپنے ذاتی کاموں سے مدرسہ کو ترجیح دیتے حتیٰ کہ میں دیکھتا جو ڈاک وہ اپنے ساتھ گھر لے آئے اور سب سے پہلے ہر لفافہ اور خط اور رسالہ پر جہاں القاب یا حجت الاسلام لکھا ہو وہ اپنی قلم سے اسے کاٹ کر پھر پڑھتے۔ جب ایک دفعہ بھٹو پارٹی کے آنے کے نعرے لگ رہے تھے تو مولانا سید صفدر حسین نجفی کے ایک بیان پر کہ سیاست اور اقتدار آنی جانی چیز ہے۔ یہ نہ کہو کہ ساری شیعہ قوم ان کے ساتھ ہے۔ مولانا صاحب کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا اور کچھ وجوہات تھیں تو آپ خاموشی سے رخصت لے کر گھر آگئے۔ میں قبلہ صاحب کو بھائی جان کہتا تھا۔ میں نے جب پریشان دیکھ کر پوچھا تو سب کچھ بتا کر کہنے لگے کہ میں ایک طالب علم ہوں میں نے جامعہ کے لیے کافی محنت کی ہے۔ مجھے جامعہ المنتظر کی اتنی ضرورت نہیں جتنی جامعہ المنتظر کو میری ضرورت ہے۔ پھر واقعاً ایسے ہی ہوا اور مولانا نجفی کے جانثاروں نے اس وقت تک چین نہیں لیا جب تک انہیں واپس نہیں لے آئے۔

حج مبارک

مولانا نجفی جب حج پر گئے تو انہیں آٹھ ذی الحج کو خانہ کعبہ کے اندر جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اندر گیا تو سوائے جامعہ المنتظر اور ملک فیض احمد (جو ان کے قریبی دوست تھے) کے اور کوئی یاد نہیں آیا۔ حج پر جانا کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ کوئٹہ میں محرم پڑھا۔ وہاں سے تین ہزار روپے ملے فوراً اعلان کر دیا کہ حج مجھ پر واجب ہوگیا ہے۔ تین لوگ جن کو بذات خود میں بھی جانتا ہوں آئے اور کہنے لگے قبلہ ابھی تو محرم ہے ہمیں قرضہ دے دیں ہم واپس کر دیں گے چنانچہ ہزار ہزار تینوں کو دے دیا۔ جس میں سے ایک نے واپس کر دیا اور دو افراد نے آخر وقت تک قرضہ واپس نہ کیا جس کی بنا پر قرعہ اندازی میں بھی شامل نہ ہو سکے۔ جناب آغا سید علی موسوی نے اچانک بتایا کہ ایک ذریعہ بنا ہے۔ چنانچہ ایک پرائیویٹ غیر ملکی ایئرلائن کے ذریعہ کام بن گیا۔ عین تین دن پہلے پتا چلا کہ پانچ سو روپے مزید چاہیئں۔ ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ کسی سے مانگتے ہوئے شرم آتی تھی۔ مزید رقم نہ ہونے سے سب کچھ ضائع ہو جانا تھا۔ انتہائی مجبور ہو کر رنگ محل شیخ نذیر صاحب کے پاس پہنچے۔ وہ بڑے اچھے طریقہ سے پیش آئے لیکن کچھ کہنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے جب ٹوٹے پھوٹے لفظوں سے قرض مانگا تو وہ بتاتے ہیں کہ شرم سے میرا پسینہ چھوٹ گیا دے تو دیئے لیکن میں اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگا کاش میں نہ مانگتا پھر بتاتے ہیں میں سر کو جھکائے واپس اٹھا اور واپسی کیلئے رنگ محل سے ڈبل ڈیکر بس میں اوپر والے حصہ میں افسردہ ہو کر بیٹھ گیا۔ بس چلی تو ایک جوان میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا آپ ایک اچھے انسان محسوس ہوتے ہیں۔ میرا بھائی ناحق قید میں ہے اگر تین سو روپے سے میری مدد کر دیں تو مہربانی ہوگی۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو واقعاً دکھی اور حق دار معلوم ہوا۔ یوں تین سو روپے میں نے اسے دے دیے۔ بعد میں پتہ بھی چل گیا کہ وہ سچا تھا۔ اب میرے لیے مشکل تھی کہ بقایا پیسے کیسے پورے ہوں گے۔ گھر میں آ کر خدا کے حضور گڑگڑایا۔ صبح جب مدرسہ گیا تو سرگودھا کا ایک رئیس آیا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ پتا چلا ہے کہ آپ حج پر جا رہے ہیں۔ میں نے ہاں میں جواب دیا تو اس نے پانچ سو روپیہ نکال کر دیئے۔ میں نے مہدی شاہ کو آواز دی کہ یہ رقم مدرسہ کے کھاتے میں داخل کرلو۔ رئیس کہنے لگا کہ جی یہ تو میں گھر سے آپ کے لیے وقف کر کے لایا ہوں۔ چنانچہ میں نے اسے قبول کر لیا۔

اموال شرعیہ۔

مجھے بتایا کہ میں نے زندگی میں اپنے لئے کسی سے خمس نہیں لیا۔ میرے سامنے موچی دروازے میں ایک درس ہفتہ وار ہوتا تھا۔ ایک دفعہ وہاں سے کسی نے نیاز کے طور پر آٹھ بستر کی معمولی چادریں دیں۔ پندرہ دن کے بعد وہی شخص آیا اور میری موجودگی میں کہنے لگا کہ قبلہ میں نے پچھلی دفعہ آپ کو خمس

چادروں کی شکل میں دیا تھا اور اس کی قیمت خرید گیارہ روپے فی چادر کا حساب کیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ مولوی صاحب اٹھے ان کا بینک ان کی کوئی کتاب ہوتی تھی میں سے ۸۸ روپے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا کہ میں خمس نہیں لیتا۔ چادریں چونکہ استعمال ہوگئی ہیں لہذا معذرت خواہ ہوں۔ اسی طرح کسی نے قم میں ان کی عدم موجودگی میں مجھے ان گھر خمس کے پیسے پہنچانے کے لیے دیئے۔ جب میں ان کی اہلیہ کو دینے گیا تو وہ ناراض ہوگئیں کہ ہمیں قبلہ صاحب نے سختی سے منع کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں تھا۔ کہنے لگیں کہ تین چار دن تک مولانا صاحب آنے والے ہیں انہیں دینا۔ انہیں میں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔ چنانچہ جب قبلہ نجفی صاحب قم تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں وہ امانت دی۔ یہ 1986ء کا واقعہ ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بچے قم میں اپنے خرچہ پر رکھے ہوئے ہیں اور مراجع سے کسی قسم کی مراعات نہیں چاہتا۔ میں نے کہا کہ میں یہ واپس اسے دے آتا ہوں جس نے مجھے دیئے ہیں، فرمایا نہیں! یہ میں خود واپس کروں گا۔ اس شخص کو وہ پیسے واپس کیے اور اسے متنبہ بھی کیا۔ سیٹھ نوازش علی جب نجفی صاحب کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ کے پاس اظہار افسوس و تعزیت کے لیے آئے تو اس وقت میں موجود تھا۔ خصوصی طور پر سیٹھ صاحب نے بتایا کہ مولانا صاحب نے خمس کا پیسہ نہ اپنے لیے اور نہ اپنے بچوں کے لیے کبھی قبول کیا۔ مزید کہنے لگے جب فرانس رہبر کبیر آیت اللہ العظمیٰ آقائی خمینیؒ سے ملاقات کے لئے گئے تو مولانا صاحب نے ہوائی جہاز کا کرایہ خود ادا کیا اور بتایا میں اپنی ٹکٹ خرید چکا ہوں۔ مجھے سفر میں جو زبان کی دشواریاں ہیں آپ اس میں میرے مددگار بنیں۔ ان کا یہ جذبہ مجھے ان کے بہت قریب کر گیا۔ وہ ہمارے گھر کے ایک فرد ہی نہیں صحیح طور پر ایک سرپرست و رہنما تھے۔ ان کے علم و عمل و فعالیت نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا۔ اور آخری وقت تک ان کا ساتھ رہنا میری خوش نصیبی ہے۔ اللہ کریم ان کے درجات کو بلند اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ اگر دیکھا جائے تو محسن ملت کی جتنی بھی کاوشیں تھیں خواہ درس و تدریس ہو خواہ تالیف و تصنیف ہو یا تفسیر قرآن کا ترجمہ اس سے قوم و ملت کو بیدار اور جوانوں کو خط توحید کی طرف آمادہ کرنا مقصود تھا وہ بھی بے لوث اور کوئی لالچ و طمع کے بغیر تھا۔ سید شبر شاہ رتہ متہ، جھنگ کے رئیس نے ایک کتاب کا قبلہ نجفی صاحب سے ترجمہ کرایا۔ میرے سامنے ایک پیکٹ جو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا ایک رومال میں لپیٹ کر جب نجفی صاحب کو دینے لگے تو فرمانے لگے یہ کیا ہے؟ کہا آپ کا حق زحمت۔ کہا اسے فوراً اٹھاؤ اور لے جاؤ۔ یاد رکھو! میں نے آج تک پیسوں کے لیے کام نہیں کیا۔

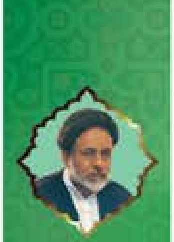

رحلت کا منظر:

سیٹھ صاحب کے گھر جس کمرہ میں بیٹھ کر کتابیں اور تفسیر نمونہ کا ترجمہ کرتے رہے اسی جگہ ۳ دسمبر ۱۹۸۹ء محسن ملت کے آخری لمحات تھے۔ ان کا سر میری گودی میں تھا۔ ڈاکٹر محمد علی پاؤں کی طرف تھے۔ ان کی آنکھوں کے اشارہ پر ڈاکٹر شہید چمچ کے ذریعہ پانی پلانے لگے۔ عین اس وقت جناب سیٹھ نوازش علی صاحب ان کی دائیں طرف پہنچ گئے۔ ایک آخری ہچکی لی۔ میرے دائیں ہاتھ سے بائیں کیطرف تین بار پلٹے کھائے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کے منہ سے لعاب دہن میرے ہاتھ پر گرا۔ ڈاکٹر محمد علی نے بلند آواز میں کلمات فرج پڑھنے شروع کر دیئے۔ کمرہ میں موجود نجفی صاحب کے چھوٹے بھائی سید باقر حسین نقوی، مولانا سید محمد عباس نقوی سب نے گریہ کرنا شروع کیا۔ ہم سب آہ و بکا کر رہے تھے سیٹھ صاحب نے روتے ہوئے ساتھ والا کمرہ کھولا کہا آؤ پہلے تجہیز و تکفین کے امور طے کر لو۔۔ چنانچہ روتے ہوئے سب امور طے ہوئے۔ میری ڈیوٹی جامعۃ المنتظر جا کر سب کو فون کرنا سونپی گئی۔ جب دس منٹ بعد باہر نکلا تو دیکھا کوٹھی کا صحن طلباء اور لوگوں سے بھر گیا۔ جامعہ جا کر فون اٹھانا چاہا تو لندن سے نیو یارک سے فون آئے تو انہوں نے بتایا کہ ایران کی نشریات سے پتا چل گیا ہے اور ہم سیاہ پوش ہو کر اپنے امام بارگاہوں میں سوگ کا سامان کر رہے ہیں محسن ملت کا شمار ان ہستیوں میں ہے جن کی آن دلوں میں دیر تک قائم اور جن کی شان سدا برقرار رہے گی۔ مر کہ بھی

کب مرتے ہیں محسن

ملت کی طرح شمع تاریک فضاؤں میں جلانے والے

دسمبر 2022

ماہنامہ افکار العارف لاہور

مُحسن ملّت

علامہ سید صفدر حسین نجفی ؒ کی شخصیت

سید راشد عباس نقوی مرکزی صدر امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

امیر المومنین مولائے متقیان حضرت علیؑ فرماتے ہیں ایسے بنو کہ جب تک زندہ رہو لوگ تمہارے مشتاق رہیں جب دنیا سے جاؤ تو لوگ تمہارے لیے روئیں (یعنی سوگوار ہوں)

آج ہم ایک ایسے ہی عالم بزرگوار کے غم میں سوگوار ہیں کہ جب تک وہ زندہ رہے اہل فکر و شعور ان کے مشتاق تھے اور آج جب وہ اس دنیا کو چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کر چکے تو صاحبان فکر و عمل ان کی جدائی پہ گریہ کناں ہیں۔

محسن ملت حجتہ الاسلام علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ ایک ایسی شخصیت تھے جو اپنی زندگی کی ابتدا سے انتہا تک دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ مرحوم نے مختصر سے عرصے میں بالخصوص ملت جعفریہ کے لیے وہ تحریری، تقریری اور فکری کام کیا جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ اب شائد ہی کوئی ایسے سخت کوش اور محنتی عالم دین پیدا ہوں کہ جو اتنی تندہی سے جہان رنگ و بُو میں علم و معرفت کی خوشبو پھیلا سکیں۔

اس امر کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جامعتہ المنتظر کی شکل میں جس حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس ملک کے کونے کونے میں دینی مدارس کے قیام کا جو منصوبہ بنایا وہ اس میں کامیاب رہے اور یہی وجہ ہے آج پاکستان میں دینی مدارس کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ ان کارناموں کے علاوہ بھی آپ کی ملّی خدمات اس قدر ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا خاصا مشکل کام ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت علامہ سید صفدر حسین نجفی پاکستان کی تمام دینی، ملی اور فلاحی تنظیموں کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتے تھے کہ جو ان سب کو باہم ملائے ہوئے تھا اور ان کے باہمی متنازعہ مسائل کے حل میں آپ بہترین ثالث کا کردار ادا فرمایا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا احسانات کے علاوہ علامہ مرحوم کا ایک عظیم احسان نوجوانوں کی تنظیم امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (آئی ایس او) کا قیام ہے۔ اس سے آپ کا تعلق روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور آپ اس تنظیم کے اعلیٰ ترین ادارے مجلس مشاورت مجلس نظارت کے بانی اراکین میں سے تھے میں یہ بات واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ علامہ نجفی نے آئی ایس او کی نظریاتی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں جو کردار ادا کیا، اس میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جس وقت آئی ایس او وجود میں آئی بدقسمتی سے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ یا کسی دیگر نظریاتی تنظیم کا وجود نہ تھا۔ اس دور میں ملت شیعہ مختلف دھڑوں میں بٹی ہوئی تھی اور کوئی منظم اور ملک گیر جماعت موجود نہ تھی۔ اس وقت قوم کی قسمت روایتی شیعہ لیڈروں کے ہاتھوں کا کھلونا بنی ہوئی تھی۔ ایسے میں روایتی شیعہ قیادتوں سے جدا ہو کر ایک نظریاتی تنظیم کا تشکیل دینا ایک مشکل ترین اور مہم جویانہ اقدام تھا۔ وہ برادران جو آئی ایس او کے بانی اراکین میں شامل ہیں، جب ہم ان سے اس کے ابتدائی حالات سنتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ روایتی لیڈروں نے آئی ایس او کی کس قدر مخالفت کی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آئی ایس او کے وجود سے اس وقت کے نام نہاد رہبران قوم کو اپنی دکانداریاں خطرے میں نظر آنے لگیں تھیں۔ لہٰذا اس غنچہ نوخیز کو مخالفتوں کے طوفانوں سے بچانے کے لیے ایک شجر سایہ دار کی ضرورت تھی کہ جو خود تو دھوپ میں رہے لیکن اس تنظیم کو اپنی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام وسکون اور تحفظ فراہم کرے۔ علامہ صفدر حسین نجفی قبلہ یہی وہ شخصیت تھے جنہوں نے آئی ایس او کو مشکل میں سہارا دیا، نوجوانوں کی نظریاتی تربیت فرمائی اور انہیں حوادث زمانہ کے مقابلہ کے لیے تیار کیا۔ وہ علامہ نجفی ہی تھے کہ جنہوں نے نوجوانوں کو دین اسلام سے روشناس کرانے اور ان کو دینی حمیت پیدا کرنے کے لیے سائیکل پر لاہور کے کالجوں اور ہوسٹلوں میں جا کر یہ پیغمبرانہ وظیفہ انجام دیا۔ آپ کو نوجوانوں سے اس قدر محبت تھی کہ جب بھی ان پر کوئی مشکل وقت آتا تو آپ تڑپ جایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے، نوجوانو! علماء کے قریب ہوجاؤ اور ان سے اسلام سیکھو۔ اسلام صرف یہی نہیں جو ہم نے آپس میں قرار دے لیا ہے، بلکہ اسلام وہ ہے جس کی تشریح قرآن اور آئمہ نے فرمائی ہے۔

آج آئی ایس او کے وسیلے سے تربیت یافتہ جو نوجوان تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور دوسری ملی تنظیموں میں کام کر رہے ہیں بلاشبہ وہ علامہ نجفی ایسے عظیم مصلح کی تعلیم وتربیت کا حاصل ہیں۔ علامہ مرحوم آئی ایس او کے تربیتی منصوبوں پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے اور ان کی طرف سے صحیح رہنمائی سے ہی اس تنظیم کو یہ عظمت ملی کہ اب وہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ دیگر ممالک میں ایک منظم ترین نظریاتی تنظیم تصور کی جاتی ہے۔ اس تنظیم کو

پروان چڑھانے میں علامہ نجفی کا اتنا بڑا حصہ ہے کہ اگر آئی ایس او کی تاریخ سے ان محسن ملت کا تذکرہ نکال دیا جائے تو پھر کہنے کو کچھ بھی نہ رہے گا۔ گزشتہ تین سالوں میں مجھے آئی ایس او کے صدر کی حیثیت سے وقتاً فوقتاً علامہ نجفی کی قربت نصیب ہوتی رہی ہے۔ اس عرصے میں انہوں نے کسی بات میں ہمیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ ہمارا کوئی مالی مسئلہ ہوتا یا تربیتی آپ ہمیشہ اس قدر لطف فرمایا کرتے کہ ہماری پریشانی اُمید اور مسرت میں بدل جاتی تھی۔ ان کی رحلت کے بعد اب ہم اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی ہم علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ پہلے اپنے مخصوص انداز میں ہمیں پندونصیحت فرماتے تھے۔ اس کے بعد تنظیمی امور سے متعلق مشکلات کا حل اس محبت کے ساتھ بتایا کرتے کہ بعض دفعہ ہم ایسا محسوس کرتے کہ گویا ہم آپ کی عالی ظرفی کے مقابل بہت کم توقعات لے کر آئے ہیں، کیونکہ آپ ہماری طلب

سے بڑھ کر رہنمائی و معاونت فرما دیتے تھے مجھے آئی ایس او کا تربیتی ماحول ملنے کی وجہ سے علماء کرام سے قربت حاصل رہی ہے اس لیے میں بے جھجک کہہ سکتا ہوں کہ میں نے علماء میں سادگی اور درویشی میں علامہ نجفی کا ثانی نہیں دیکھا ہم نے آپ کو کبھی قیمتی لباس اور دیگر لوازمات اور تکلفات سے بہرہ ور ہوتے نہیں پایا، بلکہ ہمیشہ ہی آپ کو ایک چھوٹے سے کمرے کے فرش پر بیٹھے مصروف تحریر وتحقیق دیکھا ہے۔آپ کی سادگی کی مثال وہ واقعہ ہے جو حیدر آباد کے ایک برادر نے یوں بیان کیا کہ ایک مرتبہ غالباً وفاقی وزیر مذہبی امور نے تمام اسلامی مکاتب فکر کے مدارس دینی کے پرنسپل صاحبان کو حیدر آباد میں بلایا علامہ سید صفدر حسین نجفی نے اس اجتماع میں مکتب تشیع کے دینی مدارس کی طرف سے نمائندگی فرمائی تھی۔ہمیں آئی ایس او کے مرکزی دفتر کا ایک تار موصول ہوا کہ اس تنظیم کی

مجلس نظارت ومشاورت کے معزز رکن اور بزرگ عالم دین علامہ سید صفدر حسین نجفی فلاں گاڑی سے حیدر آباد تشریف لا رہے ہیں، آپ اپنے تنظیمی و تربیتی امور میں ان سے استفادہ کریں۔وہ دوست کہتے ہیں کہ یہ پیغام ملنے پر ہم چند نوجوان علامہ کے استقبال کے لیے ریلوے اسٹیشن گئے۔ وہاں ہم نے متعلقہ نمبر کی بوگی کو چھان مارا، لیکن مطلوبہ شخصیت نہ ملی اور ہم ایک طرف کھڑے ہو کر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک سادہ سے بزرگ ہاتھ میں معمولی سا بیگ اٹھائے ہمارے قریب آئے اور پوچھا کہ آپ کسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم اپنے ایک بہت بڑے عالم دین علامہ سید صفدر حسین نجفی کے منتظر ہیں۔وہ ہماری یہ بات سن کر مسکرائے اور کہا کہ اگر آپ صفدر حسین کو ڈھونڈ رہے ہیں تو وہ بندہ ناچیز میں ہی ہوں۔ علماء کو لے جانے کے لیے ریلوے اسٹیشن کے باہر سرکاری گاڑیاں موجود تھیں، لیکن آپ ہمارے ساتھ رکشے میں آئے اور پھر جتنے دن وہاں رُکے، سرکاری رہائش گاہ کی بجائے آئی ایس او کے نوجوانوں کے پاس قیام فرمایا۔ان کی زندگی ایسی کئی مثالوں سے بھری پڑی ہے اور ان کی اس فقیرانہ اور درویشانہ روش کو ہر خاص و عام جانتا ہے، علامہ مرحوم واقعاً ایک عظیم انسان تھے اور انہوں نے اپنی پوری زندگی اعمال صالح کے بجالانے اور اس ملت محروم کو حق اور صبر کی تلقین کرنے میں صرف کر دی ہے۔

آئی ایس او ایک شفیق محسن، مربی اور بے بدل سرپرست سے محروم ہوگئی ہے۔ اگرچہ وہ ظاہراً ہم میں موجود نہیں ہیں، لیکن انہوں نے تحریر اور تقریر کی شکل میں ہمارے لیے جو گراں قدر علمی سرمایہ چھوڑا ہے اس سے آنے والی نسلیں صدیوں تک استفادہ کر سکیں گی۔ علامہ نجفی مرحوم کی زندگی ،فعالیت کاموں اجتماعی خدمات، تنظیمی و دینی تحرک کا تقاضا ہے کہ ان کے افکار کو اگلی نسلوں تک پہنچایا جائے،خداوند کریم ہم نوجوانوں کو توفیق دے کہ ہم علامہ نجفی کی روشن کردہ شمع کی ضیا کو اس ملک کے گاؤں گاؤں اور کونے کونے تک پہنچا دیں۔

(یہ تحریر ڈاکٹر سید راشد عباس نقوی جو اس وقت 1989 میں تنظیم کے مرکزی صدر تھے لکھی تھی جسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے)

قارئین کرام:

علامہ قبلہ کے درجات کی بلندی کے لیے سورۃ فاتحہ تلاوت فرمائیں۔

یک جان دو قالب
مولانا صفدر حسین نجفی
اور
مولانا سید مرتضیٰ حسین مرحوم (صدر الافاضل)

از قلم: سید عابد مرتضیٰ

ایک دور تھا کہ علماء علم کی پیاس رکھتے تھے اور اس کے حصول میں شرمندگی نہیں فخر محسوس کرتے تھے علم دین پروفیشنل (Professional) نہیں بنا تھا اور پروفیشنل جیلسی کے بجائے ایک دوسرے سے سیکھنے کا شوق ہوتا تھا اور اس کے ہم چشم دید گواہ ہیں شائد چند آخری گواہوں میں سے ایک۔ ہم نے وہ دور دیکھا ہے چھوٹے علماء اپنے بڑوں کے پاس سیکھنے جانا باعث فخر سمجھتے تھے اور بزرگ علماء بھی اپنے سے چھوٹوں کی باتوں کو غور سے سنتے اور سمجھتے تھے۔

یہ ساٹھ کی دہائی کی بات ہے اور ہم نے ہوش سمبھالنا شروع کیا تھا جامعہ المنتظر وسن پورہ میں تھا تو ایک تسلسل کے ساتھ تقریباً روز ظہرین کے بعد گھر کے دروازے پر مخصوص دستک ہوتی تھی جس کو سنتے ہی ہم گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ صفدر چچا تشریف لے آئے ہیں دروازہ کھول کر لائبریری میں بیٹھایا جاتا مولانا آتے ہی ہم سے حقہ، چلم، تمباکو منگواتے حقہ تازہ کر کے چلم تیار فرماتے اسی دوران ابو مرحوم بھی تشریف لے آتے دونوں کھانا کھاتے حقہ پیتے اور کسی کتاب یا موضوع پر مولانا ابو کو مہمیز دیئے سوالات کرتے پھر کیا تھا والد مرحوم کا لیکچر شروع ہو جاتا اگر کوئی مصروفیات نہ ہوتی تو کبھی مغربین تک ادا کبھی کبھی رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہتا حوالے کے لئے کتب نکالی جارہی ہیں حوالے دیئے جارہے ہیں چائے کے ادوار چل رہے ہیں۔ صفدر چچا کبھی کبھی اپنی عرب زوجہ مرحومہ کو بھی ساتھ لے آتے تھے اس دن ہمارے گھر والدہ عرب اور پاکستانی کھانے اہتمام سے بناتی تھیں کہ میری بہن آئی ہیں مرحومہ بہت شفیق اور مہربان خاتون تھیں یہ سلسلہ جامعہ کے ماڈل ٹاؤن منتقلی تک چلتا رہا پھر یہ محافل ہفتہ وار ہوگئیں۔ مولانا کے سمن آباد منتقل ہونے پر ہر پندرہ دن بعد کبھی ہم سب سمن آباد چچی صاحبہ سے ملنے جاتے یا چچی مرحومہ ہماری طرف تشریف لے آتیں۔

ان علمی نشستوں میں کچھ عرصے بعد علی چچا (مولانا آغا علی موسوی صاحب مرحوم) بھی شامل ہوگئے تھے خوب محفلیں جمتی نہ کوئی انا تھی نہ زد ابحاث میں ایک دوسرے نکتہ نظر کو سنا جاتا، سمجھا جاتا اور درست مؤقف تسلیم کیا جاتا وہ کسی کا بھی ہو سکتا تھا۔ قومی امور زیر بحث آتے اور ہمیشہ تینوں ہم آواز ہوتے تھے ہمیں یاد ہے کہ آیت اللہ محسن الحکیم کی رحلت کے موقع پر تینوں دوست حائری مسجد میں جمع ہوئے محراب مسجد میں بیٹھ کر بہت گریہ کیا پھر مرجعیت پر بحث شروع

ہوگئی مولانا صفدر حسین مرحوم اور مولانا آغا علی موسوی مرحوم آقائے بروجردیؒ یا آقائے خوئیؒ کی مرجعیت کے قائل تھے جبکہ والد مرحوم آقائے خمینیؒ کو مرجع کا درجہ دینا چاہتے تھے دو ڈھائی گھنٹے معاملہ زیر بحث رہا۔ان دونوں کا کہنا تھا کہ اعلمیت دیکھی جائے جبکہ والد مرحوم کا مئوقف تھا کہ اعلمیت کے ساتھ ساتھ عالمی سیاسی تبدیلیوں گہری نظر بھی ہونا چاہیے مزید یہ کہ اس وقت آقائے خمینیؒ کو سیاسی کمک کی بھی ضرورت ہے ورنہ صدام اور رضا شاہ ملی بھگت کر کے شہید کروا دیں گے اور ملت ایک مجاہد مبارز سے محروم ہوجائے گی۔ آپ نے حوالہ دیا کہ نجف میں جب امام خمینیؒ سے (جبکہ ان سے ملاقات کرنے والوں کو متعون کیا جاتا تھا) ملنے گئے تو اس کی سیاسی اور علمی بصیرت سے ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے ماتھے پر ایک روشن آنکھ ہے جس کی وجہ سے ان کی رائے دیگر علماء سے بہت مختلف ہوتی ہے۔اس کے بعد دونوں علماء والد مرحوم کی رائے سے متفق ہوگئے اور امام خمینیؒ کی ترویج کا فیصلہ ہوا۔ملک بھر میں بہت شور مچا کہ ایک سکول ٹیچر ایک مدرسہ کا مولوی اور پیش نماز نے بزرگ علماء کی موجودگی میں جونیئر عالم کی طرف رجوع کرنے کا اعلان کیا ہے۔اس میں خانہ فرہنگ اور ایرانی کونسلیٹ نے بہت زور لگایا کیونکہ رضا شاہ پہلوی کی حکومت شریعت مداری صاحب کی ترویج زور و شور سے کر رہی تھی اور خانہ فرہنگ کی طرف سے ان کی توضیح المسائل اور مختصر الاحکام بہت بڑی تعداد میں مفت تقسیم کی جا رہی تھی۔

غرض جب بھی کوئی قومی مسئلہ درپیش ہوا یہ جمع ہو کر متفقہ لائحہ عمل بناتے اور پھر قوم کی راہنمائی فرماتے کئی مواقع اختلاف رائے بھی ہوتا تھا مگر فیصلہ کے بعد کبھی اختلافی بات نہ کرتے تھے۔

بہت سے امور پر مختلف لوگوں نے شرارتاً الگ الگ رائے معلوم کی مگر ہمیشہ منہ کی کھانا پڑی کیونکہ تینوں کا جواب ہر دفعہ ایک پایا گیا ہم آہنگی اتنے عروج پر تھی اسلئے کچھ محبت میں اور حسد میں ان کو لڑائی کا نام دیتے تھے۔

جامعہ المنتظر کے امور ہوں بات جدید مدارس کا قیام، قبل از انقلاب اور بعد از انقلاب وفود کی آمد و رفت نمائندہ امام کی آمد پاکستان میں قیام کے حوالے سے ہمیشہ مشاور رہے۔

قبلہ سید محمد دہلوی مرحوم کی شیعہ مطالبات کی تحریک ہو یا قبلہ مفتی جعفر حسین مرحوم کی قیادت اور دھرنا، مفتی صاحب کے بعد علامہ سید عارف حسین شہید کی قیادت اور اس میں قومی اختلاف مشاورت اور مشترکہ لائحہ عمل کی روایت برقرار رہی اور یہی اس سنہری دور کا طرۂ امتیاز تھا والد مرحوم کے انتقال پر ہمیں گلے لگا کر اسطرح گریہ کیا جیسے کوئی خونی رشتہ دار کرتا ہے۔

کاش آج کے علماء زعماء اپنے بزرگوں کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے ذاتی انا کے خول سے نکل کر خلوص و محبت سے بے لوث مشاورت شروع کر دیں تو شائد قوم جس انحطاط کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے اس سے نکل کر حسینیت کی عظیم راہ پر گامزن ہو سکے۔

محسن ملت

علامہ صفدر حسین نجفی صاحب قبلہ

تحریر۔ ڈاکٹر سخاوت حسین سندرالوی

محسن ملت، ابوذر زمان، استاذ الفقہاء حجت الاسلام والمسلمین علامہ الحاج السید صفدر حسین النقوی النجفی صاحب قبلہ کی زیارت کا پہلا موقعہ مجھے 1968 سنہ میں دارالعلوم الجعفریہ کربلا خوشاب کے سالانہ جلسہ میں نماز مغربین کی ادائیگی کے بعد مسجد کے صحن میں میسر آیا۔ آپ کی پہلی ملاقات نے مجھ پر جو نقوش چھوڑے ہیں۔ وہ آج تک باقی ہیں۔ ان کے ہمراہ استاذ حافظ ریاض حسین نجفی صاحب قبلہ بھی تھے۔ یہ بزرگوار سر پر عمامہ رکھتے تھے اور عموماً سفید شلوار قمیض پہنتے تھے۔ عبا و قبا نہیں پہنتے تھے جبکہ ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ حافظ صاحب قبلہ عمامہ اور قبا زیب تن کرتے۔ عبا کو ہاتھ میں رکھتے تھے۔ اس وقت ہاتھ میں عصا نہیں رکھتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے قبلہ نے اگلے روز خطاب میں مصائب میں شیر خدا مولائے کائنات حضرت امام علیؑ کی شہادت پڑھی تھی۔ ان کا ایک جملہ میرے ذہن پر گہرا نقش چھوڑ گیا جو آج بھی باقی ہے کہ " مولا علیؑ نے فرمایا تھا اے سحر علیؑ نے تجھے ہمیشہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے تو نے کبھی علیؑ کو سوتے ہوئے نہیں دیکھا"۔ 43 سال سے میں جب بھی سحر کے وقت اٹھتا ہوں۔ تو قبلہ مرحوم کی پڑھی ہوئی مجلس کا یہ جملہ مولائے کائنات مجھے یاد آجاتا ہے اور شاید ہی کوئی ایسی سحر ہو جس میں قبلہ کو آپ کی زندگی اور موت کے بعد یاد نہ کیا ہو استاذ العلما علامہ قبلہ محمد یار شاہ نجفیؒ کی امامت میں جب لاہور میں آپ کا جنازہ پڑھا تو یہ جملہ مجھے روز روشن کی طرح یاد تھا۔ 1968 سے لے کر 1989 تک آپ سے عقیدت مندی اور نیاز مندی مستدام رہی۔ استفادہ کرتے رہے۔ راہنمائی لیتے رہے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کی ترجمہ شدہ کتب معدن الجواہر، احسن المقال، ارشاد القلوب اور پھر تفسیر نمونہ، تفسیر موضوعی وغیرہ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مکھن شاہ علی پور ضلع مظفر گڑھ میں اپنی عم بزرگوار استاذ العلماءؒ سے حاصل کی۔ بلکہ سطوح تک ان کی خدمت میں اور شیخ الجامعہ آیت اللہ اختر عباس قبلہ کی خدمت میں شرف تلمذ حال کیا۔ درس خارج فقہ واصول کے لئے حوزہ علمیہ نجف اشرف تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد جامعہ المنتظر لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔ قبلہ شیخ الجامعہ کے نجف جانے کے باعث آپ نے جامعہ کے پرنسپل کا منصب سنبھالا۔ جامعہ کو تقریباً پاکستان کا سب سے بڑا شیعہ تعلیمی ادارہ بنانے میں آپ ہی کی تگ و دو کا نتیجہ ہے۔ آپ نے حکومت سے سلطان الافاضل کی سند کو ایم اے (M.A) کا درجہ دلوا کر شیعہ مدارس اور علما کو مین اسٹریم میں شامل کر لیا اور ان سے تنہائی کا روگ ختم کر دیا۔ آپ کی اس عنایت کے سبب سینکڑوں علماء ایک طرف حصول روزگار میں خود کفیل ہو گئے۔ اور تبلیغ دین میں ان کا ہاتھ کھل گیا۔ دوسری طرف بیسیوں علماء ڈاکٹریٹ کر گئے۔ آپ ایک منجھے ہوئے مدرس اور طلسمی اثر کے حامل معروف خطیب و مقرر تھے۔ آپ چھوٹے طلاب پر بہت شفیق تھے۔ آپ کی شفقت کا سایہ مجھ جیسے چھوٹے طالب علم پر بھی مستمر رہا۔ آپ کی زندگی میں جذبہ للہیت یعنی قربۃ الی اللہ ارفع واعلیٰ تھا۔ آپ ذاتیات کے باعث کسی کو سزا نہیں دیتے تھے۔ آپ پرانی تہذیب کے حامل تھے۔ آپ کو اپنے مخالفین کو سزا دینے کی بجائے

نواز نے میں لطف آتا تھا۔قم میں میرے غریب خانے پر متعدد مجالس امام حسینؑ سے خطاب فرمایا۔ہر مجلس میں ہم طلباء کے لئے نصیحت کا عظیم پہلو ہوتا تھا۔یہ 1980 کی بات ہے کہ آپ نے قم میں اپنے خطاب کے دوران ہم طلباء سے کہا کہ آپ لوگ صرف طالب علم بننے کی بجائے قم کے مدرس بنیں۔جس کے اثر میں،میں اور میرے برادر بزرگ علامہ راجہ محمد مظہر علی خان محنت کر کے رسمی مدرس حوزہ بن گئے۔آپ کے ڈانٹنے کا انداز بھی بہت ہی پیارا تھا۔ایک طرف مقابل کو محسوس بھی نہیں ہوتا اور دوسری طرف اصلاح پورا مقصد بھی انجام پا جاتا۔کبھی کسی پر غصہ بھی ہوتے تو بہت دیر تک غصہ میں نہیں رہتے۔آپ کا غصہ بھی شفقت کا پیغام دیتا تھا۔عمر بھر سادگی میں گزار دی۔آپ پاکستان میں امام خمینیؒ کی مرجعیت کے پہلے مروجین میں شامل تھے۔آپ نے اپنا ذاتی مکان بیچ کر اس کی رقم امام خمینیؒ کو دے دی تھی۔جب وہ پیرس میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔آپ نے اپنے دوست سیٹھ نوازش علی مرحوم کے ہمراہ پیرس جا کر امام خمینیؒ کو پاکستان آنے کی دعوت دی تھی۔آپ ہمیشہ خط امام،خط مرجعیت اور خط رہبری پر رہے۔آپ نے بیسیوں کتب کے ترجمے کئے۔نہ جائیدادیں بنائیں،نہ کاریں اور نہ کوٹھیاں۔نہ کبھی اعزا پروری کی،نہ منتقم مزاجی، میرٹ آپ کا طرہ امتیاز تھا۔آپ کے شاگردوں میں مرجع اعظم آیت اللہ العظمی حافظ بشیر حسین نجفی،آیت اللہ حافظ ریاض حسین نجفی،جسٹس حسن رضا غدیری،علامہ بختیار الحسن سبزواری،علامہ محمد اسلم صادقی،علامہ حافظ محمد ثقلین نقوی شہید،علامہ حافظ محمد سبطین نقوی مرحوم،علامہ حافظ محمد حسنین نقوی مرحوم،علامہ سید کرامت علی نجفی،علامہ موسیٰ بیگ،علامہ محمد شفیع نجفی،علامہ ملک اعجاز حسین نجفی،علامہ سید کرامت علی عمرانی، علامہ قاضی فیاض حسین نقوی،علامہ قاضی امیر حسین حسینی،علامہ محمد ارشد علوی،علامہ ارشاد حسین نقوی سندھ،علامہ محسن علی واگھریجی،علامہ محمد حسین اکبر،علامہ مرید حسین نقوی،علامہ مختار حسین نقوی،علامہ یزدانی،علامہ محمد افضل حیدری،علامہ کرم علی حیدری،علامہ عابد رضا نقوی،علامہ اسد رضا بخاری،علامہ محمد حسنین نقوی وغیرہ کے نام شامل ہیں۔علامہ قاضی نیاز حسین نقوی کو بھی آپ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔جو اسلامی جمہوریہ کے مشہور و معروف قاضی القاضات رہے۔آپ نے وحدت امت کی غرض سے 12 ربیع الاول کے جلوسوں میں اہل سنت علما کے شانہ بشانہ شرکت کی۔آپ کو بار ہا قیادت کی پیش کش کی گئی مگر آپ دوسروں کو ترجیح

دیتے۔پاکستان کی چاروں قیادتیں آپ کی مرہون منت تھیں۔آپ کی وفات کے دوسرے دن سیٹھ محمد اشرف آف کراچی نے خواب میں دیکھا جنہیں وہ فرما رہے تھے۔چھیتی چھیتی یعنی جلدی جلدی پروجیکٹ مکمل کرو۔یہ خواب ایک طرف آپ کی نجات اخروی کا ثبوت ہے۔تو دوسری طرف آپ کی کاز سے لگن کا انداز ہے کہ روح نکلنے کے بعد بھی آپ کو نامکمل منصوبہ کی تکمیل کی فکر تھی۔اللہ کی ذات نے انہیں انعامات و اکرامات سے یوں نوازا کہ آپ کے صاحبزادے، پوتے اور داماد بڑے علما میں شامل ہیں۔بلکہ عزیزم تلمیذم آیت اللہ علی نقی نقوی تو درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔قبلہ نے پاکستان میں پہلے درس خارج کی باقاعدہ بنیاد آیت اللہ طاہری خرم آبادی کو بلا کر رکھی۔جبکہ اس سے قبل جامعہ دارالہدیٰ محمدیہ علی پور میں آیت اللہ محمد یار شاہ قبلہ خارج فقہ و اصول فرما چکے تھے۔تاہم بڑے لیول پر درس لاہور میں محسن ملت نے شروع کرایا۔آپ نے سطوح تک متکرر پڑھایا اور طلباء وعلما کو مجتہد بننے کی تشویق فرمائی۔آپ کی تشویق سے درجہ اجتہاد پر فائز ہونے والے پاکستانی علماء بیسیوں کی تعداد میں،قم،نجف،پاکستان اور انحائے عالم میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔پاکستان میں ایک سو سے زیادہ مدارس دینیہ کا قیام ان کے باقیات صالحات میں ان کا عظیم کارنامہ ہے۔یوکے،یورپ،امریکہ اور مشرق وسطی میں بھی کئی دینی مدارس کا قیام فرمایا۔عشق آل محمدؐ میں المنتظر کا قیام بھی آپ ہی کی تحریک و ترغیب کا نتیجہ ہے۔آپ نے کالج اور یونیورسٹی کے طلاب کو بھی دینی تعلیم کی ترغیب دی۔اسی وجہ سے،بہت سارے ڈاکٹرز،انجینئرز،ایم اے پاس،پروفیسرز،آفیسرز بڑے علماء میں شامل ہو گئے۔بلکہ بعض درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے۔قبلہ کو ہم سے بچھڑے ہوئے تینتیس سال ہو گئے تاہم ایسے لگتا ہو ابھی جوانوں کے لقب سے نوازیں گے اور شفقت فرمائیں گے اللہ قبلہ و کعبہ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو تعلیم و تدریس و تزکیہ و تبلیغ و ترویج مذہب میں قبلہ کے خلوص وللہیت سے کچھ عنایت فرمائے تاکہ باقی ماندہ زندگی میں کچھ کر گزریں نوٹ:-یہ سطور میں نے آج تین دسمبر نیویارک کے وقت کے مطابق قبل از فجر و بعد از فجر عجلت میں رقم کی ہیں میرے بزرگ اور محسن حجت الاسلام والمسلمین علامہ سید بختیار الحسن سبزواری دام عزہ کا ارشاد تھا کم وکاست پر پیشگی معذرت کا طالب ہوں

محسنِ ملت

مولانا سید صفدر حسین نجفی طاب ثراہ

(۱۹۳۲-۱۹۸۹)

امیر مختار فائزی۔ شکاگو۔ امریکہ

حجت الاسلام والمسلمین جناب مولانا سید صفدر حسین نجفی مرحوم کا شمار پاکستان کے ان چند بزرگ شیعہ علمائے کرام میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے علم وعمل کے فروغ اور قومی اداروں کی تشکیل وترقی میں کلیدی اور تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے۔ اپنے نامور اساتذہ کے شروع کیے ہوئے مبارک کام کو صرف ۳۳ سال کے اندر اندر آپ نے اس مقام پر پہنچا دیا کہ جس کے لئے تین نسلوں کا وقت درکار ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے والے بزرگان کے کام زیادہ تر مقامی نوعیت کے تھے مگر آپ نے مقامی طور پر کام کرنے کے علاوہ مدارس کی تاسیس کے اپنے کام کو پاکستان کے چاروں صوبوں، کشمیر وشمالی علاقہ جات کے علاوہ برطانیہ اور امریکا تک پھیلا دیا۔ یہ کارنامہ نہ آپ سے پہلے کوئی انجام دے سکا اور نہ آپ کے بعد ہی کسی سے یہ ہو سکا۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے اپنے سارے کام، اپنے پیدا کردہ مقامی وسائل سے انجام دیئے تھے اور فرانس، برطانیہ وامریکا تک اپنے وسائل ساتھ لے کر گئے اور باہر کے ممالک سے رقوم حاصل کر کے آپ نے اپنا کوئی کام انجام نہیں دیا تھا۔

مشہور ہے کہ برگد کے تناور درخت کے نیچے کوئی پیڑ نشوونما نہیں پاتا مگر اپنے حقیقی چچا استاذ العلماء مولانا سید محمد یار شاہ صاحب قبلہ جیسے ہمہ گیر بزرگ شخصیت کے ہوتے ہوئے آپ آگے نکلے اور خاندان کی مرکزی شخصیت بن کر ابھرے۔ آپ بلاشبہ تمام بزرگان کا بہت احترام کرتے تھے مگر بنیادی طور پر آپ ایک self made اور بہت مستقل شخصیت کے حامل تھے۔ نجف اشرف کی طرف عزیمت سے پہلے آپ دس گیارہ سال تک پاکستان کے تقریباً دس مدارس میں زیرِ تعلیم رہے۔ سوائے ایک مدرسہ کے باقی نو مدارس میں آپ کہیں بھی ایک سال تک قیام نہ کر سکے۔ بہتر سے بہتر کی جستجو کے لئے آپ خانیوال، ملتان، مظفر گڑھ، رحیم یار خان، سرگودھا اور ڈیرہ اسماعیل خان تک گئے۔ ضمناً اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دور کے مدارس سے کس قدر غیر مطمئن تھے۔ چنانچہ زیادہ مدارس اور زیادہ اساتذہ سے فیضیاب ہونے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ان میں قومی سطح کی سوچ، فکری تنوع، وسیع الخیالی اور خود اعتمادی جیسی خصوصیات پیدا ہو گئیں۔ جن کی بدولت آپ غیر معمولی اور بڑے کام کرنے کے قابل ہوئے۔

صرف انیس سال کی عمر میں آپ ۱۹51 میں اعلیٰ تعلیم کے لئے نجف اشرف تشریف لے گئے مگر بیمار رہنے کی وجہ سے ۱۹۵۶ میں وطن واپس آگئے۔ ۲۴ سال کی عمر میں آپ اپنے استاذ بزرگوار حجت الاسلام والمسلمین مولانا اختر عباس طاب ثراہ کے معاون کے طور پر جامعۃ المنتظر میں مشغول ہو گئے۔ شیخ الجامعہ قبلہ کے ایران چلے جانے پر آپ ہی جامعہ کے پرنسپل مقرر ہوئے اور اگلے تقریباً چودہ پندرہ سالوں کے اندر ۱۹۵۴ میں قائم ہونے والے اس معمولی اور نئے مدرسہ کو آپ نے ملک کا سب سے بڑا مدرسہ اور ملت جعفریہ پاکستان کا قومی مرکز بنا ڈالا۔

محسن ملت مولانا سید صفدر حسین نجفی مرحوم صرف پاکستان کے زعیمِ حوزہ علمیہ ہی نہ

تھے بلکہ وہ ایک کثیر الجہات اور کرشماتی شخصیت کی نادر مثال تھے۔ تدریسی و مدیریتی خدمات کے علاوہ آپ نے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتب کی تصنیف و تراجم پر سفر و حضر میں شب و روز کام کیا اور چند سالوں کے اندر اندر اپنے پیچھے ہمیشہ کے لئے ایک بہت بڑی علمی میراث چھوڑ گئے۔ آپ نے پاکستان میں ملت شیعہ کے اندر تصنیف و ترجمہ اور دینی کتب کی اشاعت کی روایت کو بہت ترقی دی اور آج نئی سے نئی کتب کے تراجم اور ان کی اشاعت کے پیچھے آپ ہی کی پرخلوص شروعات ہیں۔ آپ نے کتابوں کی اشاعت کے لئے جہاں امامیہ پبلیکیشنز کی سرپرستی فرمائی وہاں مصباح القرآن ٹرسٹ کے نام سے خود ایک ادارہ بھی قائم فرمایا۔ آپ جس طرح پاکستان میں ہر پچاس میل کے فاصلے پر ایک مدرسہ دیکھنا چاہتے تھے بالکل ایسے ہی ہر گھر میں مختلف موضوعات پر منتخب کتابوں پر مشتمل ایک لائبریری بھی دیکھنا چاہتے تھے۔

مدارس کے علاوہ آپ معاشرے کے تمام طبقات کی علمی اور عملی تربیت کے لئے بھی بہت کوشاں رہے۔ مگر بوجوہ وہ صرف مدارس اور دانشگاہوں کے نوجوانوں اور مساجد و مدارس کے علمائے کرام اور تاجروں کے ایک طبقے تک ہی پہنچ سکے۔ خواتین سمیت معاشرے کے دیگر بعض مؤثر طبقات کے ساتھ زیادہ کام نہ کر سکے۔ دراصل، راولپنڈی و اسلام آباد اور کراچی کے چند علمائے کرام کے علاوہ اکثر علمائے کرام کے اندر ایسے باصلاحیت لوگ بہت کم تھے کہ جو آپ کے ساتھ ہر میدان میں شانہ بشانہ مل کر کام کر سکتے اور آپ کے شروع کئے ہوئے قومی کاموں کو بخوبی و احسن سنبھال سکتے۔ لہذا مولانا صاحب کئی محاذوں پر بیک وقت تنہا کام کرتے نظر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اب وہ کئی بڑی ذمہ داریوں کو خود قبول کرنے کی بجائے دوسری شخصیات کو آگے لانے لگے تھے۔

تینوں قائدین ملت جعفریہ کو قیادت سونپنے میں سب سے زیادہ اور مؤثر کردار آپ ہی کا رہا تھا لوگ آپ کو اپنا قائد ماننا چاہتے تھے مگر آپ نے تینوں مواقع پر صائب فیصلہ کرتے ہوئے قیادت ایسے علمائے کرام کے حوالے کر دی کہ جو آپکے خیال میں اس کا بہتر طور پر حق ادا کر سکتے تھے اور خود قائد ملت بننے کی بجائے پہلے سے جاری "ملت سازی" کے اپنے بڑے اور بنیادی مشن میں ہی مصروف رہنے کو ترجیح دی۔

محسن ملت مولانا صفدر حسین نجفی کی شخصیت اور سیرت کا ایک مختصر جائزہ:

-ہم نے آپ کو ہمیشہ مصروف ہی دیکھا ہے۔ کبھی فارغ بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہاں اگر دورانِ کار اگر کام سے کوئی آپ کو ملنے آجاتا تو آپ تھوڑی دیر کے لئے کام کو روک دیتے اور ملنے آنے والے کی بات کو خاموشی سے سنتے۔ پھر آہستہ آہستہ خود بھی گفتگو میں شریک ہو جاتے اور اگر موضوع، مخاطب اور موقع مناسب ہوتا تو کھل کر دردِ دل سنتے اور سناتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی معیار سے گری ہوئی بات نہ کی اور نہ سُنی۔ بے تکلفی کے باوجود آپ کی ایک ہیبت تھی اور آپ سے صرف کام کی بات ہی کی جا سکتی تھی۔

-لباس سادہ پہنتے تھے۔ عام طور پر سفید اور اجلے کپڑے پہنتے مگر کبھی کبھار نیلے رنگ کے کپڑے بھی پہن لیتے تھے۔ عبا و قبا زیب تن کرنے کی بجائے عمامہ اور سیاہ شیروانی / اچکن پہنتے۔ بہت دفعہ شیروانی کی بجائے واسکٹ یا اونی جرسی اور ٹوپی پہن لیتے تھے۔ چلتے وقت ہاتھ میں ایک کھونڈی رکھتے اور معمولی سا جھک کر چلتے تھے۔ سادہ اور معمولی لباس کے ساتھ بھی اپنی کرشماتی شخصیت کی بدولت آپ بہت بارعب لگتے اور جہاں بھی جاتے لوگوں کے دل و دماغ پر چھا جاتے اور فوراً تمام حاضرین کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔

-کھانے پینے کے شوقین نہ تھے۔ بہت کم اور سادہ خوراک کھاتے اور کھانا پینا ان کی آخری ترجیح تھا۔

ان کی واحد کمزوری ان کی تمباکو نوشی تھی۔ حقہ ضرور پیتے اور سفر میں ہوتے تو سگریٹ سے کام چلاتے۔ تمباکو نوشی کے علاوہ اپنے آرام اور مکمل خوراک کا خیال نہ رکھنے اور بہت زیادہ کام کرتے رہنے سے اپنی عمر سے دس سال بڑے معلوم ہوتے تھے۔

اپنے بیوی بچوں کے متعلق پرانی سوچ کے آدمی تھے۔ کمترین بجٹ کے ساتھ دس بچے پال رہے تھے۔ بچوں کی ساری ذمہ داری ان کی اہلیہ محترمہ پر تھی۔ آپ خود صرف قوم و قومیات کے لئے وقف تھے۔ افسوس کہ ان کے ساتھی اور رفقائے کار بھی اس سلسلہ میں ان کی روش میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے بلکہ ان کی اس کمزوری کو ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھا گیا اور دل کھول کر ہر کسی تعریف و تمجید کی اور اس بات کا کسی نے بھی خیال نہ کیا کہ اس طرز فعالیت کے نتیجہ میں انکے اہل و عیال کس قدر متضرر ہوں گے۔ میرے خیال میں ان کے دوستوں اور

ساتھیوں نے نادانستہ طور پر ان کے ساتھ دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔

-ایک مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک بہت اچھے خطیب بھی تھے۔ دینی مدارس کے ساتھ وابستہ شخصیات میں جو تین چار حضرات سب سے اچھی تقریر کرتے، آپ ایک زمانے میں ان کے اندر سرفہرست تھے۔ دینی مدارس کے سالانہ اجتماعات اور اصلاحی وتبلیغی مجالس کے سب سے آخری خطیب عام طور پر آپ ہی ہوتے تھے۔ تنظیمی اور قومی کنونشنوں اور کانفرنسوں میں بھی آپ کا نطق آخری اور فصل الخطاب ہوتا تھا۔

-مرجع تقلید نہ ہوتے ہوئے بھی آپ پاکستان کے اندر ایک مرجع کی شان رکھتے تھے۔ ایک عام ضرورتمند مومن اور پیش نماز و مدرس سے لے کر ملک کے بزرگ ترین اور سینئر ترین علمائے کرام، مدارس و مساجد کے منتظمین اور مقامی تنظیموں سے لے کر مرکزی تنظیموں کے ذمہ داران ہمارے سامنے اپنی ضروریات اور مشکلات لے کر ہر روز ایسے ہی آپ کی طرف مراجعہ کرتے تھے جیسے نجف وقم میں مراجع تقلید کے دفاتر میں لوگ مراجعہ کرتے ہیں۔ آپ بلا امتیاز سب کی حسب حال دستگیری فرماتے۔ بیماروں کے علاج بلکہ آپریشن تک آپ کرواتے۔ حاجتمندوں کی شادیاں کرواتے۔ قرضداروں کے قرضے ادا کرتے، مساجد و مدارس کی تعمیر میں مدد کرتے، قومی تنظیموں کو تنظیمی فعالیت کے لئے فنڈز فراہم کرتے۔ آپ کی زندگی میں پاکستان کے اندر کوئی ایسا دینی وقومی ادارہ وجود میں نہیں آیا کہ جس کی آپ نے اعانت نہ کی ہو۔

-محسن ملت اعتقادی، فکری یا نظریاتی اختلافات کو ہوا دینے سے سخت پرہیز کرتے اور اس طرح کے اختلافات کی بنیاد پر شیعہ علماء، خطباء و ذاکرین سے روابط قطع کرنے کے حق میں نہ تھے۔ آپ ملت شیعہ کے داخلی اتحاد و اتفاق کے علمبردار تھے اور تقریبا ہر سوچ اور ہر فکر وعقیدہ کے شیعہ علماء و خطباء اور ذاکرین و بانیان مجالس وعزاداری کے ساتھ ورکنگ ریلیشن رکھتے اور ان کو ایک دوسرے کی مخالفت سے منع کرتے تھے۔ کئی مواقع پر آپ نے اپنی میزبانی میں فریقین کے علماء وفعال لوگوں کو اکٹھا بٹھانے کی عملی کوشش بھی کی۔

-۱۹۸۲ سے لے کر ۱۹۸۸ تک محسن ملت ہر سال موسم گرما کی تعطیلات اور ماہ مبارک رمضان میں قم چلے آتے۔ اس دوران پاک وہند کے طلاب آپ سے ہر روز حرم حضرت معصومہ میں یا آپکے گھر پر آ کر آپ سے ملتے اور آپ سے علمی وعملی مسائل میں استفادہ کیا کرتے۔ اسی دوران طلاب کی قم میں جو مجالس و محافل منعقد ہوتیں، اکثر آپ ہی خطاب کرنے کی درخواست کی جاتی۔ مزید براں، اکثر طلاب ہر سال افطار یا کھانے کے لئے آپکی دعوت اپنے گھروں میں کرتے اور آپ بلا امتیاز تمام طلاب کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اس کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ طلاب آپ سے مل کر اپنی مشکلات پر آپ سے مشورہ کرتے اور یوں طلاب کی تربیت بھی ہوتی، اور آپ کی راہنمائی اور حوصلہ افزائی سے بہت سارے طلاب اپنے نیک عزائم پر مضبوطی سے قائم رہتے اور مجموعی طور پر طلاب کے اندر باہمی وحدت وتعاون کی فضا پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ کو اپنے اداروں اور کاموں کے لئے جوہر قابل مل جایا کرتا اور آپ کی صورت میں حوزہ علمیہ قم اور پاکستان کے اندر مساجد و مدارس کے درمیان ایک قابل اعتماد رابطہ قائم تھا۔ بدقسمتی سے آپ کی وفات کے بعد دیگر حوالوں کے علاوہ اس حوالے سے بھی بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اگرچہ اور بھی کئی علماء کرام قم و نجف آتے جاتے ہیں مگر ایک تو وہ ہر سال تشریف نہیں لاتے، دوسرے ان کا قیام مختصر ہوتا ہے اور تیسرے وہ صرف اپنے مدرسہ، علاقہ یا فکری منہج کے لوگوں سے ملتے ہیں۔ مگر محسن ملت مرحوم مولانا صفدر حسین نجفی پاکستان کے ہر علاقے، ہر مدرسے اور ہر فکری ونظریاتی گروپ کے لئے ایک جیسی شفقت سے ملتے اور سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ بلکہ پاکستان تو پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کے طلاب بھی آپ سے ایسے ہی ملنے آتے تھے جیسے ہم پاکستانی طلاب قبلہ کے پاس جاتے تھے۔

آپ کی شخصیت اور سیرت پر لکھنے اور کہنے کو ابھی اور بہت کچھ ہے۔ موقع ملا تو ان شاء اللہ مزید باتیں اور حکایتیں اور بین السطور موجود نکات پر تجزیہ وتبصرہ بھی کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

محسن ملت کا ایک ادنی سا رھین منت

امیر مختار فائزی

بیت العلم اکیڈیمی۔ شکاگو۔ امریکا

۲۵-نومبر-۲-۲۲

محسن ملت میرے بابا

مولانا آغا محمد تقی نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی رح کی زندگی کے متعلق علماء اوران کے شاگردوں نے بہت کچھ اظہار کیا مگر تینتیس سال گزرنے کے بعد بھی ان کی زندگی کے بعض گوشے ظاہر نہ ہوسکے۔ سادہ زندگی اور بڑی شخصیت کے مالک، مرجعیت کا تعارف، مدارس دینیہ کے قیام کی مہم، ترجمہ اور تصنیف کے زریعے قوم کی ضرورت کو پورا کیا۔ بقول کسی کے انہوں نے ہر موضوع پر کتاب مرتب کی یا ترجمہ کیا۔ تفسیر ہو یا علوم قرآنی یا اھل بیت کی شخصیت، تاریخ ہو یا عقائد و اخلاقیات، حقوق العباد ہو یا فقہی موضوعات ہوں یا کاروباری مسائل، غرضیکہ ہر موضوع پر آپ کا قلمی سرمایہ موجود ہے۔ جب وسائل کی کمی تھی تب بھی آپ نے کتب کافی سبیل اللہ ترجمہ کیا اگر چاہتے خود اور اپنے بچوں کے لیے بہترین سہولیات مہیا کرسکتے تھے۔ خود کو، اہلیہ کو اور بچوں کو مکمل سادگی میں رکھا۔ گھر میں قرضہ اور وجوھات شرعیہ کے استعمال کی کبھی اجازت نہیں دی۔ جب محسن ملت رح کا انتقال ہوا تو ہماری والدہ نے اپنے زیورات بیچے تب بچے جنازے میں شریک ہوسکے۔ محسن ملت رح کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی عہدہ، منصب یا تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے فقط رضاء الٰہی اور خوشنودی آل محمد کے لیے خدمات انجام دیں۔ ہمہ وقت ترجمہ اور تالیف میں مصروف رہتے۔ 1984ء میں قائد ملت جعفریہ علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کے بعد علماء پاکستان قیادت کی ذمے داری آپ کو دینا چاہتے تھے مگر آپ نے خود اپنے ذمے لیے ہوئے اہم امور کی وجہ سے قیادت کسی اور کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھے میرے چند ایرانی اساتذہ نے کہا آپ کے والد بزرگوار کو قیادت کا منصب قبول کرلینا چاہیے تھا۔ میں نے گھر آ کر والد بزرگوار کو جو اس وقت بھی ترجمے میں مصروف تھے سے اپنے اساتذہ کا موقف بیان کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں قیادت سنبھال لیتا تو پھر ترجمہ وغیرہ کا کام کون کرتا۔ اسی طرح آپ نے فارسی تفسیر نمونہ کا اردو ترجمہ قبل اس کے کہ فارسی تفسیر بازار میں آئے مکمل کیا یعنی آیۃ اللہ العظمی مکارم شیرازی سے اس کا رف مسودہ لے کر ترجمہ کیا۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے مجھے کہا کہ ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہم کمرہ، کاپی، پینسل، معاوضہ اور دیگر تمام اخراجات مہیا کریں گے لیکن مرحوم نے کہا فقط مجھے مسودہ ہی دے دیں۔ اس طرح آپ نے ہر وہ کتاب جس کی معاشرہ کو ضرورت تھی خاص کر جوانوں کے لیے آسان زبان میں ترجمہ کیا اور باقیات صالحات کے طور چھوڑ گئے۔ انقلاب اسلامی اور امام خمینی رح کی ترویج میں سب سے آگے اور نمایاں کردار ادا کیا۔ محسن ملت رح کی زندگی خداداد صلاحیتوں اور اپنی جد وجہد اور محنت کے لحاظ سے استثنائی اور بے مثال ہے بقول مرحوم مولانا سید گلاب علی شاہ نقوی رح کہ ہم محسن ملت رح کے ایک شاہ کار کام کو حیرت سے دیکھ رہے ہوتے تھے کہ ان کا ایک اور کارنامہ سامنے آجاتا تھا۔ محسن ملت رح کے متعلق شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینی رح نے کہا تھا کہ محسن ملت رح نے میری سرپرستی کی، میرے گھر کی تعمیر میں معاونت کی اور راہنمائی کی۔ قائد ملت علامہ سید ساجد علی نقوی نے بھی جامعۃ المنتظر 2016 میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ابوذر زمان محسن ملت رح نے مدارس سازی میں جو کام کیا وہ خود بے مثال اور منفرد ہیں اور میری ہر طرح کی معاونت اور مدد کی، مالی لحاظ سے بھی اور فکری راہنمائی کی۔ ہر دفعہ وہ اپنے اقدامات کی رپورٹ بھی محسن ملت رح کو دیا کرتے تھے چنانچہ جب آخری مرتبہ محسن ملت رح کی عیادت کے لیے آئے تو بھی اپنے سفر کی رپورٹ دی اور راہنمائی حاصل کی۔ محسن ملت رح کے متعلق جب ہماری فیملی نے جس میں بندہ ناچیز بھی شامل تھا مقام معظم رہبری سے ملاقات کی تو انھوں نے محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی رح کے بارے خوبصورت الفاظ میں تعریف فرمائی کہ بہت بڑے لیڈر اور سیاستدان تھے آپ چل پڑتے تھے وسائل کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ وسائل خود بخود مہیا ہوجاتے تھے۔ آیت اللہ العظمی فاضل لنکرانی نے ہمارے قم گھر میں کہا تھا جس میں کئی بزرگان و دیگر افراد بھی موجود تھے تین مرتبہ فرمایا میں ان سے بہت محبت

کرتا ہوں وہ بہت عقلمند تھے۔ محسن ملت رح کی وفات پر آیت اللہ العظمی گلپایگانی، آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ محمد یزدی، آیت اللہ منتظری شیرازی، آیت اللہ حافظ بشیر نجفی، آیت اللہ رفسنجانی آیت اللہ مہدوی کروبی، آیت اللہ احمد جنتی اور بہت سی ایرانی شخصیات، حوزات علمیہ کے افراد، پاکستان کی حکومتی شخصیات ولیڈران اور مختلف تنظیمیں حتی غیر شیعی افراد نے بھی آپ کی وفات پر افسوس کیا اور پیغامات تعزیت بھیجے۔ بعض جنازے میں شریک ہوئے مجالس تراحیم میں شریک ہوئے نیز وفود بھیجے۔ محسن ملت رح کے دو ایرانی دوست ان سے بہت عقیدت رکھتے تھے جن میں ایک آیۃ اللہ العظمی گلپایگانی کے داماد مرحوم آقای عباس محقق کاشانی وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ مرحوم محسن ملت رح نے جب احسن المقال کا ترجمہ کر رہے تھے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک سرسبز علاقے میں بیٹھے ترجمہ کر رہے تھے کہ اچانک ایک بزرگ نورانی چہرے کے مالک، ان کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں تو وہ اپنی قلم روک کر پوچھتے ہیں جی فرمائیں کوئی میرے لائق کوئی کام۔ تو وہ کہتے ہیں نہیں میں ایسے ہی آیا ہوں اور مسکراتے ہیں۔ اس کچھ عرصہ بعد محسن ملت رح ایران ان کے گھر جاتے ہیں تو وہاں اسی بزرگ کی تصویر لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ ان سے پوچھتے ہیں یہ کس کی تصویر ہے تو وہ کہتے ہیں مرحوم شیخ عباس قمی محدث کی تصویر ہے۔ محسن ملت رح اس پر حیران ہوتے ہیں کیونکہ وہی تو احسن المقال کے مصنف تھے۔ محسن ملت نے امام خمینی رح آیت اللہ منتظری، ناصر مکارم شیرازی، جعفر سبحانی، شیخ عباس قمی آیت اللہ العظمی قانی، شیخ مفید، جواد مغنیہ، مرحوم مظفر اور علی محمد دخیل کی کتب کا ترجمہ کیا۔ اور اسی طرح ان کے تاسیس کردہ مدارس کی فہرست بھی۔ دوسرے دوست آقای محمد تقی انصاریان رح ہیں جن کا ابھی تین مہینہ قبل انتقال ہوا۔ وہ بھی ہمیشہ علماء کی صحبت میں رہے۔ قرآن اور علوم آل محمد اور علماء کرام خاص کر مراجع عظام کے حالات زندگی اور خدمات کے نشر اور ترویج میں کوشاں رہے۔ وہ بھی محسن ملت رح سے بہت عقیدت رکھتے تھے وہ بھی ان کے چہلم کے مراسم میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ بندہ ناچیز حال ہی میں انتقال سے دو ماہ قبل ان سے مل کر آیا تھا۔ جب آپ قم وتھران ہسپتال میں تھے رہبر معظم اور مراجع کی طرف سے نمائندگان اور مختلف وفود اور شخصیات نے آپ کی عیادت کی اور جنازے پر رہبر معظم اور صدر اور سپیکر کی طرف سے اور چہلم اور برسی پر رہبر معظم اور مراجع کی طرف سے وفود شریک ہوئے۔ ابھی بھی ناگفتہ باتیں بہت رہ گئی ہیں۔ محسن ملت رح جب آخری وقت قم میں اپنے گھر سے نکل رہے تھے دو باتیں ذکر کر رہا ہوں۔ ایک جب والدہ مرحومہ نے آپ کو جری پہنائی تو کہا کہ ایک تو یہ آخری ملاقات ہے دوسرے شدت تکلیف سے جری کا وزن بھی میرا جسم برداشت نہیں کر سکتا۔ بہت سے علماء مرحوم جن میں سے آیت اللہ طاہری خرم آبادی مرحوم، آیت اللہ العظمی گلپایگانی کے فرزندان و داماد، قاضی علامہ سید نیاز حسین نقوی رح اور بندہ حقیر اس موقع پر موجود تھا۔ یہ بہت سننے میں آیا تھا کہ آپ قم المقدس سرزمین میں دفن ہونا چاہتے تھے مگر ان علماء کے اصرار پر استخارہ کیا تو استخارہ پاکستان کے لیے مثبت آیا تو آمادگی کا اظہار کیا تو اس وقت ایک خواب بھی نقل کیا ہے کہ ایک کمرے کے اندر امام خمینی رح گئے اور فرمایا صفدر حسین آپ بھی میرے پیچھے آجاؤ۔ جو محسن ملت رح کو ہمیشہ تکلیف دیتے رہے حتیٰ ان کی وفات تک ان کو ضد انقلاب کہتے رہے وہ دیکھیں محسن ملت امام خمینی رح اور انقلاب اسلامی سے عقیدت اور ترویج میں ان ان سے پہلے اور پیش قدم اور آگے تھے۔ مرحوم آیت اللہ العظمی محسن حکیم رح کی وفات کے بعد انکی مجالس فاتحہ خوانی میں امام خمینی رح کی تقلید اور ترویج کا اعلان کیا اور انقلاب اسلامی سے پہلے امام خمینی رح کی خدمت میں فرانس حاضری دی ان کو اپنے بیچے ہوئے گھر کے پیسے دیئے اور پاکستان آنے کی دعوت دی انھوں نے فرمایا اب میری ایران میں ضرورت ہے اور انتظار کیا جا رہا ہے تو پھر نمائندہ مانگا تو انھوں نے آیت اللہ نوری ہمدانی کو مامور کیا مگر وہ زیادہ نہ رہ سکے پھر آیت اللہ حسن طاہری خرم آبادی رح کو حکم دیا۔ یہاں میں سیٹھ برادری کا بھی تذکرہ کرنا لازم سمجھتا ہوں۔ محسن ملت رح کو انھوں نے فخر اور برکت اور عقیدت کے طور اپنے ساتھ رکھا۔ جب محسن ملت رح نے اپنی زوجہ بچوں کو ایران بھیج دیا کہ وہاں تعلیم اور تربیت پائیں تو سیٹھ نوازش رح اور ان کی فیملی نے تربیت اخلاق اور سلیقہ زندگی محسن ملت رح سے حاصل کیا۔ محسن ملت رح جو حکم کرتے تھے یا فیصلہ کرتے تھے تو من وعن تعمیل کرتے تھے۔ محسن ملت رح فقط ماہ مبارک رمضان میں ایران تشریف لاتے تھے اور اپنے بچوں کے ساتھ گزارتے تھے مگر زندگی کے آخری رمضان المبارک میں قم تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ صبح کی اذان سے پہلے دعائیں مناجات اور نماز شب پڑھتے تھے بعد ازاں سحری تناول کرتے تھے۔ صبح کی نماز باجماعت پڑھاتے تھے اس کے بعد مختصر آرام کرتے تھے۔ کچھ طلباء آپ کے

پاس درس پڑھنے آ جاتے تھے۔ پھر اپنا ترجمے کا کام جاری رکھتے تھے۔ پھر نماز ظہرین اور مختصر آرام کے بعد حرم کریمہ اهل بیت تشریف لے جاتے تھے وہاں زیارت اور قرآن مجید کی تلاوت اور حضرت آیۃ اللہ العظمی مرعشی نجفی رح کے پیچھے نماز مغربین ادا کرتے تھے اگر کسی کے ہاں افطاری کی دعوت ہوتی تو وہاں چلے جاتے تھے ورنہ زمین پر ہی بیٹھ کر چند گھنٹے گزارتے تھے البتہ جب غیر از رمضان تشریف لاتے تو طلباء کے ساتھ وعظ نصیحت گفت وشنید رکھتے تھے۔ پندرہ رمضان کو ہمارے گھر عمومی افطاری ہوتی تھی جس میں تمام پاکستانی ہندوستانی طلاب اور مراجع آیات عظام مثلاً آیت اللہ مکارم، فاضل لنکرانی، نوری همدانی، جعفر سبحانی، طاهری خرم آبادی اور کچھ مراجع کے نمائندگان اور ایرانی شخصیات افطاری میں شریک ہوتے تھے ہمارے سارے گھر میں کمرے بھر جاتے تھے۔ ماہ رمضان میں طلاب کو مدرسہ منتظر میں ہفتہ وار درس اخلاق دیتے تھے۔ آخری خطاب میں فرمایا کہ طلاب کہتے ہیں شہریہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے علم کا شوق نہیں ہے۔ اس لئے کہ جس کو علم کا شوق ہوتا ہے وہ سب کچھ پس پشت ڈال کر تعلیم میں لگا رہتا ہے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نجف اشرف میں نوے روٹی کا ٹوکن ملتا تھا۔ ہم تیس روٹی پر گزارا کر کے باقی سے اپنی ضروریات پوری کرتے یا کتاب وغیرہ لیتے تھے۔ کسی شخص نے بیان کیا کہ میں محسن ملت رح کے جنازے میں شریک تھا کہ خواب میں دیکھا کہ آپ کا سفید چہرہ اور خوش حال ہیں۔ انھوں نے مجھے کہا کہ میرے جنازے میں شرکت کے بعد اپنے کاموں کے پیچھے یعنی مدارس کی معاونت کے لیے جاؤ۔ ایک مدرسہ ان کی مخالفت میں بنا اور حتی جامعہ سے بعض طلباء اور اساتذہ کو بھی لے گئے لیکن محسن ملت رح اس مدرسے کے جلسے میں شریک بھی ہوتے اور خطاب بھی کیا کیونکہ کہ آپ " میں اور میرا مدرسہ" کے قائل نہیں تھے۔

آپ چاہتے تھے لوگ عالم بنیں، علم دین حاصل کریں، جہاں بھی جائیں حتی کہ اپنے مخالفین کو بھی صلاحیت پر جگہ دیتے تھے، مدد کرتے تھے توکل علی اللہ، توسل اهل بیت، خلوص، سادگی، نماز اول وقت، تلاوت قرآن مجید، بزرگوں کا احترام، عفوو درگزر چھوٹوں سے پیار، شادی علاج و دوسرے معاملات میں معاونت اور بیوگان کے لئے ماہانہ وظیفہ آپ کا شعار رہا۔ اپنے بچوں کو فقط عالم دین بننے کی تاکید کرتے مزید تاکید کرتے کہ قرضہ نہ لینا، کسی کا احسان نہ لینا اور وجوهات شرعیہ کا استعمال نہ کرنا۔ اپنے بیٹے مرحوم مهدی کی جان لینے والے کو معاف کرنا۔ بیٹی کی شادی پر قومی ذمے داریوں کو اهمیت دینا حتی خاندانی پروگراموں پر قومی پروگراموں اور خدمات دین مبین کو ترجیح دینا۔ مرجعیت کے تعارف اور مدارس سازی اور ہر پچاس میل پر ایک مدرسہ ہونے کی خواہش بقول مرحوم شیخ نوروز علی مرحوم آقا صفدر ایک سدھرا ہوا شخص تھا یعنی سالم اور متعادل شخص تھے۔ تو یہ تمام چیزیں ان کے خاصہ تھے۔ محسن ملت رح کو نا فقط دشمنوں نے بلکہ دوستوں نے بھی تنگ کیا، طعنے دیئے غیر محسوس طریقے سے اذیت دی لیکن کیونکہ ان کے مطمع نظر رضاء الٰهی تھی تو کسی بات کی پرواہ کیے بغیر کام کو جاری رکھا جیسا کہ ان کی آخری آواز جو میں نے خود سنی ہے۔

جو شہید ڈاکٹر محمد علی نے ریکارڈ کی تھی اس میں فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان ایک جیسے نہیں ہوتے۔ کچھ خدا کو نہیں مانتے۔ کچھ خدا کو مانتے ہیں لیکن نبیوں کو نہیں مانتے۔ کچھ نبیوں کو مانتے ہیں لیکن آخری نبی کو نہیں مانتے۔ کچھ آخری نبی کو مانتے ہیں ائمہ اطهار کو نہیں مانتے یا بعض ائمہ کو نہیں مانتے۔ جب سے میں نے جامعہ بنانا چاہا تو طرح طرح کے الزامات دیئے گئے، رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور طعنے دیئے گئے لیکن میں نے محض رضائے خدا کی خاطر پروا نہیں کی اور اپنے کام کو جاری رکھا اور کامیاب رہا اگر پرواہ کرتا تو اسی اختلافات اور لڑائی میں رہتا مگر میں تو الحمدللہ کامیاب رہا۔ دوسرا تفسیر نمونہ کو مدارس اپنے کورس میں شامل کریں خاص کر جوان طبقہ اس سے استفادہ کرے۔ تیسرا میں نے زندگی بھر اپنے گھر کے لیے وجوهات خمس، زکات اور کتب کا معاوضہ نہیں لیا نا ہی میری اولاد بعد میں لے۔ آیۃ اللہ منتظری کی کتاب ولایت فقیہ بہت اچھی جامع اور کامل کتاب ہے۔ سیاسی مسائل سے ہٹ کر اس سے استفادہ کیا جائے اور یہ بھی بتادوں محسن ملت رح نے مصنف کی شدید تاکید سے، خواہش کی بناء پر چھپ کر اس کا ترجمہ کیا تھا ورنہ مصنف کے کچھ حواری ان کو منع کر رہے تھے۔

یہ مختصر سوانح و واقعات محسن ملت رح کی شخصیت کے متعلق تھے ورنہ ان کی صفات، خدمات بہت زیادہ ہیں، اور جب علماء کے تاثرات لیئے جاتے ہیں وہ ان کی خلا کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں، پاکستان میں ان جیسی شخصیت کا خلا پر نہ ہوسکا اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ان کے مشن اور باقیات صالحات کو باقی و جاری رکھے اور ان کی روح کو خوش رکھے

علامہ سید صفدر حسین نجفی رضوان اللہ علیہ کی زندگی سے کچھ اوراق

تحریر: سید نجم الحسن نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا قبلہ سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر بہت حد تک بیان ہو چکا ہے اور انہی مطالب کو دوبارہ سپرد قلم کرنا تحصیل حاصل ہوگا۔ اس اعتبار سے میری دانست میں جو خاص پہلو میں نے قبلہ مرحوم کی پر فیض حیات سے حاصل کیئے ان کا اختصار سے ذکر کروں گا البتہ اگر کوئی بھی ان کی شخصیت کا مطالعہ کرنا چاہے تو مندرجہ ذیل عناوین اہمیت کے حامل ہیں جن کو بغور پڑھنے کی ضرورت ہے

1: آپ کے ذاتی اوصاف

2: خاندان کے بزرگ قبلہ وکعبہ حضرت علامہ سید محمد یار شاہ نقوی اعلیٰ اللہ مقامہ کی تربیت کے نقوش آپ کی شخصیت پر

3: مدارس کا قیام جبکہ آپ کی زندگی کی بہت بڑی خواہش تھی کہ پاکستان میں بھی نجف اشرف اور قم المقدس کی طرح ایک عظیم الشان حوزہ علمیہ قائم کیا جائے

4: ملت کے نوجوانوں کی تربیت اور پرورش میں آپ کی انتہائی مخلصانہ کوششیں

5: امام خمینی (رضوان اللہ علیہ) اور انقلاب اسلامی سے والہانہ عشق

6: اس دور میں جب عوام کے مطالعہ کے لیے اردو زبان میں دینی کتابیں تقریباً نہ ہونے کے برابر تھیں کتابوں کے تراجم کی ایک زبردست تحریک کی بنیاد رکھی اور پھر خود بھی کئ ان کتابوں کے تراجم کیے جو وقت کی بہت بڑی ضرورت تھے

7: اپنے اجداد طاہرین علیہم السلام کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے بہت سے عوامی فلاحی کام انجام دیئے جب کہ عظیم الشان فلاحی منصوبوں پر عمل درآمد کی خواہش رکھتے تھے میری نگاہ میں مذکورہ بالا جہتیں اہمیت کی حامل ہیں کہ آپ کی شخصیت کو اگر کوئی جامعیت کے ساتھ دیکھنے کیلئے آگے بڑھے

یہاں عمومی طور پر انسانی تاریخ میں البتہ ہوتا یوں رہا ہے کہ جب کبھی کسی اہم اور بڑی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ان کے گرداگرد افراد کی معلومات پر

انحصار کرتے ہیں تو نقل روایت میں بہت سے اختلافات بھی نظر آتے ہیں لہذا حقائق تک پہنچنے کے لئے ایک محققانہ انداز اور روش کی ضرورت ہوتی ہے _علامہ سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ایک اہم ترین پہلو یہ تھا کہ انہوں نے زمان و مکان کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لئے فرائض کا انتخاب فرمایا گویا پوری بصیرت کے ساتھ جب محسوس کیا کہ معاشرے میں کس کام کی آج کے دور میں ضرورت ہے تو پھر عزم و جزم سے فیصلہ کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے میں نہ اپنی ذات کی اور نہ ہی حالات کی پرواہ کی

اس سلسلے میں ایک مثال کے طور پر بات عرض کروں گا اور وہ یہ کہ ملت کے لئے جب بھی قیادت کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو ہمیشہ خود کو پیچھے رکھا اور تمام تر مشکلات کے باوجود قیادت کی بھرپور حمایت کی جبکہ ان مراحل میں ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے تمام علماء کی نگاہ میں آپ ہی اس منصب کے اہل تھے _نسلوں کو یہ بات سیکھنی چاہیے آپ کی زندگی سے _ایک اور بہت ہی نمایاں نکتہ جو آپ کی زندگی سے متعلق ہے اور آنے والی نسلوں کے لئے اسوہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ یہ کہ ہمیشہ فرماتے تھے قوم، بنانی ہے تو بنیادی کام کرو _اساسی منصوبے ہی ترقی اور کامیابی لے کر آتے ہیں _قوم کی تربیت کے حوالے سے ایک اور اہم ترین اصول جو آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں نکتہ ہے وہ یہ کہ ملت کے مختلف طبقات کی برائیاں بارہا بیان کر کے ان کے حوصلوں کو پست نہیں کرتے تھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے انتہائی اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ سب کو دین کی طرف اور اجتماعی و ملی اہداف کی طرف راغب کرتے تھے _یہ نکتہ امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی عملی سیرت میں بھی نظر آتا ہے آپ کا ایک قول ہے

"مردم ولی نعمت ما ہستند" یہ عوام ہے جو ہماری مربی، حامی اور سرپرست ہے۔ پانچ اپریل 1980 میں جب عراق میں حضرت آیت اللہ العظمی سید محمد باقر الصدر اور ان ہمشیرہ گرامی کی شہادت ہوئی تو علامہ سید صفدر حسین نجفی (رح) کی خواہش تھی کہ اسلام آباد میں ایک بڑی سطح کا احتجاج کیا جائے اس کے لئے انہوں نے آئی ایس او کے نوجوانوں کی ذمہ داری لگائی کہ اس کا اہتمام کریں لیکن یہ ہوا کہ اس وقت پاکستان میں زکوۃ کی وصولی کا ایک صدارتی آرڈیننس آیا جس کے نتیجے میں جلسے کی ہیئت میں تبدیلی آ گئی ان تمام مراحل میں مولانا قبلہ سید صفدر حسین نجفی (رح) کی اعلیٰ بصیرت نے ملت کو سرخرو کیا میں انہی الفاظ کے ساتھ اپنی اس تحریر کو مکمل کروں گا اور امید ہے کہ اسی طرح آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا رہے گا

علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم
ایک روشن ماہتاب ایک زندہ تاریخ

سید نثار علی ترمذی

جوں جوں وقت گزر رہا ہے میرا یہ تجزیہ یقین میں بدلتا جا رہا ہے کہ جو خدمات علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم نے اس ملت کے لیے انجام دی ہیں ان میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ہر بڑی شخصیت کی طرح آپ کو بھی فراموش کر دیا گیا لیکن جو خراج تحسین قائد ملت جعفریہ علامہ عارف حسین الحسینی شہید رح نے محسن ملت علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم کو ان کی زندگی میں اور ان کے روبرو پیش کیا وہ سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے حیثیت ہیں۔ ان سنہری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہید کس قدر گہری اور دوربین نگاہ رکھتے تھے۔ جو شہید سے آگاہ وہ جانتے ہیں کہ آپ سچے اور کھرے انسان تھے اور ان کی بہت سی باتیں ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ رہبر عظیم الشان آیت اللہ العظمی حضرت امام خمینی رح نے آپ کے افکار کو زندہ رکھنے کو جو حکم دیا ہے اس میں آپ کا یہ بیان شامل ہے جو آپ نے جامعہ المصطفی، لاہور کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا: ”جن بزرگوں نے پاکستان کی سرزمین پر مدارس کا بیج بویا میں ان کی ارواح مقدسہ پر درود و سلام بھیجتا ہوں اور ان میں سے جو اس وقت زندہ ہیں ان کی عمر کے لیے دعا کرتا ہوں خصوصا حضرت حجت الاسلام والمسلمین سید صفدر حسین نجفی حفظہ اللہ کہ جنہوں نے واقعا اس میدان میں وہ کام کیا ہے شاید نہ پہلے کسی نے کیا تھا اور نہ ہی ان کے بعد کوئی کر پائے۔ انہوں نے پاکستان کے ہر صوبے میں یہاں تک کہ قبائلی علاقہ جات میں اور بیرون ملک انگلستان اور امریکہ وغیرہ میں مدارس قائم کیے ہیں“ میثاقِ خون جامعہ المصطفی، لاہور کے افتتاح موقع پر خطاب سے اقتباس شہید رح کے فرمان کے بعد آپ کے آثار کا دلجمعی سے مطالعہ کیا۔ اس میں سے چند نکات بطور تبرک پیش خدمت ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بندہ ناچیز ایک عرصہ پہلے محسن ملت کے بارے میں اپنی یاداشتیں لکھ چکا ہے۔ قلم کا سفر لاہور ایک دور میں شیعہ صحافت کا مرکز رہا ہے جن میں مشہور مجلہ ہفت روزہ رضا کار، ماہنامہ معارف اسلام، ماہنامہ پیام عمل اور ماہنامہ المنتظر بھی شامل ہیں۔ آپ کی تحریریں کم و بیش ان مجلات کا حصہ رہی ہیں جن میں مختلف عنوانات پر مضامین اور فقہی سوالات و جوابات جیسی تحریریں موجود ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آپ شروع ہی سے تبلیغ کے میدان میں تحریر کی اہمیت سے آگاہ تھے جسے آپ نے آخری سانس تک نبھایا۔ آپ نے چالیس سے زائد جلدوں کو اپنے قلم سے مسلسل خدمت کرتے ہوئے عوام تک پہنچایا۔ آپ نے دیگر مشہور کتب و تراجم کیے امام خمینی رح کی کتاب ”حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ“ کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جسے کتب خانہ شاہ نجف، اندرون موچی دروازہ، لاہور نے 1971ء میں شائع کیا۔ یہ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی سے آٹھ سال بیشتر کی بات ہے۔ آپ نے امام خمینی رح کی مرجعیت کی ترویج کے علاوہ آپ نے امام خمینی رح کی توضیح المسائل کا ترجمہ کیا۔ آپ نے امام خمینی رح کی تحریر ”جہاد اکبر“ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ شیعہ مطالبات کمیٹی جب پانچ، چھ اور سات جنوری، 1964ء قائد ملت جعفریہ علامہ سید محمد دہلوی مرحوم نے کراچی میں ملک بھر کے دو سو سے زائد علماء کرام کا اجلاس بلایا تو اس اجلاس میں آپ نے شرکت کی۔ آپ کی شرکت آپ کی اجتماعی معاملات میں شرکت اور

اجتماعی امور کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔آپ کی شرکت ظاہر کرتی ہے کہ ان مطالبات کی تحریک کو آپ کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان گو کہ امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے ابتدائی دو اجلاس 22، مئی 1972ء اور 11، جون 1972ء میں آپ کی شرکت نہیں ہے مگر بعد کے پورے دور میں آپ کی سرپرستی، مشاورت اور معاونت کا رنگ بہت گہرا ہے۔ پرانے کاغذات کے مطالعہ سے اور بزرگان کے انٹرویو سے ظاہر ہوتا ہے آئی ایس او کے مسئولین اور محسن ملت میں گہرا رابطہ تھا۔ایسے لگتا ہے کہ ایک شام اگر آئی ایس او کے اراکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اگلے دن آپ آئی ایس او کے مرکزی دفتر میں رونق افروز ہوتے۔آپ نے آئی ایس او کو اپنے پروگرام جامعہ المنتظر لاہور کی عمارت میں منعقد کرنے کی دعوت دی۔اس اقدام سے مدرسہ اور یونیورسٹی کے ربط کے راستے نکل آئے۔آپ کے اس اقدام سے جہاں آئی ایس او کو ایک محفوظ اور پروقار جگہ میسر آگئی وہیں پر جامعہ المنتظر کو ملک گیر شہرت میسر آئی۔اس جامعہ کو مرکزی جامعہ کی حیثیت حاصل کرنے میں ان جوانوں کا ہاتھ بھی شامل ہے جنہوں نے در و دیوار پر ہر سال اس مدرسہ میں آنے کی دعوت دی۔محسن ملت نے بھی ایک مہمان نواز کی طرح اپنے دونوں بازو بچوں کے لیے کھول رکھے تھے۔انہیں ہر طرح کی سہولیات مہیا کیں۔اخراجات کی مد مختلف مخیر حضرات کو متوجہ کیا نیز روحانی، علمی اور فکری راہنمائی کی بلکہ مدارس کی تاسیس بھی آئی ایس او کے اراکین سے ربط سے ممکن ہوئی۔اسی طرح جب تفسیر نمونہ کی پہلی جلد کا ترجمہ شائع ہوا تو اس کی ترویج میں انہی پاک و پاکیزہ نوجوانوں کا ہاتھ تھا۔ آپ نے اپنی بڑی بیٹی کی شادی بھی آئی ایس او کے سابقہ مرکزی نائب صدر مولانا نجم الحسن نقوی صاحب سے کر دی۔آپ کی محبتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جسے یاد رکھا جائے گا۔اتحاد بین المومنین ہر دور کے مختلف تقاضے ہوتے ہیں۔ایک دور تھا کہ منبر پر مناظرانہ رنگ غالب تھا۔یہ مناظرانہ آگ دونوں طرف لگی ہوئی تھی۔پھر وقت نے پلٹا کھایا کہ مناظرہ بین المسالک کے بجائے بین المسلک شروع ہو گیا۔ دو گروہ بن گئے ایک لکھنوی اور دوسرا نجفی۔دونوں طرف بڑے بڑے علماء کے نام تھے۔بات اشارے کنائے سے نکل کر لعنت ملامت تک جا پہنچی تھی۔عوام کالانعام انہوں نے جو سن لیا اسے مان لیا۔مجالس تقسیم ہو گئیں۔علماء کی توہین ہونے لگی۔ملت کی خیر خواہی کے بجائے ملت میں ہی دراڑیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ ان حالات میں درد دل رکھنے والے ہر فرد نے اس درد کو محسوس کیا۔اس میں سر فہرست محسن ملت علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم اور مولانا شبیہ الحسنین محمدی مرحوم کی مشترکہ کوششوں سے مابین فریقین 20 مئی، 1976ء میں جامعہ حسینیہ، جھنگ میں ایک معاہدہ طے پایا جس کی عبارت درج ذیل ہے:-" عالی جناب مولانا صفدر حسین حسین نجفی، پرنسپل جامعہ المنتظر، لاہور اور عالی جناب مولانا شبیہ الحسنین محمدی کی تائید کے مطابق باتفاق آراء طے کیا گیا کہ (1) تمام شیعہ علماء کرام آج کے بعد مذہبی اور قومی امور میں متحد اور متفق ہو کر باہمی تعاون فرمائیں گے (2) ایک دوسرے کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ کسی قسم کا پروپیگنڈہ نہیں کریں گے۔(3) اگر بعض نظریات کی تعبیر میں کچھ باہمی اختلاف ہے تو اسے مثبت اور مہذب پیرائے میں پیش کریں گے۔(4) اس معاہدہ کے بعد اگر بعض اختلافی امور کے متعلق طرفین کوئی باہمی گفتگو کرنا چاہیں تو دوستانہ ماحول اور علمی سطح پر کر سکیں گے۔(5) آج کے بعد ہم باہمی دوستانہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری کر دیں گے اور اسے جاری رکھیں گے اور ایسے مواقع کو ضائع نہیں کریں گے۔ان شاء اللہ العزیز اس معاہدے پر علماء کرام کے دستخط موجود ہیں۔اس معاہدے کا کیا ہوا اس کے بارے میں ایک محرک مولانا شبیہ الحسنین محمدی مرحوم کے ایک مضمون سے اقتباس برائے مطالعہ پیش ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ" میں جب پنجاب میں آیا تو خالصیوں اور شیخیوں کا نزاع عروج پر تھا۔منابر و اخبارات میں خوب ایک دوسرے کے خلاف لے دے ہو رہی تھی۔میں نے کوشش اور اپنے اثرات استعمال کر کے جھنگ میں دونوں گروہوں میں صلح کرا دی۔مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم اور مولانا محمد حسین صاحب ڈھکو از راہ نوازش اپنے رفقاء کے ساتھ شریک جلسہ ہوئے تھے اور یہ طے ہو گیا تھا کہ منبر اور اخبارات میں ایک دوسرے کے خلاف تنقید نہیں کی جائے گی۔میں بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مولانا محمد بشیر انصاری نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور اخبارات میں بیان بازی شروع کر دی۔مولانا محمد حسین ڈھکو اور مولانا سید صادق علی شاہ صاحب نے مجھے متوجہ کیا، میں نے مولانا محمد بشیر انصاری کو تحریراً توجہ دلائی تو وہ معذرت کے لیے تیار نہ ہوئے اور خود میرے خلاف محاذ کھڑا کر لیا۔مولانا محمد حسین ڈھکو اور علامہ مرزا یوسف حسین صاحب آج تک اس معاہدے کے پابند ہیں۔خدا ان کو جزائے خیر دے۔" آج کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ملت کے دردمند پیش رفت کریں اور تمام گروہوں کو یکجا بیٹھا کر مذکورہ بالا معاہدے کی تجدید کریں۔اگر محسن ملت علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم اس دور میں ہوتے تو تمام تر کام چھوڑ کر اس اہم کام کو انجام دے کر چین پاتے۔آج

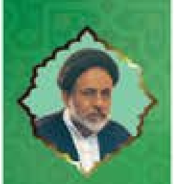

محسن ملت کے وارثوں کو اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ منصوبہ بندی 1980ء میں معرکہ اسلام آباد کے بعد حکومت سے جو معاہدہ طے پا گیا تھا کہ قانون سازی میں فقہ جعفریہ کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ سنا ہے کہ قائد ملت علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم اس پر مطمئن تھے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا ہدف پورا ہوگیا ہے مزید اس میں پیش رفت کی ضرورت نہیں ہے نیز آپ پر بیماری کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ آخر یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ اس کے برعکس ملت کے مستقبل کے بارے میں سوچنے والے لوگ بھی موجود تھے جو چاہتے تھے کہ یہ تحریک ایک ہمہ جہت امور کو انجام دے۔ اس بات کا احساس محسن ملت کو تھا۔ آپ نے ایک ٹیم بنائی جس کے ذمے تھا کہ وہ تحقیق و تجزیہ کے بعد ملت کی ضروریات کے مطابق منصوبہ بنائیں۔ اس میں ابتداء میں ڈاکٹر محمد علی نقوی شہید، سید امجد علی کاظمی ایڈووکیٹ، احمد رضا خان اور بعد ازاں اس میں ثاقب اکبر اور مقصود حسین گل شامل ہو گئے تھے۔ محمد عشرت رضا، شہزادہ علی ذوالقرنین بطور معاون کام کرتے رہے۔ 1983ء میں کام شروع کیا اور ایک سال سے زائد عرصہ اس ٹیم نے کام کیا۔ ملک بھر کا سروے کیا گیا، ملکی و غیر ملکی تنظیموں و اداروں کا مطالعہ کیا گیا، کئی شخصیات سے مشاورت کی گئی۔ جب یہ مسودہ تیار ہو گیا تو اسے محسن ملت کو پیش کیا گیا۔ محسن ملت نے اس میں سے مدارس کی تاسیس و تعمیر کا اپنے ذمے لیا۔ باقی تجویز کردہ پلاننگ پر اظہار پسندیدگی کیا۔ اس منصوبے کو مرتب کرنے والی ٹیم میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک کی رائے تھی کہ اس منصوبہ پر عمل درآمد کے لیے کثیر سرمایہ درکار ہے۔ اس لیے اس پر عمل درآمد ہونا ممکن نہیں جب کہ اس کے برعکس رائے یہ تھی کہ کام شروع کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ اس کے علاوہ ملت کی اکائیاں متحد و متفق نہیں تھیں۔ اس منصوبے کے بعض اجزاء پر شہید علامہ عارف حسین الحسینی رح کے دور میں عمل ہوا، جس میں سیاست میں وارد ہونا اور شعبہ جاتی تنظیموں کی تشکیل پانا ہے۔ اسی طرح تعلیم کے میدان میں بھی جزوی پیش رفت کی گئی۔ اس سارے عمل کے اخراجات و سرپرستی علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم نے کی۔

حق سچ پر موقف محسن ملت اپنا موقف بغیر کسی لگی لپٹی کے اپنی رائے دیا کرتے تھے۔ اس لیے لوگ آپ کے بارے میں تذبذب کا شکار رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے جس کو حق سچ سمجھا اسے اپنایا۔ ایک موقف آپ نے علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم کے حوالے سے ذاکر صفدر ڈوگر مرحوم کو دیئے گئے انٹرویو میں دیا تھا۔ خواہش مند وہ انٹرویو تلاش کر کے پڑھ لیں۔ علامہ سید عارف حسین الحسینی کا بطور قائد منتخب کرنے کی آپ کی ہی تجویز تھی۔ آپ نے اپنے انتخاب کا ہمیشہ خیال رکھا۔ ہر طرح سے تعاون کیا اور مخالفین کے سامنے سپر بنے رہے۔ اس طرح دوطرفہ تیر اندازوں کا نشانہ بھی بنے۔ آپ نے ہمیشہ شہید علامہ عارف حسین الحسینی رح کو قائد ملت کہہ کر پکارا اور لوگوں کو بھی تلقین کرتے کہ وہ عزت و احترام کو ملحوظ رکھیں۔ آپ نے شہید کی تصویر کو جامعہ المنتظر میں آویزاں کروایا جب کہ لاہور سے باہر ایک مدرسے سے شہید کی تصاویر کو اتار دیا گیا تھا۔ یعنی ایسے لوگ موجود تھے جو نا علامہ حسینی کی قیادت مانتے تھے اور نا محسن ملت کی بات مانتے تھے۔ گو کہ بہت سے واقعات کا ذکر کیا جا سکتا ہے مگر جو مصلحتیں اس وقت درپیش تھیں وہی آج بھی دامن گیر ہیں۔ میری نظریہ میں دونوں شخصیات مظلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ بھی وقت کا تقاضا ہے کہ ان کے دوستوں میں اضافہ کیا جائے۔ مدارس کی سند گو کہ وفاق المدارس شیعہ کے اجلاس 1958ء سے ہو رہے تھے۔ جوں جوں مدارس کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو اجلاسوں کا حجم بڑھتا گیا۔ جنرل ضیاء نے مدارس دینیہ کو مین سٹریم میں لانے کے لیے، مدارس کی سند کو اعلیٰ تعلیم سند قرار دینے کے تمام مسالک کے علماء کی کمیٹی بنائی گئی جس میں اہل تشیع کی طرف سے مولانا شبیہ الحسنین محمدی مرحوم نمائندگی کر رہے تھے۔ کمیٹی نے طے کیا کہ ہر مسلک کے دو دو نمائندے ہونے چاہئیں۔ یوں انہوں نے محسن ملت کا نام بطور رکن پیش کیا، اس طرح آپ اس کمیٹی کے رکن بن گئے۔ اس کمیٹی نے مدارس کا نصاب طے کیا اور ہر مسلک کے وفاق کو سند جاری کرنے کا اختیار دیا جو ایم اے عربی و ایم اے اسلامیات کے برابر ہوگی۔ اس سے مدارس کے فارغ التحصیل طلاب کو باعزت روزگار میسر آنے لگے۔ سلطان الافاضل ڈگری وفاق المدارس شیعہ کے لیے منظور ہوئی۔ اس کمیٹی میں آپ کی کارکردگی کے ثمرات ابھی تک وصول ہو رہے ہیں۔

آپ کی یاد بڑی شخصیت آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ ہوتی ہے۔ محسن ملت اس کی بین مثال ہیں۔ جس طرح آپ کے آثار و افکار کو جمع و ترویج کیا جانا تھا وہ نہیں ہو سکا۔ اس حوالے سے کسی کو الزام دینے کے بجائے ہم سب کو اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ گو دیر سہی مگر خیر کے کام کا آغاز ہوا ہے۔ گزشتہ سال آپ کی برسی پر لاہور میں ایک سیمینار منعقد ہوا، جس میں آپ کے چاہنے والوں نے خطاب کیا۔ اس سال افکار العارف خصوصی نمبر شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرح آپ کی مکمل اور جامع سوانح عمری بھی لکھی جائے گی۔ قطرے قطرے سے دریا بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

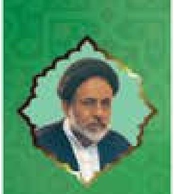

میں اپنے شوہر کی عزت و عظمت پر فخر نہیں، شکر کرتی تھی۔

گفتار: اہلیہ علامہ صفدر حسین نجفی
تحریر: کاظم علی گجراتی

میری تعلیم میٹرک، ایس وی تک ہے اور میں ملتان کے ایک ہائی سکول میں بطور معلمہ کام کرتی تھی۔ علامہ صاحب کی پہلی شادی مولانا سید امیر حسین نقوی مرحوم کی ہمشیرہ سے ۱۹۵۳ء میں قیام نجف کے دوران ہوئی تھی۔ پھر ۱۵ سال بعد ان محترمہ کی اجازت سے انہوں نے ۱۹۶۸ء میں مجھ سے نکاح فرمایا۔ میرا اور ان محترمہ کا ساتھ ۲۱ سال تک رہا، لیکن ہم دونوں کے درمیان کبھی کوئی بدمزگی اور رنجش پیدا نہ ہوئی، وہ مجھ پر شفقت کرتیں اور میں ان کا احترام کرتی رہی یہاں تک کہ ۱۹۷۹ء میں وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

علامہ صاحب کے ہاں آ کر مجھے کسی نئی صورت حال کا سامنا نہیں ہوا، کیونکہ میری پرورش دینی ماحول میں ہوئی تھی اس لیے اختلافِ مزاج نہ تھا اور بطور معلمہ پابندی وقت کی پختہ عادت کے باعث یہاں آ کر کوئی الجھن نہیں پڑی، اس کے علاوہ قدرت نے مجھے تحمل عطا کر رکھا تھا، لہٰذا میاں بیوی کی باہمی کشمکش کا کبھی موقع ہی نہ آیا۔

شادی سے تین ماہ بعد میرے تمام قیمتی پارچات چوری ہو گئے، علامہ نے مجھے رقم دی کہ ویسے ہی ملبوسات دوبارہ خرید لوں۔ لیکن میں نے اعلیٰ قسم کے ملبوسات خریدنے کی بجائے اس رقم سے سمن آباد میں اپنا رہائشی مکان تعمیر کرا لیا۔

شادی کے بعد میں نے اپنے والد ماجد سید شاہ محمد سبزواری صاحب کو خط لکھا کہ میری تعلیمی اسناد حفاظت سے رکھ چھوڑیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ وہ اسناد تو محفوظ رہیں گی۔ لیکن ان کے علاوہ تمہیں شوہر کی خدمت گزاری میں سرخرو ہو کر جناب سیدہ فاطمہ زہرہؑ سے اس کی سند حاصل کرنا ہے۔ اگر تم نے وہ سند حاصل نہ کی تو تعلیمی اسناد تمہاری لیے کسی سعادت کا سبب نہ بن سکیں گی۔

علامہ صاحب کو بس صبح کے وقت غصہ آتا، جب کہ وہ جامعہ جانے کی تیاری میں ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ درس کے وقت میں کم سے کم تاخیر بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ سارا وقت خندہ روئی اور خوش دلی سے گزرتا تھا اور انہوں نے مجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔

میں مسلسل ۲۰ سال علامہ کے ساتھ رہی ہوں۔ اس طویل عرصے میں انہوں نے صرف ایک بار مجھ پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ وہ بھی اس لیے کہ میں نے علی نقی کو بال کٹوانے بھیجا تو حجام نے اس کے بال انگریزی طریقے سے کاٹ دیے۔ علامہ ناراض ہوئے تو میں نے اس کی حجامت شرعی طریقے پر بنوا دی۔

مجھے کسی چیز کے لیے علامہ صاحب سے فرمائش

کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی، کیونکہ انہوں نے سارا گھر مجھے سونپ رکھا تھا۔ وہ گھر کے معاملات میں سوال و جواب کے ذریعے مجھے پریشان نہیں کرتے تھے اور میں اندرونِ خانہ رہتے ہوئے ہر طرح سے بااختیار تھی۔ اگرچہ میں پہلے ہی سے پردے کی بڑی پابند تھی۔ پھر بھی علامہ صاحب شرعی پردے کے معاملے میں بہت سخت گیر تھے اور خود ان کے بھائی بھی اندر نہ آسکتے تھے۔

علامہ مرحوم کھانے پینے میں اپنی پسند کبھی نہ بتاتے اور اگر کوئی ایسی چیز پکی ہو جو انہیں مرغوب نہیں، تو اسے خاموشی سے چھوڑ دیتے تھے۔ انہوں نے زندگی بھر گھر میں کوئی خاص چیز پکانے کی فرمائش نہیں کی اور پھر مجھے اس معاملے میں کبھی پریشان بھی نہیں کیا۔

جب علامہ مرحوم توضیح المسائل امام خمینی کا اردو میں ترجمہ کر رہے تھے تو میں ان کے قریب بیٹھ کر ساتھ کے ساتھ اسے پڑھتی رہتی تھی ایک روز میں اپنے کام کاج میں مصروف تھی اور وہ بدستور لکھنے کا کام کرتے رہے، اگلے دن جو دیکھا تو وہاں مجھے ان کی لکھی ہوئی وصیت مل گئی۔ میں ان کی وصیت دیکھ کر حد سے زیادہ غمگین ہو رہی تھی کہ اتنے میں میرے والد آگئے۔ میں نے ان سے تو اس کا تذکرہ نہ کیا، لیکن جب میرے بھائی مولانا بختیار الحسن سبزواری آئے تو میں نے انہیں وصیت کے بارے میں بتایا۔ وہ کہنے لگے کہ اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں، یہ تو سب ہی لوگ لکھتے ہیں اور لکھنی بھی چاہیے۔ تاہم شام ساڑھے چار بجے علامہ صاحب حافظ محمد سبطین کے ہمراہ گھر آگئے تو پھر میری جان میں جان آگئی۔

علامہ صاحب نے کوئٹہ میں محرم پڑھا تو وہاں سے ان کو تین ہزار روپے نذرانہ ملا، تو وہ رقم آپ نے حج کے لیے مخصوص کر دی، مگر تین مختلف اشخاص نے ایک ایک ہزار روپے ان سے اس وعدے پر قرض لے لیا کہ حج کے موقع پر واپس کر دیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ ایام حج آگئے اور ان لوگوں نے حسب وعدہ قرض واپس نہ کیا چونکہ شرعاً آپ پر حج واجب ہو چکا تھا، اس لیے ۱۹۷۱ء میں آپ کسی نہ کسی طرح اس مبارک سفر پر روانہ ہو گئے مگر آپ نے کسی کو اپنی روانگی کی اطلاع نہ دی۔ حتیٰ کہ خود ہم اہلِ خانہ کو بھی اس کا علم نہ تھا چنانچہ آپ دو جوڑے کپڑے، احرام اور ایک مختصر سا بستر لے کر بڑی خاموشی کے ساتھ چل دیئے۔ جب فریضہ حج ادا کر کے وطن لوٹے تو بھی کسی کو اپنے آنے کی خبر نہ دی اور ایک رات ۱۲ بجے کے قریب دروازہ آن کھٹکھٹایا۔ جب دروازہ کھولا گیا تو علامہ صاحب کندھے پر بستر اور ہاتھ میں آبِ زم زم کا کنستر لیے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔

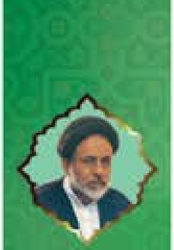

علامہ صاحب نے ساری زندگی مال خمس لے کر گھر کے اخراجات میں نہیں لگایا۔ ایک بار کسی شخص نے آپ کو ایک دری اور دو چادریں تحفے کے طور پر دیں۔ بعد میں بتایا کہ وہ چیزیں خمس کی ہیں۔ آپ نے فوراً اسے سو کا نوٹ دیا اور پھر اس نے ان کی قیمت ۸۵ روپے کاٹ کر ۱۵ روپے آپ کو واپس کر دیے۔

جب آپ امام خمینی کی ملاقات کے لیے سیٹھ نوازش علی کے ساتھ فرانس گئے تو اپنا ذاتی ٹکٹ خریدا تھا حالانکہ سیٹھ صاحب ہمراہ تھے اور وہ آپ کی ہر ضرورت پوری کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

علامہ صاحب کی شریکۂ حیات ہوتے ہوئے میں ان کی عزت و عظمت پر فخر نہیں شکر کرتی تھی۔ ان کی رحلت کے بعد میں شدید تنہائی کا احساس کرتی ہوں۔ سب کا اور ہمارا رازق خدائے تعالیٰ ہے اور ہم اسی پر توکل کیے ہوئے ہیں۔ تاہم علامہ مرحوم نے ہمیں اپنے حالات پر صابر و شاکر رہنے کا جو درس دیا ہے۔ ہم اُسے کبھی نہیں بھولیں گے۔ انہوں نے ہمیں مشکلوں کا مقابلہ کرنے اور مشکلوں میں جینے کا عادی بنایا۔ آج سے ۸ سال پہلے انہوں نے اپنے سب بچوں سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے سرپرست امام خمینی ہیں، لیکن افسوس کہ خود علامہ سے پہلے ہمارا وہ سہارا ٹوٹ چکا ہے۔

مولانا صفدر حسین نجفی

بزبان الحاج سیٹھ نوازش علی ساعتی (مرحوم)

خادمِ مکتب اہلبیتؑ نوازش علی ساعتی سے خصوصی مصاحبہ کا احوال

مصاحبہ کار: توقیر ساجد کھرل

علامہ صفدر حُسین نجفیؒ فرماتے تھے" اگر شیخ نوازش علی جیسے چند اور مخلص، بے لوث اور خادم مذہب و دین افراد ہوتے تو میں پاکستان بھر میں گلی اور امامیہ مدارس کا جال بچھا دیتا"

محسن ملت تشیع الحاج سیٹھ نوازش علی ساعتی نے اندرون و بیرون ملک درجنوں مدارسِ دینیہ و مساجد کے بانی و معاون سینکڑوں مذہبی کتب کے ناشر اور محسن ِملت علامہ سید صفدر حسین نجفی و دیگر علماء اعلام کے شانہ بشانہ مکتب اہلبیت علیہم السلام کی خدمت کرتے رہے۔آپ جامعہ المنتظر کے منیجنگ ڈائریکٹر تھے۔

حدیث رسول ﷺ ہے: عالم بنو یا طالب علم بنو یا ان سے محبت کرنے والے بنو یا ان کی اتباع کرنے والے بنو اور پانچویں نہ بننا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔حدیث مبارکہ پہ عمل کرتے ہوئے علمائے کرام کے ہم نشیں الحاج نوازش علی (مرحوم) نے سعادت اور خوشبختی کا راستہ چُنا۔آپ نے علمائے کرام کی ہم نشینی اختیار کی جوعین عبادت اور کئی سال کے تفکر سے بہتر ہے۔طلابِ دینی کی خدمت، دینِ مبین کی ترویج، مسلکِ اہلبیتؑ کے فروغ کے لئے دامے درمے قدمے سخنے کی مثالی معاون ثابت ہوئے۔آپ قرآن کریم کی آیت مبارکہ اور ارشادِ حق" نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو" پہ تاحیات قائم رہے۔محسن ملت علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم اعلی اللہ مقامہ کے زندگی نامہ میں خدماتِ کی بات کی جائے تو اُن کے باوفا ساتھی شیخ نوازش علی کے ذکر کے بغیر موضع ادھورا لگتا ہے۔علامہ صفدر حُسین نجفیؒ فرماتے تھے" اگر شیخ نوازش علی جیسے چند اور مخلص، بے لوث اور خادم مذہب و دین افراد ہوتے تو میں پاکستان بھر میں گلی اور امامیہ مدارس کا جال بچھا دیتا"۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیخ نوازش علی نے دین کے طلبہ اور علمائے کرام کی بے لوث خدمت کرتے ہوئے مالی، اخلاقی طور پہ ہر ممکن طور پہ خدمت کی۔آپ نیک بخت، خدمت گزار، دین سے بے انتہا محبت کرنے والے اور خدمت دین میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے۔مومنین کی حالیہ اور مستقبل کو مد نظر رکھتے ہوئے بنیادی کاموں کو انجام دینا اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔مرحوم نے طلاب علوم دینیہ، مفلس نادار مومنین اور یتیموں کے لئے بے لوث خدمات انجام دیں۔ان کی ایک ایک سانس صدقہ جاریہ رحمت خدا کے حصول کا سبب بنی۔

27 ستمبر 2018 کو لاہور میں اُن کی رہائش گاہ پہ نوجوان صحافی توقیر ساجد کھرل نے مصاحبہ کیا، اُن سے دریافت کیا کہ علامہ صفدر حسین نجفیؒ مرحوم سے ان کا مخلصانہ تعلق کیسے قائم ہوا۔مزید ان سے یہ بھی دریافت کیا کہ پیرس میں آپ کی انقلاب اسلامی ایران سے قبل امامِ راحل روح اللہ موسوی الخمینی سے ملاقات کیسے ہوئی نیز اُن سے کیا گفت وشنید ہوئی۔توقیر کھرل نے علامہ

صفدر حسین نجفی مرحوم کے یومِ وفات کے موقع پر ماہنامہ افکارِ العارف کے خصوصی نمبر کے لئے مرحوم شیخ نوازش علی ساعتی کا مصاحبہ قلمبند کیا ہے جو قارئین کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

آپ 1935 میں پیدا ہوئے۔ شیخ نوازش علی مرحوم پاکستان میں مکتب جعفریہ کے سب سے بڑے دینی مدرسہ جامعۃ المنتظر لاہور کے بانی معاونین میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ہم تین بھائی ہیں جب ہم نے لاہور میں کاروباری سرگرمیوں کا آغاز کیا تو پروردگار نے ہمیں بہت نوازا ہم نے نیکی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

1960 میں جب جامعۃ المنتظر کی طرف سے ٹرسٹ میں مینیجنگ ڈائریکٹر کا عہدہ سونپا گیا تو پہلی بار علامہ صفدر حسین نجفیؒ سے ملاقات ہوئی۔ مجھے حکم ہوا کہ آپ ٹرسٹ کا عہدہ قبول کرلیں تو میں نے عرض کی کہ میں آ ''پ سب میں سب سے کم عمر ہوں کسی اور کو معین کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تین بار استخارہ کیا ہر بار آپ کا نام آیا اس لئے آپ مینجنگ ڈائریکٹر ٹرسٹ ہوں گے۔ میں نے اسے خدا کی طرف سے خصوصی توفیق سمجھتے ہوئے قبول کیا۔

سماجی امور کے ساتھ ہم نے دین کی ترویج کے لئے خدمات کا ایک نئے عزم سے آغاز کیا۔ علامہ صفدر حسین نجفیؒ نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم کی غرض سے ایران بھیج دیا اور ان کے قیام و طعام کا انتظام ہم نے اپنے گھر میں کرتے ہوئے ان کے لئے ایک کمرہ مختص کیا جہاں وہ علمی و دینی کاوشوں کے لئے دن رات سرگرم عمل رہتے تھے اسی گھر میں قیام کے دوران قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی اور دیگر کتب کا تحقیقاتی و تخلیقی کام انجام دیا۔ علامہ مرحوم کے بعد ہم نے دینی و سماجی خدمات کو ترک نہیں کیا، آلِ عمران سکول، فلاحی ادارہ خواجگان، ادارہ معین السادات کے لئے خدمات کو تاحیات جاری رکھیں گے۔ یہ خدمات دراصل علامہ مرحوم کی تربیت کی بدولت اور ان کی معاونت سے ہی انجام دی جاتی رہی ہیں جسے میں زندگی کے آخری دم تک جاری رکھوں گا۔ وہ دین کی خدمت کے لئے ارادہ ظاہر کرتے اور ہم فرمانبرداری کے لئے پیشِ خدمت ہوتے تھے۔ علامہ مرحوم کی خواہش تھی کہ جامعۃ المنتظر میں درسِ خارج کا اہتمام کیا جائے جس کے لئے عالم باعمل کی خدمات حاصل کی جائیں۔ جس کے لئے میں نے نجف الاشرف کا سفر بھی کیا اور امام خمینی سے بھی ملاقات کی۔ وہ جامعہ کو ایک مثالی درسگاہ بنانے کے لئے پرعزم تھے۔ علامہ صفدر حسین نجفی کی یہ خواہش تھی کہ عوام الناس میں مطالعہ کے شوق کو بڑھایا جائے اس غرض سے انہوں نے کئی کتب کا ترجمہ بھی کیا۔ مصباح القرآن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا درجنوں کتب کا ترجمہ کیا گیا۔ ادارہ مصباح القرآن کے تحت اخلاقی اور دینی کتب شائع کی گئیں، اس ادارے کے قائم کرنے کا ایک ہدف یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کی تفسیر کی جائے جس کے لئے ہم نے ایران میں مجتہدین اور علمائے کرام سے ملاقات کی تاکہ اس امر کا تعین کیا جائے کہ کونسی تفسیر کی جائے۔ بالآخر تفسیر نمونہ کا ترجمہ کا فیصلہ کیا گیا انہوں نے دِقت اور دلجمعی کے ساتھ تفسیر کا ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ پاکستان میں بہترین تفاسیر میں سے ایک ہے۔ اس وقت تفسیر کی 27 جلدیں منظر عام پر آئی تھیں مولانا مرحوم نے شبانہ روز محنت کرتے ہوئے 27 جلدوں پہ مبنی تفسیر کا ترجمہ مکمل کیا۔ علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم کا ایک ویژن تھا کہ پاکستان بھر میں پشاور سے کراچی تک ہر 70 میل کے فاصلہ پر ایک امامیہ مدرسہ ہونا چاہئے۔ اس غرض سے انہوں نے پاکستان بھر میں سفر کیا اور جس کے نتیجے میں 24 مدارس کی تشکیل کے لیے عملی کاوشیں کیں۔ یہ مدارس اب بھی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ جہاں بھی مدرسہ بناتے وہاں ایک ٹرسٹ قائم کرتے جس میں مقامی افراد کو شامل کرتے مخیر حضرات کی مدد سے مدارس کے تمام امور جاری رہتے تھے ان کے منظم منصوبے کے تحت ان کی وفات کے بعد بھی تمام مدارس خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ملی امور میں بھی دلچسپی رکھتے تھے وہ مکتب اہلبیت سے جڑے ہر فرد کو ملت کے مقدر کا ستارہ گردانتے ہوئے وحدت کی لڑی میں پرونا چاہتے تھے۔ وہ قوم کی قیادت کے طور پہ خود کو پیش کرتے تو قرآن کریم کی تفسیر ادھوری رہ جاتی۔ اردو میں 2 سو سال میں قرآن کریم کی کوئی تفسیر موجود نہیں تھی الحمد للہ علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم نے دن رات محنت کرتے ہوئے اسے یقینی بنایا۔

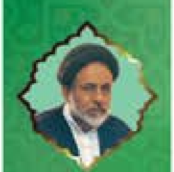

نوازش علی ساعتی سے امام خمینی سے پیرس میں ملاقات کے بارے میں

دریافت کیا تو بتایا کہ مولانا صفدر نجفی نے امام خمینی کے حکومتِ اسلامی پہ دس دروس پہ مبنی کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔ وہ ہمیشہ امام خمینی کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے تھے۔ کتاب کا ترجمہ سے قبل وہ امام خمینیؒ سے شناسا تھے اور ان کے دروس میں شریک ہوا کرتے تھے مگر کتاب کے ترجمہ کے بعد امام خمینی سے ان کا روحانی تعلق بڑھ گیا۔ بعد ازاں امام خمینی کی توضیح المسائل کا ترجمہ بھی مولانا مرحوم نے کیا۔ جب مولانا مرحوم ایران کے سفر پہ جاتے تو شاہِ ایران کے دورِ حکومت میں پولیس انتظامیہ کی طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تو کسی نوجوان نے انہیں سمجھایا کہ یہ انقلاب کے دشمن نہیں بلکہ پاکستان کے خمینیؒ ہیں انہیں تنگ نہ کیا جائے۔

جہاں تک پیرس میں ملاقات کی بات ہے تو امام خمینیؒ جب عراق سے پیرس پہنچے تو ہم پاکستان سے برمنگھم میں مولانا امیر حسین شاہ مرحوم کی خدمت میں پہنچے وہاں سے پیرس کا ویزہ حاصل کر کے ہم تینوں نے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ سے پیرس میں ملاقات کی۔ جس روز ہماری امام خمینیؒ سے ملاقات ہوئی یہ وہی دن تھا جس روز شاہِ ایران ملک چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور ایرانی اخباروں نے سرخی جمائی تھی" شاہ رفت " یہ پر مسرت لمحات تھے اور ہم امام خمینی کے محضر میں تھے۔ شاہ کے جانے پر امام خمینی نے خصوصی دعوت کی ہم سب نے گمان کیا کہ آج شاید خصوصی دسترخواں سجے گا لذیذ کھانے ہوں گے لیکن دسترخوان پہ فرانس کی روایتی روٹی اور مسور کی دال کھانے میں پیش کی گئی تھی۔ شاہِ ایران کے جانے پر یہ طے نہیں ہوا تھا کہ امام خمینی اب ایران جائیں گے یا کسی اور ملک۔ اسی اثناء میں علامہ صفدر نجفی مرحوم نے انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی جس پہ انہوں نے خاموشی اختیار کی ہم نے بھی اصرار نہیں کیا۔ بعد ازاں وہ ایران روانہ ہوئے اور انقلاب اسلامی کا انفجارِ نور ہوا۔ ہماری پیرس میں امام خمینی سے دو بار ملاقات ہوئی تھی ملاقات کرنے والوں کا جم غفیر تھا وہ اپنے امور میں مشغول نظر آرہے تھے۔ وفود اور میڈیا نمائندگان کو انٹرویوز کے لئے سوالات کے جواب بھی دیتے رہے۔ اس موقع پر ہم نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے لئے پیغام ہے تو امام خمینی نے فرمایا" میں اسلام کی خدمت کے لئے نکلا ہوں طلباء امامیہ بھی اسلام کی خدمت کریں"۔

نوازش علی ساعتی نے شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی سے مولانا صفدر نجفی اور اپنے تعلق کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ مولانا صفدرؒ کے توسط سے ہمارا بھی شہید ڈاکٹر سے گہرا تعلق تھا وہ گویا ہمارے خاندان کے ایک فرد تھے۔ میں الفاظ میں شہید سے مخلصانہ تعلق کو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کا مولانا مرحوم سے قلبی و روحانی لگاؤ تھا۔ مولانا مرحوم کی زندگی کے آخری ایام میں شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی ان کے ساتھ کمرہ میں استراحت کرتے تھے تاکہ بیماری کے عالم میں انہیں کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جس دن علامہ صفدر حسین نجفی مرحوم کی رحلت ہوئی اس روز ڈاکٹر محمد علی نقوی شہید ان کے پاس موجود تھے اور میں نے انہیں بستر پہ پشت پہ سہارا دیا ہوا تھا کہ اچانک شہید نقوی نے با آواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد کیا۔ یوں مولانا مرحوم کی روح دارِ فنا سے دارِ بقا منتقل ہوگئی۔ شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی نے علامہ صفدر حسین نجفی کی وفات پر بہت گریہ کیا تو کسی جوان نے کہا آپ آج بہت اداس ہیں جواب میں کہا مولانا صفدر حسین نجفی نے میری دینی تربیت کی وہ میرے روحانی باپ تھے جو دل کے جتنا قریب ہوتا ہے اس کے انتقال پہ اتنا ہی دکھ اور غم ہوتا ہے"۔

9 نومبر 2020 کو شیخ نوازش علی ساعتی نے ہزاروں سوگواروں کو روتا چھوڑ کر دارِ فانی سے دارِ ابدی کی طرف انتقال کیا۔ آپ کا نماز جنازہ جامعہ المنتظر لاہور میں ادا کیا گیا۔ آپ کے انتقال پر لاہور کے علاوہ نجف الاشرف اور قم المقدس میں مجالس ترحیم کا خصوصی انعقاد کیا گیا۔

(لاہور میں مرحوم و مغفور شیخ نوازش علی سے مصاحبہ کی ریکارڈنگ کے دوران شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کے فرزند ڈاکٹر دانش نقوی، برادر عظیم سبزواری بھی ہمراہ تھے۔ ملاقات کے آخر میں مرحوم نوازش علی ساعتی نے صحافی توقیر ساجد کھرل کو قلم بطور تحفہ پیش کرتے ہوئے فرمایا آپ صحافی اور طالب علم ہیں اس لئے تحفہ میں قلم نوجوانوں کو بطور خاص دیتا ہوں)۔

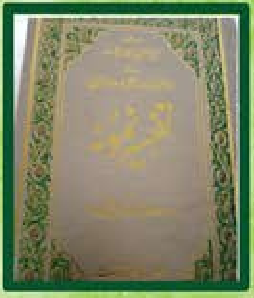

تفسیر نمونہ کا اُردو ترجمہ
مولانا صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کا عظیم کارنامہ

نور الھدیٰ مرکز تحقیقات (نمت) اسلام آباد

سید میز الحسن موسوی

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے اُن اولعزم علمائے دین میں سے تھے جن کی علمی و دینی اور قلمی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ قلمی میدان میں انتھک انسان تھے۔ اُنھوں نے بہت سی دینی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ سیرت معصومین علیہم السلام سے لیکر اخلاقیات اور قرآنیات میں اُنھوں نے جس کتاب کو بھی دیکھا کہ اس کا ترجمہ ضروری ہے فوراً اس کام کو شروع کردیا۔ وہ ایک مخلص اور انتھک انسان تھے۔ دینی مدارس کی تاسیس ہو یا دینی کتب کے ترجمے کا کام ہو وہ جس چیز کو بھی قوم وملت کے لیے مفید سمجھتے پورے خلوص کے ساتھ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے۔

شیخ مفید ؒ اور شیخ عباس قمی ؒ کی سیرت معصومین کی کتابوں کا ترجمہ سیرت کے باب میں اُن کی بہت بڑی خدمت ہے، لیکن تفسیر نمونہ کی ستائیس جلدوں کا ترجمہ قرآن فہمی کے میدان میں اُردو دان طبقے کے لئے اُن کی ایک عظیم خدمت ہے۔ اس تفسیر سے نہ صرف شیعہ طبقہ ہی فائدہ حاصل کر رہا ہے بلکہ بہت سے اہل سنت علماء اور عوام میں بھی یہ تفسیر مقبول ہے۔ گوکہ ہمارے بہت سے قدیم وجدید علماء نے اُردو میں تفاسیر بھی لکھی ہیں اور قرآن فہمی میں اُن کا کام بہت قابل قدر ہے۔ لیکن جوان طبقے میں قرآن فہمی میں جو کردار تفسیر نمونہ کے ترجمے نے کیا ہے وہ شاید کسی اور تفسیر نے نہیں کیا۔ چونکہ یہ فارسی زبان میں بھی عوام کے لئے عام فہم تفسیر کے عنوان سے ایک مقبول تفسیر ہے اور اس کے مؤلف اور اُن کے ساتھیوں کا مقصد بھی اس تفسیر کے ذریعے عوام میں قرآن فہمی کو عام کرنا تھا۔ لہذا اُردو میں بھی اس کے ترجمے نے بہت حد تک اس مقصد کو پورا کیا ہے۔

اس لحاظ سے یہ اُردو طبقے میں قرآن فہمی کو عام کرنے میں شیعوں کی سب سے اہم تفسیر سمجھی جاتی ہے اور یہ مولانا صفدر حسین نجفی مرحوم کا بہت عظیم کارنامہ ہے۔ ہم نے تفسیر نمونہ کا تعارف علمی وتحقیقی جریدے نور معرفت کے چودھویں شمارے میں لکھا تھا جس کو مختصر سے ردوبدل کے ساتھ ماہنامہ العارف کے اس خصوصی نمبر کے لیے دوبارہ پیش کیا جارہا ہے۔ چونکہ یہ خصوصی شمارہ مولانا سید صفدر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ کی علمی و دینی خدمات کے بارے میں شائع کیا جارہا ہے۔ لہذا اس میں تفسیر نمونہ کا علمی تعارف ضروری ہے۔

اُردو میں اس کی پہلی جلد کا ترجمہ ۲۲ شوال ۱۴۰۲ ہجری بمطابق ۱۲، اگست ۱۹۸۲ء کو تکمیل ہوا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۴ ہجری کو حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جس کے بعد اس کی دوسری جلدیں بھی تسلسل کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہیں۔ اُردو میں پہلے یہ تفسیر ۲۷ جلدوں میں ہی شائع ہوئی ہے، لیکن بعد میں ۱۵ جلدی ایڈیشن بھی بازار میں آگیا ہے۔ ذیل میں اس مقبول عام تفسیر کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

عصر حاضر کی تفاسیر میں سے ایک اہم اور مقبول ترین تفسیر ''تفسیر نمونہ'' ہے۔ یہ

تفسیر آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی مدظلہ نے حوزہ علمیہ قم کے چند فاضل علماء کے تعاون سے فارسی زبان میں ۲۷ر جلدوں میں تالیف کی ہے۔اس تفسیر نے دنیا بھر کے قرآن دوستوں میں خاصی مقبولیت حاصل کی ہے اور دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں قرآن کا مطالعہ کرنے والوں کی توجہ کا مرکز بنی ہے۔ یہ تفسیر عصر حاضر کی نوجوان نسل کی علمی وفکری اور معنوی وقرآنی معرفت کی پیاس کو بجھانے کے لیے تالیف کی گئی ہے اور اس میں اخلاق وتربیت کے حوالے سے اسلامی نظریات وافکار کو عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی اور ان کی ٹیم نے یہ تفسیر لکھ کر عصر حاضر کی نوجوان نسل کی علمی ومعنوی پیاس بجھانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔خصوصاً انقلاب اسلامی ایران کے بعد نوجوانوں میں قرآن اور اسلامی معارف کو سمجھنے کی جو پیاس محسوس کی جارہی ہے،اسے بجھانے کے لئے یہ تفسیر بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے اور اس نے قرآن فہمی کے میدان میں ایک بہت بڑے خلاء کو پُر کیا ہے۔اگر یہ تفسیر نہ ہوتی تو شاید عام لوگوں کے لئے قرآن فہمی کے سلسلے میں بہت بڑا خلاء محسوس کیا جاتا ہے۔چونکہ یہ تفسیر دنیا کی جس زبان میں بھی ترجمہ ہوئی ہے،اس نے قرآن دوست عوام کے ایک بڑے طبقے کو اپنی جانب راغب کیا ہے اور قرآن فہمی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اردو زبان میں بھی اس تفسیر کا ترجمہ،ایران میں اسلامی انقلاب کے عروج کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا جس کی وجہ سے اردو سمجھنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی اور بہت جلد اس تفسیر نے عام وخاص کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی تھی۔اس مقبولیت کی بنا پر اس تفسیر کا تفصیلی تعارف ضروری سمجھا گیا ہے۔

تفسیر نمونہ کی تالیف کا محرک

اس تفسیر کے مقدمے میں آیت اللہ مکارم مدظلہ اپنے اس کام کے محرک کے بارے میں لکھتے ہیں: ”ہر زمانے کی کچھ خصوصیات ، ضرورتیں اور تقاضے ہوتے ہیں جو زمانے کی بدلتی ہوئی کیفیت ،تازہ مسائل اور منشاء شہود پر آنے والے نئے معانی ومفاہیم سے ابھرتے ہیں۔اسی طرح ہر دور کی اپنی کچھ مشکلات اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں اور یہ سب معاشرتی اور تہذیبی وتمدنی تبدیلیوں کا لازمہ ہوتا ہے۔کامیاب افراد اور صاحبان توفیق لوگ وہ ہوتے ہیں جو ان ضروریات اور تقاضوں کو سمجھ سکیں،جنہیں ”عصری مسائل“ کہا جاتا ہے۔

ہر زمانے کے علماء اور دانشوروں کا فریضہ ہے کہ وہ پوری چابکدستی سے ان مسائل،تقاضوں،احتیاجات اور روحانی کمزوریوں اور معاشرتی خلا کا ادراک کریں اور انہیں صحیح شکل وصورت میں پُر کریں تا کہ وہ غلط تعلیمات وافکار سے پُر نہ ہوجائیں۔ کیونکہ ہماری زندگی کے ماحول میں خلاء ممکن نہیں ہے۔مایوس اور منفی سوچ رکھنے والے حضرات کے گمان کے برخلاف جن مسائل کو میں نے اپنی سمجھ کے مطابق واضح طور پر معلوم کیا ہے اور سمجھا ہے،ان میں سے ایک نسل نو کی مفاہیم اسلام اور دینی مسائل کو جاننے کی پیاس ہے، بلکہ یہ پیاس فقط سمجھنے کی نہیں بلکہ چکھنے، چھونے اور آخر کار ان مسائل پر عمل کرنے کی بھی ہے۔

ان مسائل نے نسل نو کی روح اور وجود کو بے قرار کر رکھا ہے،لیکن یہ فطری امر ہے کہ یہ سب جواب طلب ہیں۔ان خواہشات اور تقاضوں کا جواب دینے کے لئے پہلا قدم،علمی میراث اور اسلامی تہذیب وتمدن کو عصر حاضر کی زبان میں ڈھالنا اور عالی مفاہیم کو موجودہ دور کی زبان میں موجودہ نسل کی روح، جان اور عقل میں منتقل کرنا ہے۔ دوسرا قدم، یہ ہے کہ اس زمانے کی مخصوص ضرورتوں اور تقاضوں کو اسلام کے اصولوں سے استنباط کرکے پورا کیا جائے۔ یہ تفسیر انہی دو اہداف ومقاصد کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔“

جلد چہارم کے مقدمے میں وہ مزید لکھتے ہیں:

”اس تفسیر کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ فارسی زبان میں قرآن مجید کی ایک ایسی تفسیر مہیا کی جائے جو خاص وعام کے لئے مفید ہو۔ایسی تفسیر جس کی زبان رواں ہو، جس میں پیچیدہ علمی اصطلاحات، مفسرین کے اختلافات، ادھر اُدھر کے بکھرے ہوئے اقوال کی بھرمار نہ ہو،ایک ایسی تفسیر جو مختلف علوم کی ترقی کی روشنی میں قرآن سے نئی معلومات فراہم کرسکے،جس میں تاریخی قرائن،شان نزول اور ہادیان اسلام سے نقل شدہ محکم احادیث سے استفادہ کیا جائے جو اسلامی مصادر ومنابع سے ہم تک پہنچی ہیں۔ایسی تفسیر جو تفسیر ہونے کے علاوہ، اسلام کے اصول وفروع کے بارے میں نئے سوالات، دورِ حاضر کے مسائل اور مختلف اعتراضات بھی پیش نظر رکھے اور ایسے مسائل کا حل بھی پیش کرے۔“

تفسیر کا اسلوب

عصر حاضر میں تفسیر قرآن سے لگاؤ رکھنے والے عوامی حلقوں میں تفسیر نمونہ مقبول ترین تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ یہ تفسیر قرآن کی مکمل تفسیر ہے اور ترتیبی اسلوب کے ساتھ لکھی گئی ہے جو قرآن کے آغاز سے شروع ہو کر آخر قرآن پر ختم ہوتی ہے۔

اس تفسیر کے اسلوب کو اجتہادی، تحلیلی اور عقلی اسلوب کہا جاسکتا ہے۔اس میں موجودہ دور کے جدید مسائل کو پیش کرتے ہوئے بعض آیات کی سائنسی وضاحت کی گئی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ تربیتی پہلو کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے اور اس سلسلے میں قرآنی نقطہ نظر کو پیش کیا گیا ہے۔شیعہ وسنی اختلافی مسائل میں بھی ”تقریب بین المذاہب“ کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے اور اپنا اصولی وعلمی موقف پیش کرتے ہوئے، بے جا تعصبات کو اُچھالنے سے پرہیز کیا گیا ہے اور مختلف عناوین کی مناسبت سے اہل بیت اطہارؑ کی احادیث سے بخوبی استفادہ کرتے ہوئے تفسیر قرآن میں اہل بیتؑ کی مرجعیت کو پایہ ثبوت تک پہنچایا گیا ہے۔ یہ تفسیر پندرہ سال (۱۳۹۶ سے لے کر ۱۴۱۰ ہجری) کی مدت میں لکھی گئی ہے۔

مقدمہ تفسیر

پہلی جلد پر ایک مختصر مقدمہ لکھا گیا ہے۔جس میں اس تفسیر کو لکھنے کا محرک بیان کیا گیا ہے، جس کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ تفسیر کے آغاز تفسیر کی حقیقت، تفسیر بالرائے، ہر زمانے کے مخصوص تقاضے، گروہی کام کے طریقہ کار، اس تفسیر کی خصوصیات اور منابع کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔اس کے علاوہ تفسیر نمونہ کی بعض دوسری جلدوں پر بھی تفسیری موضوعات کے بارے میں مختصر مقدمے لکھے گئے ہیں۔

آیات کی تفسیر کا اسلوب

اس تفسیر میں ہر سورہ کی تفسیر کا آغاز، اس سورہ کے نام، سورہ کے مکی و مدنی ہونے اور آیات کی تعداد کے تذکرے سے ہوتا ہے۔اور پھر اس سورہ کی خصوصیات کو چند نکات میں ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ نکات معمولاً سورہ کی فضیلت، اس کی قرائت کے ثواب اور اس کے مقام ومنزلت کے بارے میں ہیں۔ یہ حصہ زیادہ تر روایات پر مشتمل ہے۔اس کے بعد مذکورہ سورہ کے مضامین کے بارے میں خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔بعض مقامات پر سورہ کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی گئی ہے۔جس کو ایک سوال کی شکل میں پیش کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے۔مثلاً سورۂ مائدہ کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کا نام ”مائدہ“ اس لئے ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ - کے انصار کے لئے مائدہ کے نزول کا واقعہ اسی سورہ کی آیت ۱۱۴ میں ذکر ہوا ہے۔“

اس کے بعد آیات کی تفسیر شروع ہوتی ہے۔اس حصے میں سب سے پہلے ایک ہی مضمون کی کچھ آیات کو مشخص کر کے، ان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔اس کے بعد ہر آیت کے شان نزول کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کے بارے میں روایات کے سہارے بحث کی جاتی ہے۔ پھر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس حصے میں بعض تفسیری مطالب کے ساتھ اس بحث کو مکمل کیا جاتا ہے۔چونکہ خود آیات کا مضمون ہی اس کا عنوان بن جاتا ہے، لیکن بعد میں مضامین میں فرق کرنے کے لئے دوسرے عناوین سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ یہ چیز مضمون کو سمجھنے اور تفسیر کا مطالعہ کرنے میں قاری کی بہت مدد کرتی ہے۔مثلاً سورۂ مائدہ کی پہلی آیت کی تفسیر کو ”ایفائے عہد ضروری ہے“ کے عنوان سے شروع کیا گیا ہے جو آیت کو سمجھنے کے لئے قاری کے ذہن کو آمادہ کر دیتا ہے۔

آیت کی تفسیر ذکر کرنے کے بعد ”چند اہم نکات“ کے عنوان سے، بہت سے قیمتی مطالب سوال وجواب کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں۔مثلاً سورۂ مائدہ کی پہلی آیات کی تفسیر کے ضمن میں چند اہم نکات کے تحت ایک فقہی قاعدے ” اصالۃ اللزوم فی العقود“ کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، جو قاری کی فقہی معلومات میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔اسی طرح جلد اول میں صفحہ ۱۸۷ (اردو ترجمہ) پر ”قرآن اور مسئلہ شفاعت“ اور جلد اول ہی میں صفحہ ۲۹۴ (اردو ترجمہ) پر ”کیا احکام شریعت میں نسخ جائز ہے“ کے عنوان سے مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

یہ نکات: یا تو پیش کی گئی آیات سے اخذ کئے گئے ہیں یا آیات سے اخذ شدہ نتائج سے لیے گئے ہیں یا جدید مسائل اور سوالات کی آیات پر تطبیق سے حاصل ہوئے ہیں یا آیات سے مناسبت رکھنے والے علمی موضوعات پر مشتمل ہیں یا احکام شریعت کے فلسفے کو بیان کر رہے ہیں یا حدود واحکام الٰہی کا دفاع کر رہے ہیں یا پھر قرآنی آیات سے فقہی واصولی استفادہ کرنے کی غرض سے پیش کئے گئے ہیں۔

مادہ پرستوں کے نظریات کا رد

یہ تفسیر جس زمانے میں لکھی گئی ہے وہ مادہ پرستانہ نظریات کا زمانہ تھا اور نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کمیونسٹ نظریات کی طرف راغب ہو رہی تھی اور اُن کے درمیان اس قسم کے نظریات کی ترویج کی جارہی تھی۔لہٰذا اس تفسیر میں اسی قسم کے سوالات اور شبہات کے جوابات دینے کی سعی کی گئی ہے۔اسی لئے اس تفسیر میں بعض اعتقادی موضوعات میں مادہ پرستانہ نظریات اور منکرین خدا کے شبہات کو مدنظر رکھ کر جوابات دیئے گئے ہیں۔

مکتب اہل بیت کی علمی نمائندگی

تفسیر نمونہ میں اسلامی مذاہب کے درمیان تقریب اور وحدت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔لیکن یہ چیز اس بات کا باعث نہیں بنی کہ شیعہ وسنی مذاہب کے درمیان نظریاتی اور فقہی اختلافات کے بارے میں اپنے افکار وعقائد سے ہاتھ اُٹھالیا جائے اور اتحاد بین مسلمین کے بہانے اپنے اصولی موقف کو پیش ہی نہ کیا جائے۔بلکہ نظریاتی اختلاف کے بارے میں مخالفین کی نظریاتی کمزوری خصوصاً وہابی افکار کی علمی کمزوری کو واضح کرتے ہوئے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور "جدال احسن" کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔مثلاً شفاعت کے موضوع پر سورہ بقرہ کی آیت ۴۷،۴۸،۴۹ کے ذیل میں وہابیوں کے شبہات کو پیش کر کے اُن کا جواب دیا گیا ہے۔اسی طرح عقائد کے باب میں بھی مذہب اہل بیت ؑ کے عقلی ونقلی دلائل کو احسن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اسرائیلیات سے پرہیز

جن آیات میں قرآنی قصص خصوصاً انبیائے کرام کے قصے آئے ہیں،ان میں اسرائیلیات سے بچتے ہوئے مستند روایات سے قصص قرآن کی جزئیات کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔اسی ضمن میں قرآنی قصص اور تورات میں ذکر ہونے والے قصوں کا موازنہ بھی کیا گیا ہے اور توارت جیسی الٰہی کتاب کے ساتھ منسوب غیر عقلی قصوں کے نقائص کی نشاندہی کی گئی ہے۔جیسا کہ جلد اول میں" کیا قرآن تورات وانجیل کے مندرجات کی تصدیق کرتا" کے عنوان سے بہت ہی مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

تفسیر نمونہ کے حواشی

تفسیر نمونہ میں بہت سے مقامات پر مفید حواشی بھی موجود ہیں جو اس تفسیر کے مفسرین کی جانب سے اضافہ کئے گئے ہیں۔ان حواشی میں مختلف قسم کی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔مثلاً متن اور اس کے مضامین کے منابع کا ذکر بعض مطالب میں تفسیر نمونہ کی دوسری جلدوں میں رجوع کرنے کی تاکید۔بعض دوسرے تفسیری اقوال کی طرف اشارہ اور بعض لغوی یا علمی واصطلاحی توضیحات۔

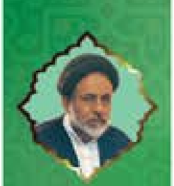

تفسیر نمونہ کی چند نمایاں خصوصیات

تفسیر نمونہ کی نمایاں خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے خود آیت اللہ مکارم شیرازی مدظلہ لکھتے ہیں:

۱۔قرآن چونکہ کتاب زندگی ہے۔اس لئے اس تفسیر میں آیات کی ادبی وعرفانی تفسیر کے زندگی کے مادی،معنوی،تعمیر نو کرنے والے،اصلاح کنندہ،زندگی سنوارنے والے اور بالخصوص اجتماعی مسائل کی طرف توجہ دی گئی ہے۔اور زیادہ تر انہی مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے جو فرد اور معاشرے کی زندگی سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔آیات میں بیان کئے گئے عنوانات کو ہر آیت کے ذیل میں نپی تلی اور مستقل بحث کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔مثلاً سود،غلامی،عورتوں کے حقوق،حج کا فلسفہ،قمار بازی کی حرمت کے اسرار،شراب،سور کا گوشت،جہاد اسلامی کے ارکان واہداف وغیرہ کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے تاکہ قارئین اس کے ایک اجمالی مطالعے کے لئے دوسری کتب کی طرح رجوع کرنے سے بے نیاز ہوجائیں۔

۳۔کوشش کی گئی ہے کہ آیات کا ترجمہ رواں،سلیس،منہ بولتا،لیکن گہرا اور اپنی نوع کے لحاظ سے پرکشش اور قابل فہم ہو۔

۴۔لا حاصل ادبی بحثوں میں پڑنے کے بجائے اصلی لغوی معانی اور آیات کے شان نزول کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔کیونکہ قرآن کے دقیق معانی سمجھنے کے لئے یہ دونوں چیزیں زیادہ موثر ہیں۔

۵۔مختلف اشکالات،اعتراضات اور سوالات جو بعض اوقات اسلام کے اصول وفروع کے بارے میں کئے جاتے ہیں،ہر آیت کی مناسبت سے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کا جچا تلا اور مختصر سا جواب دیا گیا ہے۔مثلاً شبہ آکل وماکول (وہ جانور جو دوسرے جانوروں کو کھا جاتے ہیں)،معراج،تعدد ازدواج،عورت اور مرد کی میراث کا فرق،عورت اور مرد کے خون بہا میں اختلاف،قرآن کے

حروف مقطعات ، احکام کی منسوخی، اسلامی جنگیں اور غزوات، مختلف الٰہی آزمائشیں اور ایسے ہی بیسیوں سوالوں کے جوابات اس طرح دیئے گئے ہیں کہ آیات کا مطالعہ کرتے وقت محترم قاری کے ذہن میں کوئی استفہام باقی نہ رہے۔

۶۔ ایسی پیچیدہ علمی اصطلاحات جن کے نتیجہ میں کتاب ایک خاص صنف سے مخصوص ہوجائے، سے دوری اختیار کی گئی ہے۔ البتہ ضرورت کے وقت علمی اصطلاح کا ذکر کرنے کے بعد اس کی واضح تفسیر و تشریح کر دی گئی ہے۔

تفسیر نمونہ کے منابع

اس تفسیر کے منابع و مآخذ میں بہت سی شیعہ و سنی تفاسیر شامل ہیں جیسا کہ اس کے مقدمے میں آیا ہے کہ اس تفسیر میں ان تفاسیر و کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱۔ تفسیر مجمع البیان، تالیف شیخ طبرسی۔ ۲۔ تفسیر انوار التنزیل ، تالیف قاضی بیضاوی۔

۳۔ تفسیر الدر منثور، تالیف جلال الدین سیوطی۔ ۴۔ تفسیر برہان ، تالیف محدث بحرانی۔

۵۔ تفسیر المیزان، تالیف علامہ طباطبائی۔ ۶۔ تفسیر المنار، محمد عبدہ مصری۔

۷۔ تفسیر فی ظلال، تالیف سید قطب ۸۔ تفسیر مراغی ، تالیف احمد مصطفی مراغی۔

۹۔ تفسیر صافی، تالیف فیض کاشانی۔ ۱۰۔ تفسیر نور الثقلین تالیف عبد علی حویزی۔

۱۱۔ اسباب النزول واحدی۔

ان کتابوں کے علاوہ فقہ، تاریخ، لغت اور حدیث کے دوسرے منابع سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن میں اہم ترین منابع یہ ہیں: تفسیر پرتوی از قرآن، بحار الانوار، سفینۃ البحار، کنز العرفان، نہج البلاغہ، وسائل الشیعہ ، خصال صدوق ، اختصاص شیخ مفید، محاسن برقی، کافی، امالی مفید، مناقب ابن شہر آشوب ، مصباح المنیر فیومی، مفردات راغب، بلوغ الارب، سیرۂ ابن ہشام، کامل ابن اثیر، صحیح بخاری، سنن بیہقی، کشف الارتیاب اور، بہت سے علمی و دینی مجلات۔

تفسیر نمونہ میں گروہی کام کا طریقہ

اس تفسیر کی تالیف میں آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کے ہمراہ حوزہ علمیہ کے تقریباً دس علمائے کرام نے کام کیا ہے۔ اس گروہی کام کے طریقہ کار کے بارے میں آیت اللہ مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ فارسی زبان میں آج ہمارے پاس کئی ایک تفاسیر موجود ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ وہ تفاسیر ہیں جو ہمارے بزرگ قدماء کی میراث ہیں یا بعد میں عصر حاضر کے علماء نے انہیں تحریر کیا ہے اور کچھ ایسی ہیں جو چند صدیاں پہلے لکھی گئی تھیں اور ان کی مخصوص نثر علماء و ادباء سے مخصوص ہے۔

موجود تفاسیر میں بعض اس سطح پر ہیں کہ صرف خواص کے طبقے کا حصہ ہیں اور دیگر طبقات ان سے استفادہ نہیں کر سکتے اور بعض قرآن کے خاص گوشوں کو بیان کرتی ہیں۔ ان کی مثال ایک گلدستہ کی سی ہے جسے کسی تر و تازہ باغ سے چنا گیا ہو جس میں باغ کی نشانیاں تو ہیں لیکن باغ نہیں ہے۔ لہذا جوان نسل کی طرف سے یہ سوال عام طور پر پوچھا جاتا ہے کہ ہم کس تفسیر کا مطالعہ کریں؟

اس طرح اس بار بار کے سوال کا کوئی ایسا جواب نہ مل سکا یا بہت کم ملا کہ جو قانع کنندہ ہو، وجدان کو مطمئن کرے اور پیاسے متلاشی کی تشنگی روح کو سیراب کر سکے۔ اس پر ہم نے فیصلہ کیا کہ اس سوال کا جواب عمل سے دینا چاہئے کیونکہ اس وقت اس کا صرف زبانی جواب ممکن نہیں ہے، لیکن مشکلات اور روز افزوں مشاغل کے ہوتے ہوئے اور اس طرف توجہ کرتے ہوئے کہ قرآن ایک ایسا بیکراں سمندر ہے، جس میں آسانی سے اور ساز و سامان، تیاری، وقت اور کافی غور و فکر کے بغیر داخل نہیں ہوا جا سکتا اور یہ وہ بحر بیکراں ہے، جس میں بہت سے لوگ غرق ہوئے اور ڈوب چکے ہیں۔ حسرت و اندوہ کے عالم میں اس دریا کے کنارے کھڑا میں اس کی امواج فروشاں کا نظارہ کر رہا تھا کہ ایسے میں اچانک ایک بجلی سی فکر میں کوند گئی۔ امید کا دریچہ کھلا اور مسئلے کی راہ حل سجھائی دینے لگی اور وہ تھی گروپ سسٹم میں کام کرنے کی سوچ اور پھر دس فاضل، مخلص، محقق، آگاہ اور باخبر جوان جو ”عشرہ کاملہ“ کے مصداق ہیں ، میرے رفیق راہ بن گئے۔ ان کی شبانہ روز پرخلوص کوششوں سے مختصری مدت میں یہ پودا ثمر آور ہو گیا اور توقع سے بھی جلدی اس کی پہلی جلد چھپ گئی۔

اس بناء پر کہ کوئی نکتہ عزیز قارئین کے لئے مبہم نہ رہنے پائے ہم اپنے طریقہ کار کی بھی اجمالاً تشریح کئے دیتے ہیں۔ پہلے آیات قرآنی مختلف حصوں میں ان

محترم علماء میں تقسیم کر دی جاتی تھیں (ابتداء میں دو دو افراد کے پانچ گروپ تھے)۔ ضروری ہدایات و راہنمائی کی روشنی میں وہ ان مختلف تفاسیر کا مطالعہ کرتے جو اس تفسیر کا منبع اور اصلی کتب ہیں، جنہیں اس فن کے عظیم محققین نے سپردِ قلم کیا ہے۔ چاہے وہ محققین سنی ہوں یا شیعہ سب کا مطالعہ کیا جاتا۔

اس کے بعد وہ معلومات اور ما حصل جو موجودہ زمانے کے احتیاجات اور تقاضوں پر منطبق ہوتے، انہیں رشتہ تحریر میں لایا جاتا۔ بعد ازاں اس گروپ کی اجتماعی نشستیں ہفتے کے مختلف دنوں میں منعقد ہوتیں اور یہ تحریریں پڑھی جاتیں اور ان کی اصلاح کی جاتی۔ ان نشستوں میں ہی قرآن کے بارے میں جن نئی معلومات کا اضافہ ضروری ہوتا وہ کیا جاتا۔ پھر اصلاح شدہ تحریروں کو صاف کر کے لکھا جاتا۔ صاف کر کے لکھنے کے بعد ان سب تحریروں کو ان میں سے چند منتخب علماء پھر سے پڑھتے اور انہیں منضبط کرتے۔ آخری شکل دینے کے لئے آخری میں، میں خود پورے اطمینان سے اس کا مطالعہ کرتا اور بعض اوقات اسی حالت میں محسوس ہوتا کہ اس میں چند پہلوؤں کا مزید اضافہ کیا جانا چاہئے اور پھر یہ کام انجام دیا جاتا۔ ضمنی طور پر آیات کا رواں ترجمہ بھی میں اسی موقع پر کر دیتا تھا۔

عام مطالب (آیات کے ذیلی ترجمہ اور بعض پہلوؤں کے علاوہ جن کا یہ حقیر اضافہ کرتا) چونکہ ان محترم حضرات کے قلم سے ہوتے تھے اور قدرتی طور پر مختلف ہوتے تھے اس لئے میں ان تحریروں کو ہم آہنگ کرنے کے لئے بھی ضروری کاوش انجام دیتا تھا"۔

تفسیر نمونہ کی طباعت

تفسیر نمونہ ۲۷ جلدوں میں (وزیری سائز کے ساتھ) فارسی زبان میں دار الکتب الاسلامیہ، تہران نے شائع کی ہے۔ اس کے ہمراہ ایک جلد میں اس تفسیر کی موضوعی فہرست بھی شائع ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ اس کی پہلی جلد ۱۴۰۰ ہجری میں اور اس کی آخری جلد ۱۴۱۴ ہجری میں اختتام پذیر ہوئی ہیں۔ ہر فہرست کے ساتھ آیات اور مضامین کی مفصل فہرست بھی دی گئی ہے۔ پہلی جلد میں مؤلف کی جانب سے ایک مختصر مگر جامع مقدمہ بھی لکھا گیا ہے۔ اس تفسیر کی بعض جلد یں نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ بعد میں بھی کئی بار چھپ چکی ہیں۔ بعض جلدوں کے آخر میں تفسیر کے ختم ہونے کی تاریخ بھی درج ہے۔ آخری جلد کی تکمیل کی تاریخ: ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ درج ہے۔

فارسی میں تفسیر نمونہ کا خلاصہ بھی "برگزیدہ ای از تفسیر نمونہ" کے عنوان سے ۵ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، جو احمد علی بابائی نے کیا ہے۔ جس کے تیرہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

تفسیر نمونہ کی موضوعی فہرست

تفسیر نمونہ کے حوالے سے ایک اور اہم کام اس ۲۷ جلدی تفسیر کی موضوعی فہرست ہے کہ جو قارئین اور محققین کو اس تفسیر سے استفادہ کرنے میں بہت ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ اس فہرست کے کل دس حصے ہیں:

۱۔ حروف تہجی کے لحاظ سے فہرست

۲۔ مطالب و مضامین کی فہرست

۳۔ انہی مطالب کی موضوعی فہرست بھی تیار کی گئی ہے، جو تقریباً ۵۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ تفسیر میں نقل ہونے والی احادیث کی فہرست

۵۔ اعلام کی فہرست

۶۔ کتب کی فہرست

۷۔ ازمنہ و امکنہ کی فہرست

۸۔ قبائل و طوائف کی فہرست

۹۔ تفسیر نمونہ میں آنے والے اشعار کی فہرست

۱۰۔ لغات کی فہرست

یہ فہرست ۱۱۳۱ صفحات پر مشتمل ہے جو پہلی دفعہ ۱۳۸۵ھ شمسی میں "راہنمای تفسیر نمونہ" کے نام سے دار الکتب الاسلامیہ۔ تہران کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

علامہ سید صفدر حسین نجفی ایک بہترینِ منتظم

وکیل آل محمد مولانا غلام حسین نجفی

محسن ملت سرکار علامہ سید صفدر حسین نجفی – اعلی اللہ مقامہ کے نخل زندگی کی ہر ہر شاخ گلہائے محاسن سے پُر ہے مجھے تقریباً ۲۶ سال علامہ موصوف کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے۔ ان میں ۶ سال ان کے ساتھ بحیثیت ایک شاگرد کے اور ۲۰ سال بحیثیت ان کے ایک نائب مدرس کے گزارے ہیں۔ شاگردی کے دور میں اس مہربان استاد نے ہمیں کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور نائب مدرس ہونے کے دور میں جب کہ طرفین کی ذمہ داریاں اہم تھیں، ہر نازک موقع پر ہمارے اس روحانی باپ نے ایک بہترین سرپرست کا کردار ادا کیا ہے ہم نے ہر موقع ہر علامہ نجفی مرحوم کو مجسمہ خلوص اور پیکر زہد و تقویٰ پایا ہے۔ پاکستان بھر میں سید موصوف پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے کردار کی بلندی کے باعث متعدد علماء شیعہ کو اپنا شریک کار بنالیا اور پھر اپنے حسن تدبّر اور بردباری کے باعث ان کو محسوس بھی نہ ہونے دیا کہ وہ صدر مدرس اور حاکم ہیں اور دوسرے نائب مدرس اور محکوم ہیں۔ انتظامی امور میں ان کی خداداد صلاحیت کے بارے یہی کہنا کافی ہے کہ ایک باعظمت منتظم کے لیے جن اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے وہ علامہ نجفی مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ اس بات کا زندہ گواہ حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر ہے کہ جسے علامہ مرحوم نے اپنی انتظامی صلاحیتوں کے ذریعے ایک چھوٹے سے مدرسہ سے ایک عظیم شیعہ یونیورسٹی کی بلندی تک پہنچایا ہے۔ میرے طالب علمی کے دور ۱۹۵۸ء میں جامعۃ المنتظر ایک کرایہ کے مکان میں قائم تھا۔ اس وقت تیس طلباء اور دو استاد ہوتے تھے، جب کہ آج بروز پیر ۳ دسمبر ۱۹۸۹ء کو سرکار علامہ کی وفات کے وقت جامعۃ المنتظر تین ایکڑ میں پھیلی ہوئی اپنی ایک عالی شان عمارت میں کہ جس میں زندگی کی تمام سہولیتیں موجود ہیں۔ نیز دو سو اسی طلباء اور بارہ استاد ہمہ وقت علوم آلِ محمدؑ کی تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت میں مشغول ہیں۔ تمام اساتذہ، طلباء اور ملازمین کی ضروریات زندگی جامعہ کی طرف سے عنایتاً مہیا ہو رہی ہیں۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ پاکستان کی تاریخ میں صرف مولانا سید صفدر حسین نجفی کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا ہے۔ سید مرحوم اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کے بچے ابھی کمسن ہیں۔ میرا مقصد خوشامد نہیں اظہارِ حقیقت ہے کہ آخر مجھ کو بھی قبر میں جانا اور اپنے خدا کو جواب دینا ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں کہ میں علامہ مرحوم کی خلوت و جلوت کا عینی گواہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ سرکار علامہ نے اپنے اور اپنے بچوں کے لیے کچھ بھی پس انداز نہیں کیا۔ اگر انہوں نے اس فانی دنیا میں کچھ چھوڑا ہے تو وہ خدا کی خاطر اور شیعہ قوم کے لیے جامعۃ المنتظر سمیت دینی مدارس اور خدمت قرآن کا ادارہ مصباح القرآن ہے۔ خدا ان کو ان کارہائے خیر کی نیک جزا دے۔

علامہ مرحوم نے اساتذہ کرام کے علمی مراتب و مدارج کے مطابق ان سے تعلیم و تدریس کا کام لیا اور دیگر کارکنان کے حسب حال انہیں مناسب

ذمہ داریاں سونپیں تا کہ کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو اور کسی سے اس کی وسعت سے زیادہ کام بھی نہ لیا جائے۔ اسی لیے ہر استاد ہمیشہ ان سے خوش رہا اور یہ علامہ نجفی کی انتظامی صلاحیتوں کا اثر ہے کہ ملک بھر کے دینی مدارس کے اساتذہ کرام درس گاہوں کی ترقی اور اندرونی نظم و نسق کی اصلاح کے لیے آپ ہی کے مشوروں کو اپنے لیے مشعل راہ بناتے تھے، جامعۃ المنتظر میں انتظامی امور کے سلسلہ میں انہوں نے اپنی نگرانی میں جو تقسیم کار فرمائی اس سے ان کی عظیم صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اساتذہ کرام کو تدریسی اوقات میں باقاعدگی اور کارکنوں کو انتظامی کاموں میں احساس ذمہ داری کا درس دیتے تھے۔ آپ کا انداز گفتگو ایسا محبت بھرا ہوتا تھا کہ آج ان لمحات کی یاد میں آنکھیں پرنم ہوئی جاتی ہے ہیں۔ کیونکہ آپ حاکمانہ انداز اختیار نہیں فرماتے تھے، ہمیں یہی احساس ہوتا تھا کہ مرحوم ہمارے سرپرستِ اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے ایک بہترین ساتھی اور مخلص دوست ہیں۔ علامہ نجفی کی انتظامی صلاحیتوں کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ جامعہ کے ہر شعبہ کے بارے میں اکثر و بیشتر معلومات حاصل کرتے اور پھر بڑی شفقت کے ساتھ ضروری ہدایات دیتے تھے۔ سرکار نے اپنی زیر نگرانی کام کرنے والے افراد کو ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا اور یہی کوشش فرمائی کہ کسی کے مقام و مرتبہ میں کمی نہ آنے پائے، بلکہ آپ نے ہر ممکن طریقے سے ان کو تشویق اور ترغیب دلائی اور ان کی دلجوئی فرمائی۔

علامہ نجفی مرحوم ہمیشہ اس بات کی تاکید فرماتے کہ ہر شخص اپنے امور کی خود نگرانی کرے اور اس بات کا منتظر نہ رہے کہ کوئی اور اس کے امور پر نظر کرے گا۔ بلکہ آپ کا نظریہ یہی تھا کہ جامعہ میں کام کرنے والے سب افراد اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بطور عبادت اور صرف رضائے خدا کے حصول کے لیے انجام دیں۔ وہ فرمایا کرتے کہ ہمارا ضابطہ اخلاق یہی ہے اور ہمارے تمام کاموں کی بنیاد اس کے سوا کچھ نہیں کہ جو کام کریں وہ مادی مقاصد کے لیے نہ ہو، اس کا حقیقی مقصد خدا کی رضا ہو تو پھر کامیابی بھی یقینی ہوتی ہے۔

علامہ نجفی نے اپنی موزوں اور مناسب ہدایت کے ساتھ اپنے ماتحت افراد کی انتظامی تربیت اس طرح کی کہ ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں احساس ذمہ داری رکھتا ہو اور دوسروں کے امور میں مداخلت کی بجائے ان کی معاونت کرے تا کہ سب مل کر دین الٰہی کی ترویج کے مقدس عمل میں آگے بڑھتے جائیں۔

علامہ نجفی دینی مدارس، قومی اداروں اور رفاہی تنظیموں کے ذمہ دار افراد سے ہمیشہ یہی فرمایا کرتے کہ مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ہمیں امور کی تنظیم کا جو درس دیا ہے ہمیں اس کو اپنانا اور اپنا ضابطہ اخلاق قرار دینا چاہیے، جیسا کہ مولاؑ نے فرمایا: ”اوصیکم بتقوی اللہ ونظم امرکم“، تقوائے الٰہی کو اختیار کر کے نظم امور کو اہمیت دینی چاہیئے لیکن ہمیشہ اس امر کی طرف توجہ رہے کہ نظام و انتظام کی بنیاد تقوائے الٰہی ہو، ورنہ کامیابی ممکن نہیں ہے۔ علامہ نجفی نے انتظامی امور میں ہمیشہ اس امر کی تاکید فرمائی کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کو کسی مرحلے پر بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے اور یہی وہ خصوصیت تھی جو علامہ نجفی مرحوم کے انتظامی امور کی درستگی کا سبب بنی۔

علامہ نجفی جامعہ کی انتظامیہ کو ہمیشہ خود اعتمادی اور اخلاص عمل کا درس دیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اپنے آپ پر مکمل اعتماد رکھو اور اسی اعتماد کو اپنی ترقی کی بنیاد قرار دو۔

آج حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر اور قومی و رفاہی ادارے علامہ نجفی مرحوم کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں کی روشنی میں اپنے انتظامی امور بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ سرکار علامہ سید صفدر حسین نجفی نے ایک اچھے منتظم کی حیثیت سے ہماری تربیت کی اور ہم ان کی انتظامی ہدایات کی روشنی میں اپنے نظم و نسق کو برقرار رکھتے ہوئے خود اعتمادی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

ہم بارگاہ الٰہی میں عاجزانہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں علامہ مرحوم کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کی انتظامی ہدایات پر عمل کر کے دینی امور میں ترقی و کامیابی کی راہ پر گامزن فرمائے۔

حکومتِ اسلامی

امام خمینی کی کتاب ولایت فقیہ کا ایک اختصاریہ جو اوائل ستر میں شائع ہوا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ قانون سازی اور حکومت کا حق صرف اللہ، الٰہ العالمین کو حاصل ہے مگر چونکہ وہ بارگاہِ احدیت کوئی ناطق ادارہ نہیں ہے، اسکی حکومت کا نفاذ اس کے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے ذریعہ ہوگا اور سرکارِ رسالت کے بعد یہ منصب اعلٰی ائمہ اہل بیتؑ کا حق ہے۔ شیعیانِ حیدر کرار کا مخصوص نظریہ ہے کہ کسی غیر معصوم کو ہرگز یہ حق نہیں کہ مخلوقِ خدا پر حکومت کرے۔ مصلحتِ خداوندی سے بارہویں معصوم ہادی کے بعد بحکمِ امامؑ ہم بارہویں کی دینی رہبری کے لیے مجتہد جامع الشرائط کی تقلید سے ان کے دامن سے وابستہ ہوجائیں۔ امام زمان کی طرف سے وہ ہم پر حجت ہے۔ اور اس پر امام زمانہ حجت

ہیں۔ اس نظام کو ذہن میں رکھنے کے بعد اندازہ ہوگا کہ ہمارے ہاں مجتہد جامع الشرائط کے فرمودات کی کیا اہمیت ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم ناظرین کی توجہ کے لیے عنوان بالا پر مجتہدِ اعظم آیت اللہ العظمٰی الحاج سید روح اللہ الخمینی مدظلہ، کے ارشادات کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں جو اُن کے درسِ خارجہ نجفِ اشرف کا ایک حصہ ہیں:-

اسلام اپنے ظہور کے وقت ہی یہودیوں میں گھر گیا تھا۔ گزشتہ تین سو سال سے سامراجی، اسلامی ممالک میں گھسے اور سامراج کے ساتھ یہودی گٹھ جوڑ سے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے مختلف نقشے بنائے گئے۔ عیسائیت نے صلیبی جنگوں کے بعد یقین کیا کہ اگر ان کے منافع کو کوئی چیز خطرہ میں ڈال سکتی ہے تو وہ احکام اسلام ہیں۔ انہوں نے مختلف وسائل سے پروپیگنڈہ کیا اور مسلمان قوم کی نئی نسل میں سکول و کالج کے ذریعے اس خیال کو عام کیا کہ اسلام صرف چند مذہبی رسوم کا نام ہے۔ جس میں کچھ اخلاقی چیزیں بھی ہیں لیکن نظامِ زندگی کے متعلق اسلام کے پاس کوئی پروگرام نہیں۔ اسلام کا حقیقی چہرہ پوشیدہ ہے۔ اسوقت اسلام غربت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اب اگر کوئی شخص حقیقی اسلام کا تعارف کرانا چاہے تو لوگ جلدی سے باور کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ تقریباً پچاس ابواب فقہ ہیں جس

میں سے صرف تین چار باب عبادات کے ہیں جو اخلاق اور تعلق باللہ کے متعلق ہیں باقی تمام ابواب کا تعلق اجتماعیات، اقتصادیات، حقوق اور سیاسیات کے ساتھ ہیں۔

آپ کو اسلام کا تعارف کرانا چاہیے تا کہ اس غلط تاثر کا رد ہو کہ اسلام بھی مسیحیت کی طرح چند احکام کا نام ہے اور مسجد و گرجا میں کوئی فرق نہیں۔ اسلام کے آفاقی قوانین درخشندہ اور پائندہ ہیں۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے کوئی شعبہ یا موضوع ایسا نہیں جس کے متعلق اسلام میں تکلیفِ شرعی کا تعین نہ ہو۔ ستم یہ ہے کہ جو قانون ہم پر مسلط ہے وہ بیلجیم، فرانس اور برطانیہ سے لیا گیا ہے اور ہم کو دھوکا دینے کے لیے کچھ احکام اسلام بھی منظم کروائے گئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عدلیہ کے موجودہ قوانین لوگوں کو بیکار بنا دیتے ہیں اس عدلیہ کے چکر میں اگر کوئی پھنس جائے تو عمر کا ایک حصہ ضائع کرنے کے بعد جا کر کوئی مطلب ثابت کر سکتا ہے ایک ماہر وکیل کا

قول بیان فرمایا کہ مقدمہ جو دو شخصوں کے درمیان ہے میں اپنی تمام زندگی اسے الٹ پھیر کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد میرا بیٹا یہ کام سرانجام دے گا گویا عدلیہ خود لوگوں کے لیے انصاف دینے کے بجائے باعثِ زحمت ہے۔ وہ مقدمہ جن کا فیصلہ قاضی شریعت (جبکہ وہ ہوتے تھے) دو تین دن میں کر دیتے تھے۔ اب بیس سال میں بھی طے نہیں ہوتا۔ ویت نام میں دس سال سے قتل عام جاری ہے اسکو تو روکا نہیں جاتا۔ اور اسلام جب کہتا ہے کہ شرابخور کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں اور زانی کو سو کوڑے مارے جائیں

اور شوہر دار عورت یا شادی شدہ مرد کو جب زنا کرے تو سنگسار کیا جائے تو واویلا شروع ہو جاتا ہے کہ یہ کتنا سخت حکم ہے جو عرب کی پیداوار ہے حالانکہ اکثر خرابیاں شراب و زنا کی پیدا کردہ ہیں۔ بے شمار بدکاریاں نسل کو تباہ کر رہی ہیں۔ عیاشیوں کا راستہ کھلا ہوا ہے اگر اسلام کہے کہ نوجوان نسل کو برائی سے بچانے کے لیے ایک شخص کو لوگوں کے سامنے تازیانے لگائے جائیں تو کہتے ہیں کہ یہ حکم سخت ہے۔

سامراجی قوتوں نے ہمارے دماغ میں یہ بات سمادی ہے کہ اسلام میں نہ کوئی حکومت ہے نہ تشکیلات حکومتی، اگر بالفرض احکام ہوں تو ان کو چلانے والا کوئی نہیں۔ ہم جو یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے لیے خلیفہ کا مقرر کرنا ضروری ہے تو کیا یہ صرف احکام بیان کرنے کے لیے ہیں؛ احکام بیان کرنے کے لیے خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ خود آنحضرتؐ نے بیان کر دیے تھے۔ لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود تھے۔ تا کہ وہ ان پر عمل کریں خلیفہ کی تعین حکومت و سلطنت کے لیے ہے۔ ہم اس لیے خلیفہ چاہتے ہیں کہ وہ قانون کو جاری کرے کیونکہ قانون جاری کرنے والے کا ہونا ضروری ہے۔ تنہا قانون سعادت بشر کا ذمہ دار نہیں۔ اسلام نے قانون دیا ہے تو اسکو جاری کرنے والی قوت کا بھی انتظام کیا ہے اور وہ ولی امرؑ ہے۔ اگر پیغمبر خلیفہ کا تعین نہ کرے مَا بَلَّغَ رِسَالَتَهُ رسالت کی تکمیل نہیں کی۔ زمانہ رسولؐ میں صرف یہ نہ تھا کہ قانون بنا دیے جائیں بلکہ ہاتھ کٹتے تھے، حدیں جاری ہوتی تھیں اور سنگسار کیا جاتا تھا۔ رسولؐ کے بعد یہ کام خلیفہ کا تھا۔ خلیفہ احکام بناتا نہیں بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے، رسولؐ کے لائے ہوئے احکام کو جاری کرتا ہے۔

یہ ایک درس کے صرف چند جملے ہیں جنہیں ہم افادیت کے پیش نظر اداریہ میں جگہ دے رہے ہیں ورنہ کتاب تو پندرہ دروس کے ترجمہ پر مشتمل ہے جو اسلامی کتب خانہ شاہ نجف اندرون موچی دروازہ لاہور نے حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ کے نام سے شائع کی ہے۔

علم و عمل کے سانچے میں ڈھلا ہوا ایک با کردار انسان
محسنِ ملت علامہ صفدر حسین نجفیؒ

علامہ عابد عسکری فاضل قم لاہور
کی یادگار تحریر

۵ دسمبر بارہ بجے تک استاد العلماء علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کو کانپتے ہوئے ہاتھوں، لرزتے ہوئے دل اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جامعۃ المنتظر لاہور میں سپرِ خاک کیا، چھوٹے بڑے بے ساختہ آنسو بہا رہے تھے سبھی یہ کہہ رہے تھے جنہوں نے آپ کو قبل از وقت بوڑھا کر دیا کون سا کرب تھا جو آپ کی موت کا سبب بنا، ہر شخص اپنی اپنی زبان اور اپنے اپنے لہجہ میں علامہ مرحوم کی علمی و دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا لیکن اس رقت انگیز عالم میں۔۔۔ میں نے ایک تیرہ سالہ طالب علم کو دیکھا جو اپنے پرانے اور چھوٹے سے عمامہ کے پلو سے اپنے آنسو پونچھ رہا تھا وہ گرد و پیش کے ماحول سے بے نیاز ہو کر اپنے محسن استاد کے غم میں مسلسل روئے جا رہا تھا اور یوں رو رہا تھا جیسا کہ ایک یتیم بچہ اپنے باپ کے غم میں روتا ہے اس کی بے قراری اور بے ساختگی کو دیکھ کر میں بھی اپنے آپ پر ضبط نہ کر سکا اور علامہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر جی بھر کر رو دیا جہاں تک میرا اندازہ ہے اس ننھے طالب علم نے نزدیک سے علامہ صاحب کو دیکھا نہ ہوگا یوں لگتا تھا جیسا کہ ابھی یہ مدرسہ میں تازہ وارد ہوا ہے۔ وہ روحانی محبت اور معنوی عقیدت کی وجہ سے خود کو یتیم محسوس کر رہا تھا وہ جانتا تھا کہ علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کی رحلت سے علمی رونقیں چلی گئی ہیں کیونکہ شفقتوں، محبتوں کا چراغ خاموش ہو گیا ہے۔

مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ میں علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کے قریب رہتے ہوئے ان سے دور رہا اس کی وجہ میری ذاتی و معاشی مجبوری تھی ورنہ کئی بار دل نے چاہا کہ کئی گھنٹوں تک علامہ صاحب کی درویشانہ و عارفانہ محفل میں بیٹھوں ان کے مخلصانہ و مجاہدانہ تجربات سے کچھ حاصل کروں اور ان کے نیک اور پاکیزہ جذبے کو نزدیک سے دیکھوں مگر میں اپنے اس ارادے کو پایہ تکمیل نہ پہنچا سکا البتہ چار پانچ مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرحوم بڑے پیار و شفقت سے پیش آئے میں نے اپنی کتابیں (جو اس وقت لکھی تھیں) اسیر بغداد اور توبہ ان کی خدمت میں پیش کیں تو اپنے مخصوص لہجے میں مسکرا کر فرمانے لگے میں آپ پر خوش ہوں بہت اچھا کام کر رہے ہو۔ یہاں لکھنے والوں کی ضرورت ہے میں نے عرض کی قبلہ! آپ دعا فرمائیں میری معاشی مجبوریاں دور ہو جائیں اور میں دفتر کو چھوڑ کر شب و روز یہی کام کرتا رہوں۔ فرمانے لگے کام کرتے رہو جب جذبے نیک اور نیت پاکیزہ ہو تو مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں اس کے بعد ملنے کے مواقع بہت کم میسر آئے۔

اس زمانے کی بات ہے کہ سیٹھ نوازش علی مرحوم کے ماڈل

ٹاؤن لاہور میں واقع مکان پر علماء کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں علامہ سید عارف الحسینیؒ بھی موجود تھے۔ قومی مسائل پر بات چیت ہوئی۔ علماء کی گفتگو کے دوران کچھ تلخیاں بھی سامنے آئیں میں نے اس محفل میں علماء کرام کو دیکھا کہ وہ اپنا اپنا نقطہ نظر بیان فرما رہے تھے مگر علامہ مرحوم دروازہ کے پاس بیٹھے خاموشی سے علماء کی باتیں سن رہے تھے۔ گفتگو کے دوران علامہ سید عارف الحسینیؒ نے کہا کہ میں اپنے عہدے سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں کیونکہ میں موجودہ الجھنوں اور قومی پریشانیوں سے تنگ آچکا ہوں۔ سب علماء علامہ شہید کو منتیں، سماجتیں کر رہے تھے اس محفل میں علامہ سید گلاب علی نقوی، علامہ سید مفتی عنایت علی نقوی، علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی مدظلہ، علامہ محمد حسین نجفی مدظلہ جیسے بزرگ علماء بھی تشریف فرما تھے ان بزرگوں نے بھی علامہ حسینی شہید کو استعفیٰ واپس لینے کو کہا مگر شہید کا اصرار اپنی جگہ پر برقرار رہا۔

آخر میں حلم و بردباری کے پیکر علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ اپنی جگہ سے اٹھے اور ہاتھ جوڑ کر فرمایا مولانا عارف حسین! آپ چھوٹی سی باتوں پر اکتا گئے ہیں لوگوں نے مجھے نازیبا الفاظ میں گالیاں دیں۔ مجھ پر ناروا تہمتیں باندھیں، یہاں تک مجھے عزت و ناموس کی گالیاں بھی دی گئیں۔ حالانکہ میں نے کسی کا بھی نقصان نہیں کیا میں تو قوم میں علم کی روشنی پھیلانا چاہتا ہوں۔ اور مذہبی و دینی لحاظ سے انہیں آباد کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہوں۔ میں نے دیکھا اس مقام پر آ کر علامہ صفدر حسین نجفیؒ کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا اس رقت آمیز منظر کو دیکھ کر اکثر علماء رو پڑے اور علامہ حسینیؒ صاحب نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور فرمایا کہ میں اپنے محسن علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ میں اور میری قوم جب بھی پریشان ہوتی ہے تو سب سے پہلے انہوں نے ہمیں تسلیاں دی ہیں اور ہمارے درد دکھ میں برابر کے شریک رہے اس وقت میں نے اندازہ لگایا کہ علامہ صاحب کو دین اور مذہب کا کتنا درد تھا کہ وہ دین کی خاطر اپنے ایک شاگرد اور عزیز سے ہاتھ جوڑ کر علماء کی طرف سے معافیاں مانگ رہے تھے۔

جب میں حوزہ علمیہ قم میں زیر تعلیم تھا علامہ صاحب چھٹیاں گذارنے کے لئے قم (ایران) میں آئے تھے تو ان کا روزانہ کا معمول تھا نماز مغربین سے فارغ ہو کر ایک گھنٹہ تک حضرت معصومہؑ کی ضریح اقدس کے صحن میں زمین پر بیٹھ کر عزیز طلبہ سے باتیں کرتے آپ اکثر اوقات مسکراتے رہتے تھے۔۔ چہرے پر کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ کرتے تھے البتہ ایک مرتبہ انہوں نے پاکستانی طلبہ کے امور کے انچارج ایک ایرانی عالم سے فرمایا تھا کہ آغا جان یہ طلبہ میرے بیٹے ہیں بڑی مشکل سے انہیں پڑھا کر آپ کے پاس بھیجتا ہوں آپ انکا خیال کیا کریں اسی طرح آپ نے متعدد بار حوزہ علمیہ کے مسئولین پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور انہیں پاکستانی طلبہ کی مشکلات دور کرنے کی تلقین فرمائی جب پاکستانی طلبہ نے علامہ صاحب کی خدمت میں رہائش کی تکلیف کا ذکر کیا تو آپ نے بغیر کسی تاخیر کے ایک عمارت کرائے پر لی اور پسماندہ اور درماندہ طلبہ کو مدرسہ میں جگہ دی بعد میں ایک عمارت خریدی گئی اور جامعۃ المنتظر کے نام سے منسوب کی گئی۔ آج کل وہاں پر پاکستانی طلبہ رہائش پذیر ہیں علامہ مرحوم کو دینی مدارس بنانے کا بہت زیادہ شوق تھا چنانچہ انہوں نے اسی شوق کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کئی ممالک کے دورے کیے یہاں تک کہ پاکستانی شہروں کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی کچھ مدارس تشکیل دیئے ان میں لندن، امریکہ کے مدارس بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ چین میں بھی مدرسہ بنانا چاہتے تھے ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا میں مکتب اہلبیتؑ قائم ہو اور اسلامی و قرآنی تعلیمات کو فروغ ملے۔

تدریس، تشکیل مدارس کے بعد آپ کو تالیف و تصنیف کا بیحد شوق تھا چنانچہ اس شوق کو بھی انہوں نے پورا کیا آپ کو جب بھی فراغت ملتی تھی قلم اٹھا کر لکھنے بیٹھ جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تقریباً ہر موضوع پر کتاب تحریر فرمائی آپ کی دیرینہ خواہش تھی کہ قرآن مجید پر کام کیا

جائے۔ مرحوم نے اس کام کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ادارہ مصباح القرآن تشکیل دیا اور ایران کے مایہ ناز علماء کی مجموعی کاوش اور شہرہ آفاق تفسیر نمونہ کا اردو میں ترجمہ کیا اس کے علاوہ علامہ جعفر سبحانیؒ کی تفسیر موضوعی کا ترجمہ بھی کیا تفسیر نمونہ قرآن فہمی کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی خاص طور پر نوجوان نسل میں اس تفسیر کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی اس کے علاوہ سینکڑوں کتابیں، ترجمہ، تاریخ، حدیث اور فقہ کی کتابوں کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ علامہ نجفی صاحب اتنی مصروفیات کے باوجود تحریری کام کو بھی باقاعدگی کے ساتھ وقت دیتے تھے۔

آپ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر المیزان پر بھی کام کرنا چاہتے تھے مگر زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا اور یہ کام یونہی تشنہ تکمیل رہ گیا۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا جو کہ متعدد بار چھپ چکا ہے اور کتاب خانوں پر دستیاب ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علماء کرام نے قرآن مجید پر بہت کم توجہ دی ہے میں نوجوان علماء کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب الٰہی پر کام کریں۔

آپ نے متعدد شہروں میں مساجد امام بارگاہیں بھی بنوائیں، لاتعداد یتیموں، بیواؤں اور بے نواؤں کی کفالت بھی کی جو بھی ہاتھ میں آیا وہ قوم کے بے سہارا بچوں پر خرچ کر دیا اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ بنایا اور نہ کچھ بنانے کا سوچا بلکہ اکثر مقامات پر فرمایا کہ میں اپنے بچوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے میرا خدا میرے بچوں کو بھوکا نہیں چھوڑے گا۔

یہاں پر عرض کرتا چلوں کہ ہماری قوم جس شخص کو چاہتی ہے اس کی وفات کے بعد پھر ان کے اہل و عیال کی خبر گیری نہیں کرتی حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ علامہ مرحوم کے پس ماندگان کے ساتھ مستقل تعاون کیا جاتا اور یہی احسان اور ہمدردی کا تقاضا ہے میں نے کئی بار آزمایا کہ شاید علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ اپنی بڑی خدمات انجام دینے کے بعد اپنے کارناموں پر فخر کریں گے مگر میرا خدا شاہد ہے کہ انہوں نے ان کا بھی تذکرہ تک نہ کیا اگر کسی نے تعریف کی تو آپ نے دوسری طرف رخ کر لیا یا بات کو ٹال دیا۔ چونکہ آپ خدا کی رضا کے لئے کام کرتے تھے اس لیے اس موضوع پر کسی قسم کی بات کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے "نیکی کر دریا میں ڈال" ان کی زندگی کا مستقل معمول تھا۔

علامہ مرحوم کو منقولات و معقولات میں بہت بڑا مقام حاصل تھا آپ اجتماعیات و عمرانیات کے اصولوں پر گہری نظر رکھتے تھے اور انسانی معاشرے پر اثر انداز ہونے والی جاندار اور طاقتور تحریکوں کی تاریخی روایات ان کی ضروریات اور ان کی نفسیات سے بخوبی واقف تھے۔ آپ نے تعلیم و تربیت اور اپنی نورانی سیرتوں کے نور سے مومنین کی علمی زندگی کو منور کیا۔

اس کے باوجود آپ عاجزی، انکساری اور فروتنی، خود احتسابی کا منہ بولتا ثبوت تھے آپ کی ہر بات اور ہر کام میں اخلاص نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔ قدرت نے علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ کو حکمت، دانش، تحمل، ضبط نفس کی بلند و اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔ وہ محبت الٰہی کی اس اعلیٰ کیفیت سے سرشار تھے جہاں بندہ اس محبت و وابستگی میں اپنی ذات کو فنا کر دیتا ہے۔

علامہ صاحب کی علمی تفوق اور برتری کا بالکل احساس نہیں تھا ایک بار جو آدمی ان سے مل لیتا پھر وہ بار بار ملنے کی خواہش کرتا تھا۔ علامہ مرحوم کی علمی خدمات اور ان کی ارفع و اعلیٰ کارکردگی کو چند صفحات پر رقم کرنا ناممکن ہے۔ ان کے بارے میں بس اتنا کچھ کہا جا سکتا ہے کہ مرحوم صدیوں کا سرمایہ انسان تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ کام کیا اور مزید بہت کچھ کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا اور یونہی محبت الٰہی کا یہ منیر تاباں ۵۶ سال کی عمر میں ۳ دسمبر کو اپنے محبوب حقیقی کی رحمت و شفقت کی پُرسکون بدلیوں میں غروب ہو کر محو استراحت ہو گیا۔

۔۔۔۔۔۔خدا رحمت کنید ایں عاشقان پاک طینت را۔۔۔۔۔۔

پیکر اخلاص محسن ملت مولانا صفدر حسین نجفی!

سید منیر حسین گیلانی

محسن ملت مولانا صفدر حسین نجفی 1932 میں سیت پور ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے اور 3 دسمبر 1989ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ مرحوم صفدر نجفی نے اپنی پوری زندگی قرآن وحدیث، سیرت محمد و آل محمد کی ترویج، پاکستان اور بیرون ملک مدارس دینیہ کے قیام، ملی تنظیموں کی سرپرستی میں گذاری۔ انتہائی سادہ زندگی گذارنے والے مولانا صفدر نجفی کو جامعۃ المنتظر کے حوالے سے ہی میں جانتا تھا۔ میرا جامعۃ المنتظر میں آنا جانا تھا۔ یوں سمجھئے کہ میری دینی اور ملی تربیت میں محسن ملت اور جامعۃ المنتظر کا بڑا بنیادی کردار رہا ہے۔ اسی حوزہ علمیہ کے دیگر علماء آیت اللہ حافظ ریاض حسین نجفی، مولانا کرامت علی شاہ نجفی، مولانا غلام حسین نجفی، مولانا موسیٰ بیگ سے بھی میری بے تکلفی بھی تھی اور ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔

راقم نے مولانا صفدر حسین نجفی کو چند ملاقاتوں اور ان کے دینی ملی کاموں کے حوالے سے دیکھا، پرکھا، تو انہیں انتہائی قابل عزت پایا۔ نماز جمعہ جامعۃ المنتظر میں ادا کرنے کی وجہ سے میں علماء کے قریب ہوتا گیا۔ ایک دن مولانا صفدر حسین نجفی نے فرمایا: اوئے جوان، تم دیندار تو بن گئے ہو۔ اب اس پر مہر بھی لگوالو۔ یعنی داڑھی بھی رکھ لو'۔ ان کی نصیحت پر پھر میں باریش ہوگیا۔

قائد ملت جعفریہ مولانا مفتی جعفر حسین مرحوم جب بھی جامعۃ المنتظر تشریف لاتے تو میں بھی انہیں سلام کرنے کے لئے چلا جاتا۔ شاید اسی حوالے سے مولانا صفدر حسین نجفی نے مجھے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی مرکزی کونسل کا رکن بنانے کی سفارش کی۔ جو میری تنظیمی زندگی کا پیش خیمہ بنا۔ تنظیم کا حصہ ہونے کی وجہ سے مجھے بعد ازاں علامہ سید عارف حسین الحسینی اور علامہ ساجد علی نقوی کی قیادت میں ملی امور میں حصہ لینے کا بھی موقع ملا۔ جو میری زندگی بھر کا اثاثہ ہے۔ اور انشاء اللہ میری بخشش کا باعث بھی بنے گا۔

مولانا صفدر نجفی کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ انہیں کسی قسم کا لالچ نہ تھا۔ ایک مرتبہ میں نے انہیں فیروز پور روڈ پر بس کے انتظار میں کھڑے دیکھا تو حیران رہ گیا کہ ان کے پاس اگر گاڑی تک تو وہ ٹیکسی یا رکشہ تو لے سکتے تھے۔ انہوں نے اپنا مکان کسی عالم دین کو دے دیا اور خود محترم سیٹھ نوازش علی مرحوم کے گھر رہائش پذیر ہو گئے۔ یہاں کئی بار مولانا صفدر حسین نجفی سے میری ملاقاتیں ہوئیں، جن میں شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی بھی شامل ہوتے تھے۔ مولانا صفدر حسین نجفی، شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کی بہت عزت کرتے تھے۔ میں نے دونوں میں بہت قربت، محبت اور باہمی عزت واحترام پایا۔

مولانا صفدر نجفی قبلہ کے ذکر کے ساتھ میں مرحوم سیٹھ نوازش علی کو نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ محسن ملت کے حکم پر دینی مدارس پاکستان میں جہاں بھی بنے ان پر انہوں نے بہت خرچ کیا۔ حتیٰ کہ امریکہ، برطانیہ اور کئی دوسرے ممالک میں بھی جامعۃ المنتظر اور دیگر ناموں سے مدارس قائم کیے گئے جو کہ آج بھی اہل ایمان کے لئے دین اسلام سے آگاہی اور اسلامی سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔ یہاں علوم قرآن وحدیث، سیرت محمد و آل محمد سیکھی جاتی ہے۔

ایک دفعہ محترم سید افضل حیدر ایڈووکیٹ اور پیپلز پارٹی لاہور کے صدر چوہدری غلام قادر، دونوں کوٹ لکھپت جیل میں کسی سیاسی رہنما کی ملاقات کے بعد میرے گھر ہمدرد چوک تشریف لائے۔ یہ دونوں شخصیات مکتب اہل بیت سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی خواہش پر میں نے دونوں کی مولانا صفدر نجفی سے ملاقات کروائی۔ آپ نے بڑے مدبرانہ انداز میں دونوں رہنماؤں کو تشیع کی ترویج کے حوالے سے کام کرنے کی نصیحت فرمائی۔ خاص طور پر مدارس دینیہ

کے قیام میں معاونت پر زور دیا۔

جامعۃ المنتظر کے پرنسپل اور وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کے بانی مولانا صفدر نجفی سادگی میں سفر کی حالت میں عام شہری نظر آتے تھے، چہ جائیکہ وہ شیعہ علماء کا لباس پہن کر سفر کرتے۔ کبھی بار حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر ماڈل ٹاون کی پہلی منزل پر چارپائی ڈال کر بنیان اور دھوتی میں استراحت فرماتے تھے۔ وہ عام انداز میں گفتگو کرتے۔ استاذ العلماء ہونے کے باوجود میں نے انہیں محرم الحرام کے ایام میں وزیر آباد میں ذاکرین کے انداز میں سرائیکی میں مجلس عزا پڑھتے ہوئے سنا۔ جبکہ لاہور کے کرشن روڈ امام بارگاہ میں محرم الحرام کی مجالس میں انتہائی عالمانہ انداز میں مجالس پڑھتے بھی دیکھا۔ اسی طرح ان کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مجالس کی فیس طے نہیں کرتے تھے۔ بانی مجلس جو بھی فیس دے دیتا لے لیتے تھے۔ کبھی بار تو ایسا بھی ہوا کہ بانی مجلس سے فیس لینے کے بعد اس میں کچھ اپنی طرف سے شامل کر کے واپس کر دیتے تھے کہ مجلس کے اخراجات میں میرا حصہ بھی ڈال دینا۔ یہی عادت ان کے شاگردوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

میری مرحوم صفدر نجفی سے بہت نیازمندی تھی۔ وہ اکثر میرے گھر مختلف علماء اور ایرانی قونصل جنرل کے ہمراہ بھی تشریف لاتے رہے ہیں۔ میرے والد محترم سید شریف حسین شاہ گیلانی کے انتقال پر تعزیت کے لیے دیگر علماء کے ساتھ تشریف لائے۔ دعا کے بعد میں نے مولانا صاحب سے پوچھا: 'کیا چائے پیش کریں؟ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے کہا: 'کچھ میٹھا کھائیں گے تو ہنس کر بولے اس پر انکار کفر ہے'۔

ایک مرتبہ علامہ صفدر حسین نجفی کی خدمت میں ڈاکٹر محمد علی نقوی اور انجینئر رضا نقوی کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنے بچے کے بارے میں بتایا کہ وہ قم المقدس میں حادثے کا شکار ہوا ہے۔ ڈاکٹر محمد علی نقوی نے مشورہ دیا کہ انہیں بیٹے کی عیادت اور دیکھ بھال کے لئے ایران جانا چاہیے۔ جس کا انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اگلے ہی مرحلے میں ڈاکٹر محمد علی نقوی نے خواہش کی کہ وہ ایران عراق جنگ میں شامل ہو کر شہادت کا رتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا صاحب بولے ''ایک طرف، آپ مجھے بیٹے سے ملنے کے لئے بیرون ملک جانے کا کہہ رہے ہیں جبکہ دوسری طرف آپ ایران کی طرف سے اگلے مورچوں پر جا کر شہید ہونا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو سمجھ نہیں سکا!''

مولانا صفدر حسین نجفی تمام ملی تنظیموں کے سرپرست بھی رہے ہیں۔ وہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے بانی علماء میں سے تھے۔ انہوں نے مولانا مفتی جعفر حسین کی وفات کے بعد علامہ شہید عارف الحسینی کے ساتھ بھی مل کر کام کیا۔ پھر مفتی صاحب کی وفات کے بعد علماء اور تنظیمی افراد میں اتفاق تھا کہ مولانا صفدر حسین نجفی کو قائد ملت جعفریہ بنایا جائے، مگر انہوں نے معذرت کر لی کہ وہ مدارس کی تشکیل پر توجہ دینا چاہتے ہیں۔ پھر علامہ عارف الحسینی کو قائد بنایا گیا۔ شہید قائد کے بعد علامہ ساجد علی نقوی کے انتخاب میں بھی انہوں نے متحرک کردار ادا کیا اور ملت کو نئی قیادت فراہم کرنے کے لئے اتفاق رائے پیدا کیا۔

مفتی جعفر حسین مرحوم کی وفات کے بعد علامہ عارف الحسینی نے قیادت اس شرط پر قبول کی تھی کہ علماء ان سے تعاون کریں گے، مگر وہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے اور کچھ نے تو تنقید بھی کی۔ اس کا اظہار علامہ عارف الحسینی نے مولانا صفدر نجفی سے شکوے کے انداز میں کیا تو محسن ملت نے تمام بزرگ علماء کا سیٹھ نوازش علی کے گھر اجلاس طلب کر لیا۔ اجلاس شروع ہوتے ہی قائد ملت جعفریہ نے اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے کا اعلان کرتے ہوئے استعفیٰ پیش کر دیا۔ جس پر بہت سے علماء اور مولانا صفدر حسین نجفی نے علامہ عارف حسینی کو یقین دہانی کرواتے ہوئے استعفیٰ واپس لینے کی اپیل کی اور انہیں دوبارہ تحریک کے سربراہ کی حیثیت سے کام کرنے پر آمادہ کر لیا۔

مولانا صفدر نجفی، پاکستان میں مکتب اہل بیت کے مدارس کا جال بچھانے والے، ملی تنظیموں کی سرپرستی کرنے والے سادگی کا پیکر تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر، طباعت اور ترویج کے حوالے سے ان کی خدمات کو ملت جعفریہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ محسن ملت تفسیر نمونہ، توضیح المسائل، عربی اور فارسی کتابوں کے آسان تراجم سمیت متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ وہ پاکستان میں مدارس کے بانی، ملی تنظیموں کے سرپرست رہے ہیں۔ ان کی زندگی علماء کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کو علی مسجد جامعۃ المنتظر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ سیٹھ نوازش علی بھی گذشتہ سال وفات کے بعد سے یہیں مدفون ہیں۔ یقیناً ان کے مرقد مطہر پر رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔۔۔

محسن ملت

علامہ سید صفدر حسین نجفی ناقابل فراموش کردار

ارشاد حسین ناصر

علامہ سید صفدر حسین نجفی پیکر خلوص، علم و عمل، تقوی و پرہیزگاری کی روشن مثال شخصیت کے مالک تھے، ان کی زندگی قومی خدمات سے بھرپور اور دین کی تبلیغ واشاعت نیز محافظت سے بھرپور گذری، علامہ سید صفدر حسین نجفی جنہیں محسنین ملت میں بلند مقام حاصل ہے کی زندگی کا سفر کیسے آگے بڑھا اس کو جاننا آج کی نسل کیلئے بے حد ضروری ہے تاکہ قوم کی تاریخ میں اس زندہ و روشن کردار سے آگاہی ہوسکے، یہ زندہ کردار ان سب کیلئے باعث حوصلہ اور آگے بڑھنے کی جستجو کا باعث بنتا ہے جب کوئی حالات کا رونا روتا ہے، وسائل کی عدم دستیابی کا ماتم کرتا ہے، دوستان کے تعاون نہ کرنے کا گلہ کرتا ہے، مشکلات اور مسائل کے انبار گنواتا ہے ایسے میں ایسی ہی جدوجہد کرنے والی شخصیات کے کردار و عمل سے حوصلہ ملتا ہے کہ کیسے ان لوگوں نے کام کیا، کیسے کامیابیاں سمیٹیں جب کہ مشکلات آج سے کہیں بڑھ کے تھیں، مسائل اس سے بہت زیادہ گھمبیر تھے۔ ذرا ان کے زندگی نامہ پہ نظر دوڑائیں۔

علامہ حاج سید صفدر حسین نجفی 1933ء میں شہر علی پور، ضلع مظفر گڑھ، ملتان ڈویژن میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے والد مرحوم سید غلام سرور چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا دین کی تعلیم حاصل کرے، چنانچہ سات سال کی عمر میں ان کے بڑے چچا علامہ سید محمد یار نجفی نے، جو ان ہی دنوں میں نجف اشرف سے دینی علوم کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے واپس آئے تھے، ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ قبلہ صفدر حسین صاحب کو ابتدائی دینی علوم کی تعلیم و تربیت کیلئے علامہ یار محمد نجفی اپنے ساتھ خانیوال شہر لے آئے۔ وہاں انہوں نے اپنے چچا اور دوسرے اساتیذ سے خوب علم و فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ 1951ء میں نجف اشرف روانہ ہوئے جو اس وقت علوم آل محمد کا مرکز ہوا کرتا تھا، نجف اشرف جانے کا قصہ بھی بہت دلچسپ اور عجب ہے، اس میں بھی کئی ایک واقعات ہیں، مشکلات ہیں، مسائل درپیش ہیں، کیا عجب جذبہ تھا کہ پیدل ایک ساتھی کے ہمراہ ٹرین کی پٹڑی پہ نجف کو چل پڑے جبکہ پاسپورٹ، ویزہ اور اسباب سفر تک نہ تھے، اس وقت آپ کی عمر ابھی اٹھارہ سال تھی اور تقریباً 6 سال امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے حرم کے سائے و قرب میں گزارے اور دین کا علم و فیض حاصل کیا اور درس خارج حاصل کیا اور 1956 میں وطن واپس لوٹ آئے۔

نجف اشرف میں انہوں نے نامور آیات عظام سے کسب فیض حاصل کیا، انہوں نے آیت اللہ تہرانی سے روایات اور احادیث روایت کرنے کی اجازت بھی حاصل کی۔

1956 سے 1966 تک لاہور کے وسن پورہ نامی علاقے میں جامعہ المنتظر کے مدرس اور نائب پرنسپل کے طور پر کام کیا اور پھر 1966 میں

جب علامہ اختر عباس نجفی مرحوم جو پرنسپل تھے نجف چلے گئے تو ان کی جگہ پرنسپل کے فرائض ادا کرنے شروع کیئے حیات طیبہ کی زندگی کے آخر تک مدرسہ کے سربراہ اور کئی مدارد دینیہ کے بانی اور سربراہ کی حیثیت سے وہ دن رات اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

1970 میں لاہور کے ایک علاقے ماڈل ٹاؤن میں، جو کہ لاہور کے اہم اور بنیادی علاقوں میں سے ایک ہے، تقریباً 21 کنال اراضی پر ایک مدرسہ بنایا گیا، جس میں 14 کلاس روم، دو بڑے ہال، 60 کمرے تھے۔ طلباء کے ہاسٹل اور ایک بڑی مسجد، انہوں نے ایک لائبریری اور مدرسین و

اساتیذ کے لیے 13 گھر بنائے۔

مرجع شیعیان جہان آیت اللہ محسن الحکیم اعلیٰ اللہ مقامہ کی وفات و رحلت کے بعد جب مرجعیت کے عنوان سے امام خمینی کا نام لینا کافی دشوار اور کٹھن سمجھا جاتا تھا آپ نے امام کی مرجعیت کا اعلان کیا، اور حضرت امام کی توضیح المسائل کا اردو ترجمہ کر کے اسے شائع کرنے کا اعلان کیا، اپنے اس پیغام و پروگرام کو خطوط، اخبارات وغیرہ کے ذریعے شیعیان پاکستان تک پہنچایا، بعد میں جب امام خمینی، نجف سے پیرس تشریف لائے تو جناب شیخ نوازش علی ساعتی، مولانا امیر حسین نقوی کے ساتھ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی یہ بات کسی ڈھکی چھپی نہیں کہ

قبلہ صفدر نجفی صاحب اس دورہ میں کچھ رقم جو وہ ساتھ لائے تھے امام خمینی کی خدمت میں پیش کی، یہ رقم ان کی ذاتی رقم تھی جو انہوں نے اپنا گھر بیچ کے ساتھ رکھی تھی جبکہ اس سفر میں انہوں نے اپنا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھی خود ہی خریدا تھا۔ اس وفد نے حضرت امام خمینی سے پاکستان میں اپنا نمائندہ بھیجنے کی درخواست کی تا کہ ان کے افکار و کردار اور پیغام کو موثر انداز میں اہل پاکستان میں راسخ کیا جائے امام نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور آیت اللہ العظمیٰ نوری ہمدانی دامت برکاتہم کو تین ماہ کے لیے بھیجا اور وہ بعض وجوہات کی بنا پر قیام نہ کر سکے بعد از اں آیت اللہ طاہری خرم آبادی نمائندہ خصوصی برائے امور پاکستان کے طور پہ مقیم رہے قبلہ صاحب کی وفات تک آیت اللہ سید حسن طاہری خرم آبادی امور پاکستان میں امام کے نمائندے تھے۔ یہ قبلہ سید صفدر نجفی ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے امام کی کتابوں توضیح المسائل"، "ولایت فقیہ" اور" جھاد اکبر" کا ترجمہ کیا اور انہیں پاکستان میں شائع کرنے کا اہتمام کیا، در اصل علامہ سید صفدر نجفی کا ویژن تھا کہ پاکستان میں انقلابی افکار کی حامل دینی کتب کی اشاعت، تراجم و تفسیر کا کام شروع ہوا، اس مقصد کیلئے مصباح القرآن ٹرسٹ جیسا ادارہ قائم کیا، جس کے تحت انہوں نے کئی کتب شائع کیں، جبکہ معروف تفسیر ؛تفسیر نمونہ؛ کا اردو ترجمہ بھی کیا اور اسے 27 جلدوں میں شائع کیا۔

علامہ سید صفدر حسین نجفی کی دینی، تعلیمی، اجتماعی کاوشوں پہ نظر دوڑائیں تو فہرست بہت طویل ہے ہاں ان کا تنظیمی کردار بھی کسی سے کم نہیں رہا، وہ تمام دینی تنظیموں، تحریکوں کے سرپرست و بانی کی حیثیت سے یاد رکھے جائیں گے، آئی ایس او، آئی او، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، وفاق علما اور بعض لوکل تنظیمات کیساتھ بھی ہمیشہ ایک رہنما اور سرپرست کے طور پہ سامنے رہے، سب تنظیمیں ان پہ بھرپور اعتماد کرتی تھیں اپنے پروگراموں میں بلاتیں، لیکچرز کا اہتمام کرتیں اور تربیتی امور میں معاونت حاصل کرتیں، آئی ایس او کو جامعۃ المنتظر میں مرکزی کنونشن کروانے میں ان کی زندگی میں کبھی مشکل پیش نہیں آتی تھی بلکہ یہ انہی کا ایک منصوبہ تھا کہ مدرسہ و یونیورسٹی کے نوجوان باہم شیر شکر رہیں ایک دوسرے کیساتھ مربوط ہوں اور فاصلے مٹ

جائیں، وہ علما و نوجوانوں میں فاصلے مٹانے والے تھے، ڈاکٹر محمد علی نقوی سے رشتہ داری وقربت کے باعث شہید کی تربیت میں ان کا کردار تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ وہ شہید قائد علامہ سید عارف حسین الحسینی کے پشتیبان تھے جن کا احترام شہید قائد کو ہمیشہ عزیز تر تھا بھی ایک اہم مواقع پہ شہید قائد علامہ سید عارف حسین الحسینی کو پیش آنے والی مشکلات و مسائل میں ان کا بھرپور ساتھ دیا شہید قائد نے بھی ان کا ہمیشہ احترام کیا اور انہیں اہمیت دی ان کی بات کو فوقیت دی، ان کا قومی کردار ہمیشہ یادگار و ناقابل فراموش رہیگا۔

حقیقت ہے کہ محسن ملت علامہ سید صفدر حسین نجفی کی زندگی اور کردار سراسر مثبت ہی نظر آتا ہے، ان میں تخریب، تحقیر، تذلیل اور دوسروں کی مجبوریوں، کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے اور انہیں محکوم بنا کے اپنا غلام بنانے کے رائج روش سے سخت چڑ تھی اسی لیئے وہ دوسروں کے مسائل حل کرتے، اپنا کام جاری رکھتے، تنقید کا جواب ان کے پاس فقط کام کی شکل میں تھا، وہ عمل آدمی تھے، توکل باللہ والے تھے، دنیا کے بندے ہی نہیں تھے، اس لیئے ہر قسم کی مشکلات، پریشانیوں، مسائل، مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کا ہنر جانتے تھے، وہ مایوس بھی نہیں ہوتے تھے اس لیئے کہ دنیا سے ان کی توقعات بھی نہیں تھیں، وہ دنیا اور اس کے بندوں سے امیدیں باندھنے والے نہیں تھے، اس لیئے انہیں مایوس ہو کے پیچھے ہٹ کے بیٹھ جانا قبول نہیں تھا وہ اپنے کام کے دھنے تھے، بس جت جاتے تھے، اور کر گذرتے تھے، ان کے ہم عصروں یا ان کے ساتھ کام کرنے والوں میں شاید ہی کوئی ان کی ان الٰہی صفات سے مطابقت رکھتا ہو، اس لیئے کہ اگر کسی میں خوشبو ہوتی تو وہ اپنا پتہ خود دیتی،

علامہ سید صفدر حسین نجفی کا پروگرام، منصوبہ اور سوچ و فکر تھی کہ پاکستان کے ہر پچاس کلومیٹر پہ ایک شیعہ دینی مدرسہ و ادارہ قائم کیا جائے۔ یہ ان کا خواب تھا، اس سلسلے میں انہوں نے پاکستان کے علاوہ قم، انگلستان (مانچسٹر) اور امریکہ میں بھی کئی مدارس قائم کیئے، جو اس وقت بھی معاشرہ میں علوم آل محمد کی تشہیر و اشاعت کا کام کر رہے ہیں، ان کے لگائے ہوئے پودے اب تناور درخت بن چکے ہیں، پاکستان کے علما کی اکثریت میں ان کے شاگردان شامل ہیں یا ان کے قائم کردہ مدارس دینیہ کے فارغ التحصیل ہیں، ان کی کاوش سے پاکستان میں پہلا حوزہ علمیہ قائم ہوا جس کو ان کی رحلت کے بعد رشد و ترقی ملنا چاہیئے تھی، ان حوزات میں اضافہ ہونا چاہیئے تھا بھی بار افسوس ہوتا ہے جب ان کی مسند کا حق ادا ہوتا نہیں دیکھتے، واقعا یہ ظلم ہے کہ ان کی امیدوں کے چراغ اگر اپنی لو کو تیز نا کر سکیں، اگر ان کے شجر سایہ دار سوکھتے نظر آئیں۔ بہر حال اس مقام پہ بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر فساد کے خوف سے اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ سید صفدر حسین نجفی کی ذاتی خصوصیات میں سے ایک ان کی سادگی اور مادی چیزوں اور زندگی کی آرائشوں سے دوری اختیار کرنا نظر آتا ہے اور خدا کی رضا کیلئے خالص خدمت کرتے تھے، شہرت، تعریف اور مقام و منصب سے اجتناب برتتے ہوئے کاموں کو انجام تک پہنچانا ہوتا تھا۔ اسی طرح دیگر عادات و خصوصیات میں ہمیشہ سچائی کا سہارا لینا ہوتا تھا، صاف و سیدھا بولنا، استقامت، حلم، تقویٰ، قرآن کی تلاوت، رات کو نماز پڑھنا، ہر جگہ پر اول وقت میں نماز پڑھنا، ضرورت مندوں، بیواؤں اور غریبوں کی مدد کرنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ وہ واقعی ایک خدا رسیدہ الٰہی انسان تھے جو خال خال دکھتے ہیں مگر ان کے وجود کی برکات اور خوشبو ان کا پتہ دیتی ہے، 3 دسمبر 1989 ان کی رحلت جانگداز کا دن ہے ان پہ بہت طویل لکھا جا سکتا ہے اور لکھا جا رہا ہے مگر ان کیلئے شہید محسن نقوی کے کہے قطعہ سے اختتام کرتا ہوں۔

مومن کی موت بھی ہے شہادت کا ایک روپ
صدق و صفا کی راہ میں جاں سے گذر گیا
تقسیم کر کے علم و عمل کی بشارتیں
،،صفدر حسین،، آنکھ سے دل میں اتر گیا

استاد العلماء ولی کامل عارفِ آلِ محمد علیہم السلام

قبلہ مولانا سید صفدر حسین نجفی

اعلی اللہ مقامہ ونوراللہ مرقدہ الشریف

سید عبید الرضا زیدی الحسینی
مہتمم دارالسلام حسینی اکیڈمی

استاد العلماء ولی کامل عارفِ آلِ محمد علیہم السلام قبلہ مولانا سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ ونوراللہ مرقدہ الشریف سے میرا تعلق اور رشتہ عقیدت ان کی تحریروں کو پڑھ کر قائم ہوا پوری زندگی میں میری براہ راست ایک ہی ملاقات ہوئی ہے۔

جب ۱۹۸۷ کو میرے مربی اور استاد سلمان زمانہ کا انتقال ہوا تو انکے چہلم میں شرکت کے لئے مولانا تشریف لائے تھے۔ چند روز قبل مولانا کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا تھا جس میں کافی زخم آئے تھے اور پٹیاں بندھی ہوئی تھیں کاندھوں پر بھی اور سینے پر بھی۔ جب مولانا بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لائے پھر وہاں سے بذریعہ زمینی راستہ مہدی آباد واگھر یجی ضلع میرپور خاص تشریف لائے جہاں دانشگاہ جعفریہ میں مولانا غلام مہدی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کا چہلم برپا تھا پورے پاکستان سے بزرگ علماء تشریف لائے ہوئے تھے جب مولانا مرحوم کی تشریف آوری ہوئی تو قبلہ وکعبہ مولانا عباس علی نجفی جو کہ میزبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے مولانا سے عرض کی قبلہ آپ اس اذیت اور تکلیف کے باوجود تشریف لائے ہم آپ کے شکرگذار ہیں۔ لیکن اگر آپ وہیں سے دعا فرما دیتے تو کافی ہو جاتا۔ آپ نے زخمی حالت میں اتنا طویل سفر طے کیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور صحت کلی عطا فرمائے تو قبلہ مولانا سید صفدر حسین نقوی النجفی اعلیٰ اللہ مقامہ نے ارشاد فرمایا مولانا غلام مہدی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ سے میں نے نجف اشرف میں استفادہ عملی کیا تھا وہ میرے محترم اساتذہ میں شامل تھے۔ انکا چہلم تھا میرا دل نہیں مانا۔ تکلیفیں تو زندگی کے ساتھ آتی جاتی ہیں اگر میں نہ آتا تو ساری زندگی قلق رہتا۔ مولانا نے اسی عالم میں مجلس سے بھی خطاب فرمایا، یہ واقعہ تحریر کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ استاد کی عظمت کتنی ہے مولانا کے اس عمل سے آئندہ آنے والے علماء اور طلباء کے لئے مشعل راہ بن سکے۔

واقعاً وہ ایک عظیم عالم و مدرس ہونے کے باوجود بہترین مربی بھی تھے۔ انہوں نے زبانی تربیت کے ساتھ ساتھ عملی اور سیرت کے ساتھ بھی تربیت فرمائی۔ ان کی پوری زندگی ترویج مکتب آلِ محمد علیہم السلام میں صرف ہوئی جہاں مولانا مرحوم نے مدرسہ کے اندر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا وہیں مولانا نے قلمی جہاد بھی پوری توانائی کے ساتھ انجام دیا۔

غالباً ۱۹۸۲ء کو میں لاہور گیا تھا دانشگاہ کے طلباء کے شہریہ لینے کے لئے نمائندہ ولی فقیہ سے تو میں بغرض زیارت علماء کرام جامعہ المنتظر بھی

گیا۔ مجھے شرف تھا مولانا موصوف کی زیارت کا۔ لیکن جب میں مدرسہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ مولانا تو مسافرت پر گئے ہوئے ہیں۔ البتہ اگر آپ چاہیں تو آپکی ملاقات قبلہ آیت اللہ العظمٰی حافظ سید ریاض حسین نجفی دامت برکاتہ العالیہ سے ہوسکتی ہے میں نے کہا وہ بھی ہمارے بزرگ ہیں ان سے ہی ملاقات کرادی جائے تو اس طرح پہلی مرتبہ قبلہ سے نیاز حاصل ہوا۔ میں نے دست بوسی کے بعد قبلہ سے عرض مدعا کیا کہ میں طالب علم ہوں اور کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا مجھے قبلہ صفدر حسین نجفی کی کتابیں خرید وادیں تو حافظ صاحب قبلہ نے مجھے پورا سیٹ ہدیہ کردیا جو آج تک میری لائبریری میں موجود ہے اور میں اس سے استفادہ کرتا ہوں خاص طور پر احسن المقال اور انتخاب طبری، الارشاد وغیرہ مولانا مرحوم و مغفور نے جہاں تصنیف و تالیف و تراجم فرمائے وہیں قوم کی علمی استعداد وترقی کے لئے پوری دنیا میں دینی مدارس قائم کئے۔ انکے خلوص اور جذبہ روحانی کو دیکھ کر شیخ سخاوت علی نے زندگی بھر انکا بھرپور ساتھ دیا۔

مولانا مرحوم نے جہاں درجنوں مدارس قائم کئے وہیں انہوں نے اپنے لئے گھر نہیں بنایا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان جب نفی ذات کر کے جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر قدم بڑھاتا ہے تو نصرت پروردگار بھی اسکا ساتھ دیتی ہے۔

ایک باعمل عالم دین کے اوصاف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں:

قرآن مجید عالم باعمل اور بے عمل دونوں کے صفحات موجود ہیں۔

اِنَّما یخشَی اللہَ مِن عبادہ العلماء بیشک اللہ سے ڈرنے اسکے بندوں میں علماء ہیں۔ اس آیت کے مصداق اولیٰ تو محمد وآل محمد علیہم السلام ہیں۔ اسکے بعد انکی سیرت پر عمل کرنے والے علماء ربانی ہیں اور علماء سوء کے لئے قرآن مجید نے فرمایا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔۔ انکی مثال اس گدھے کی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہو۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے انسانوں کی تین قسمیں بتائی ہیں۔

یا کمیل الناس ثلاثۃ۔۔اے کمیل انسانوں کی تین قسمیں ہیں عالم ربانی۔۔ایک تو عالم ربانی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا عالم ربانی صرف عالم نہیں / عالم موصوف ہے اور ربانی صفت ہے۔

عالم ربانی کون ہوتا ہے جو اپنے علم پر عمل کرے وہ عالم ربانی ہے۔ یہی معصوم نے فرمایا ہے۔

وَمَن یَعمل علیٰ علمہ فھو بعالم۔۔۔

اور جو اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔

دوسری قسم۔۔ومتعلم علی سبیل النجاۃ

دوسری قسم نجاۃ کے راستے پر رہتے ہوئے علم حاصل کرنے والا طالب علم

اور تیسری: ھمج رعاء اتباع کل ناعق

عوام الناس کا وہ پست گروہ جو ہر آواز کے پیچھے دوڑتا ہے۔

اسی فرمان میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

معرفتہ العلم دین بدان بہ، بہ یکسب الانسان الطاعتہ فی حیاتہ وجمیل الا وثہ بعد وفاتہ

علم کی معرفت دین ہے جس کے ذریعہ دین پر عمل ہوتا ہے اور اسی کے وسیلے سے انسان اپنی حیات میں اطاعت کراتا ہے اور اپنی وفات کے بعد بہترین آثار سیرت چھوڑ جاتا ہے۔

اسی فرمان میں امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ مالدار زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہیں اور علماء اس وقت زندہ رہیں گے جب تک کہ زمانہ باقی ہے، وہ آنکھوں سے مفقود ہوجائیں گے۔ یعنی آنکھیں تو انہیں نہیں دیکھ پائیں گی لیکن انکی تصویریں دلوں میں موجود رہیں گی۔

قبلہ وکعبہ محسن ملت مولانا سید صفدر حسین نجفی نے آئمہ اہل بیت

علیھم السلام کے ان فرامین کو آئینہ بنا کر زندگی کو ایسا خوبصورت بنایا کہ انکے مخالفین بھی انکی خوبیوں کے معترف نظر آئے۔ آج وہ دنیا میں نہیں ہیں بظاہر وہ پردہ کر چکے ہیں لیکن انکے آثار انہیں زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے اپنی اولاد کو بھی زیور علم سے آراستہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی کی نسل میں ایک عالم ہو تو سات پشتیں بخشی جاتی ہیں یہاں تو علم کا ایک سلسلہ ہے۔

میں یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ قبلہ وکعبہ سیرت اہل بیت علیھم السلام کا مرقع تھے ان کو دیکھنے والے سمجھ سکتے تھے کہ جب محمد ﷺ اور انکی آل کا چاہنے والا ماننے والا ایسا کریم ہے تو خود آقا و مولا کیسے ہونگے۔

تین چیزیں ہیں جو انسان کے مرنے کے بعد مرنے والے کے آثار جاری رہتے ہیں، نماز و روزہ وغیرہ کا عمل تو رک جاتا ہے لیکن تین چیزیں جاری رہتی ہیں

۱۔ وہ اولاد جو صالح ہو

۲۔ علم جس سے لوگ استفادہ کریں

۳۔ ایسا عمل جو جاری رہے مثلاً مسجد بنوائی، مدرسہ بنوایا، کسی کو تعلیم دی

مولانا موصوف نے اپنی زندگی سے بھرپور استفادہ کیا اپنی دنیا کی زندگی کو بیچ کر آخرت خرید کر لے گئے اور اپنی باقیات میں بہترین آثار چھوڑ گئے جس کا سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

بہت سارے لوگ پڑھ لکھ لیتے ہیں لیکن انکا علم بے فیض ہوتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے کچھ فرامین نذر قارئین کرتا ہوں۔

مولائے کائنات علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کا علم اسکی عقل سے بڑھ جائے وبال بن جاتا ہے۔

مثلاً صاحب علم نے کتابیں تو پڑھیں لیکن اسپر عمل نہ کیا تو وہ علم بے فیض ہے اسی لئے امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"لیس العلم فی کثرۃ التعلم بل التفکر فی امر اللہ۔۔

زیادہ کتابیں پڑھنے میں علم نہیں بلکہ امر الٰہی میں فکر کرنے میں علم ہے۔

العلم نور اللہ فی قلب من یشاء

علم ایک نور ہے اللہ جسکے دل میں چاہے ڈال دے۔

جو علم انسان کو متکبر بنا دے وہ جہالت سے زیادہ بدتر ہے۔

جو کہے کہ میں عالم ہوں سمجھو کے وہ جاہل ہے۔ علم انسان کو خوش اخلاق اور عاجزی سکھاتا ہے۔

لکھنو کے شاعر ساغر خیالی مرحوم نے کہا تھا:۔

علم صحرا میں اترے تو مدینہ ہو جائے
علم اندھے کو جو مل جائے بینا ہو جائے
علم گر چاہے تو طوفان بھی سفینہ ہو جائے
علم احمق کو جو مل جائے کمینہ ہو جائے۔
علم گر عقل سے بڑھ جائے تو ہنگامہ ہے
علم ٹخنوں میں اتر جائے تو۔۔۔۔ہے

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

رب العزت والجلال بجاہ محمد وآل محمد علیھم السلام انکے اعمال صالح کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور ہمیں انکے راستے پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے

والسلام

احقر العباد سید شبیہ الرضا زیدی الحسینی
مہتمم مدرسہ امام حسینؑ اکیڈمی

تفسیر نمونہ کا اردو ترجمہ اور

مولانا صفدر حسین نجفی

ایک تجزیہ۔۔۔۔۔۔۔ایک محاکمہ

پروفیسر مشکور حسین یادؔ

علماء کرام معاف فرمائیں۔۔۔۔۔۔ پاکستان کے بیشتر شیعہ علماء علم و فضل سے شغل رکھنے کے علاوہ زیادہ تر خطابت یعنی مجالس پڑھنے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔ ہمارے بہت سے معروف خطیب علماء تو خطابت میں اسقدر مصروف ہو جاتے ہیں کہ اُن کا تعلق علم و فضل سے برائے نام ہی رہ جاتا ہے اور وہی ایک دفعہ کی تیاری کی ہوئی تقریریں بار بار دُہراتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی گستاخ (صحیح معنی میں بے باک) شخص اس کوتاہی کی طرف ان کی توجہ دلاتا ہے تو وہ اس پر ناراض ہو جاتے ہیں یا زیادہ ہی نرمی دکھاتے ہیں تو مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص ان حضرات سے یہ گذارش کرتا ہے کہ جناب آپ منبر پر قرآن و حدیث سے متعلق اس قدر عمدہ گفتگو فرماتے ہیں تو اِس کو قلمبند بھی کر ڈالیے۔ مطلب ہے قرآن و حدیث کے بارے میں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق کوئی ٹھوس چیز ضبط تحریر میں لائیے تو وہ اپنی معذوری کا اظہار فرمانے لگتے ہیں۔ ارے بھائی قوم کو چاہیئے وہ ہمارے نان و نفقہ کا بندوبست کرے۔ پھر ہم آزاد ہو کر یہ کام کرنے کے لیے خود کو وقف کر دیں گے"۔ لیکن نان و نفقہ میں آپ صرف کھانا یا رہنے سہنے کا بندوبست ہی شامل نہ سمجھیں، بلکہ اِس میں ایک عدد عمدہ کوٹھی، ایک عدد کار، دو چار ملازم اور ساتھ ہی اچھا خاصا ماہانہ مشاہرہ بھی شامل فرمائیں۔ چنانچہ اِس کا نتیجہ بڑی عامیانہ سی ضرب المثل کے مطابق یہ ہوتا ہے کہ نہ نو من تیل میسر آتا ہے اور نہ رادھا۔۔۔۔۔۔ خالی جگہ آپ خود پُر کر لیجیے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کام ہمارے علماء کرام کے کرنے کا ہے وہ اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ لیکن مولانا صفدر حسین مرحوم اِس طرح کے عالم نہ تھے۔

ایک دن دوپہر کو مولانا نجفی میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور حسب معمول میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت شفقت آمیز انکسار کے ساتھ فرمانے لگے "دیکھو مشکور! میں ایک بڑا کام شروع کرنے لگا ہوں لیکن اس میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔۔۔ اُمید ہے تم مجھے مایوس نہ کرو گے۔" میں نے عرض کیا "مولانا کیا فرما رہے ہیں میں آپ کا خادم ہوں" ہنس کر کہنے لگے بھائی آپ شاعر بھی تو ہیں۔

بڑا شاعر نہیں ہوں اِس لیے آپ بلا تکلف فرمائیں جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا اسے کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لوں گا۔

فرمایا "تو پھر سن لو کہ میں فارسی کی ایک تفسیر جو جدید ذہنی تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی ہے اس کا اردو میں ترجمہ کرنا چاہتا ہوں"

"جناب اِس میں دیر کس بات کی۔۔۔۔۔ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیجئے۔"

"مگر مجھے اردو کہاں آتی ہے"

"چھوڑیئے مولانا اتنا بھی انکسار اچھا نہیں ہوتا"

"مشکور! میں انکسار نہیں حقیقت بیان کر رہا ہوں"

"میں تو اِس کو انکسار ہی کہوں گا"

اِس کا مطلب ہوا کہ تم میری مدد کرنے کے لیے تیار نہیں ہو"

"مگر جناب میں اس ضمن میں کیا کر سکتا ہوں"

"میرے کیے ہوئے ترجمہ پر آپ نظر ثانی کریں گے"

"میں اور آپ کے ترجمہ پر نظر ثانی!"

"اگر مزید سچی بات سننا چاہتے ہو تو نظر ثانی بھی کیا ایک طرح تمہیں دوبارہ ہی ترجمہ کرنا پڑے گا"

عرض کیا "اس ضمن میں اب مزید کچھ نہ فرمائیے۔ آپ ترجمہ کریں میں جیسا بھی ہوں حاضر ہوں"

اس گفتگو کے کچھ عرصے بعد ایک روز مولانا کا فون آیا "بھائی میں نے تفسیر نمونہ کی پہلی جلد کا ترجمہ کر لیا ہے اور آپ کو بھجوا رہا ہوں" مجھے تفسیر نمونہ کی ترکیب عجیب سی لگی چنانچہ ان سے عرض کیا "حضور! یہ تفسیر نمونہ چہ معنی دارد۔ فوراً جواب دیا۔ آپ اسے اپنی اردو زبان میں مثالی تفسیر سمجھیں۔ ذرا رک کر فرمایا۔ "جی ہاں مثالی جدید تقاضوں کے مطابق آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت آیت اللہ روح اللہ خمینیؒ کے ارشاد کے مطابق ایرانی عالم جناب آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی نگرانی میں دس علماء کی شرکت سے یہ تفسیر لکھی جا رہی ہے" مجھے اسی روز مولانا کا ترجمہ اور فارسی کی اصل تفسیر مل گئی۔ میں نے توجہ سے۔۔اصل کتاب کو دیکھا اسے کہیں کہیں سے پڑھا تو واقعی ہی خوش ہوا۔ جدید تقاضوں کے مطابق مطالب و مفاہیم اور معلومات کیساتھ ساتھ تفسیر کی زبان بھی نہایت شستہ اور رواں تھی میں نے مولانا کو فون کیا، قبلہ میں نے تفسیر نمونہ کا اصل نسخہ دیکھا ہے، یہ تفسیر واقعی بہت سلیس اور معیاری فارسی زبان میں لکھی گئی ہے، ہنس کے فرمانے لگے: اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میرا ترجمہ۔۔۔ مولانا نے ابھی اپنا جملہ پورا نہ کیا تھا کہ درمیان میں ہی راقم الحروف بول پڑا۔۔۔حضور! میں نے آپ کے ترجمہ کی طرف تو ابھی تک ایک نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اصل کتاب کے دو چار صفحے پڑھ کر جب میں نے مولانا کے ترجمہ پر نگاہ ڈالی تو میرا پہلا احساس یہ تھا کہ ترجمہ خواہ اعلیٰ معیار کا نہ ہو لیکن مولانا انشاء اللہ پوری تفسیر کا ترجمہ کر لیں گے۔ مجھے اپنا یہ جملہ مکمل کرتے وقت مولانا کے عزم و ہمت کا بھی پورا پورا احساس تھا اور ان کی طبیعت میں جو انکسار تھا وہ بھی اچھی طرح میرے پیش نظر تھا عزم و ہمت اور اس کے ساتھ عجز و انکسار طبع انسان کی ایسی دو بڑی اعلیٰ صفات ہیں جن کے بل بوتے پر ایک شخص بڑے سے بڑا کام سرانجام دے سکتا ہے۔ عزم و ہمت انسان کو مایوس نہیں ہونے دیتے اور عجز و انکسار اس کے لیے نو بہ نو امکانات کے دروازوں کو مسلسل کھولنے میں مصروف رہتے ہیں۔ انکسار ایک ایسی قوت ہے جو راستے کے بڑے بڑے پتھروں کو آن واحد میں ریزہ ریزہ کر سکتی ہے اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ پتھر پھولوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔

مولانا کا ترجمہ کو دیکھ کر میرا دوسرا احساس یہ تھا کہ وہ زبان و بیان کی نزاکتوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتے لیکن ان کی یہ بے پرواہی انہیں ابلاغ کی نزاکتوں کی طرف سے کبھی غافل نہیں ہونے دیتی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ مولانا کے ترجمہ کو دیکھ کر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ فلاں لفظ خلاف روزمرہ ہے یا فلاں لفظ کی جگہ فلاں لفظ زیادہ مناسب رہتا لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصل کتاب کی بات آپ تک نہیں پہنچ پائی۔ اور میں سمجھتا ہوں ترجمہ کا اصل مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔ فصاحت زبان کا زیور ہے اور بلاغت زبان کی جان۔ مولانا نے اپنے ترجمے میں زیور کو پس پشت ڈال کر جان کی امان چاہی ہے۔ اور وہ اس میں کامیاب رہے ہیں۔ ہم اس بات کو دوسرے الفاظ میں اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ آپ مولانا کے ترجمہ پر کسی جگہ مسکرا سکتے ہیں۔ آپ کو اس پر کہیں غصہ بھی آسکتا ہے لیکن اگر آپ نے توجہ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تو آپ مولانا کے ترجمہ کو پڑھ کر اُلجھیں گے نہیں۔ (توجہ کی شرط مت بُھولیئے) وہی بات کہ جو مفہوم اصل عبارت میں موجود ہے مولانا اس سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہیں ہوتے یعنی اس کا ابلاغ آپ تک ہو جاتا ہے۔ تفسیر نمونہ کی پہلی جلد کے ترجمہ میں گفتار مترجم کے عنوان سے مولانا نے اپنے ترجمہ کے بارے میں جو ایک بات کہی ہے وہ ہم من و عن یہاں پیش کر رہے ہیں۔

"ترجمے کے کٹھن مراحل میں بالعموم لفظی ترجمے کا اسلوب اپنایا گیا ہے اگرچہ بعض مقامات پر قارئین کی سہولت اور عبارت کی روانی کے لئے آزاد ترجمے کا طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔ ہم مفہوم کو منتقل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے۔ اس سوال کا جواب قارئین ہی بہتر طور پر دے سکتے ہیں"

عام طور پر سننے میں آتا ہے کہ لفظی ترجمہ کوئی اچھا ترجمہ نہیں ہوتا۔ ایسے موقعوں پر میں عموماً کہا کرتا ہوں کہ صاحب اگر آپ ترجمہ کرتے وقت لفظوں کو نظر انداز کر دیں گے تو پھر آپ ترجمہ کس چیز کا کریں گے۔ ترجمہ لفظوں ہی کا تو سارا کھیل ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں تو ترجمہ کرتے وقت ایک ذمہ دار مترجم کسی لفظ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا اور اگر نظر انداز نہیں کرتا یا نہیں کر سکتا تو ہم اس ترجمہ کو لفظی ترجمہ نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔ اس طرح عام طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمدہ ترجمہ وہ ہوتا ہے جو ترجمہ نظر نہ آئے۔ یہاں بھی میری گذارش یہی ہے کہ اگر ترجمہ کو ترجمہ نظر نہ آنا چاہیے تو پھر کیا نظر آنا چاہیے۔ ترجمہ کا وصف تو یہی ہے کہ زبان کی تمام تر خوبیوں کے باوجود میرا مطلب ہے اس کی سلاست، روانی اور فصاحت و بلاغت کے باوجود ایک ترجمہ، ترجمہ ہی نظر آئے۔ ورنہ تخلیق یعنی اصل کتاب اور ترجمہ میں کس چیز کو وجہ امتیاز قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ترجمہ کے بارے میں میرا اصرار تو یہی ہے کہ عمدہ اور معیاری ترجمہ کی خوبی اس میں ہے کہ وہ ترجمہ ہو کچھ اور نہ بنے۔ اگر ترجمہ اصل کتاب سے بلند ہو جاتا ہے تب بھی میرے خیال میں یہ مترجم کی کوئی خوبی نہیں اور اگر ترجمہ اصل کتاب کی سطح سے پست ہو جاتا ہے تو خیر یہ کوئی عمدہ بات قرار ہی نہیں دی جا سکتی چنانچہ ترجمہ کے ضمن میں عدل کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اصل کتاب کے معیار کے ہم پلہ رہے۔ نہ بلند ہو اور نہ نیچے کی سمت میں آتا دکھائی دے۔

مولانا مرحوم نے جب مجھے تفسیر نمونہ کی پہلی جلد کا ترجمہ بھیجا تو میں زبان و بیان کی چند در چند کمزوریوں کے باوصف اس میں یہ خوبی دیکھی کہ وہ اصل کتاب کے مفہوم کو ہم تک پہنچانے میں بڑی حد تک کامیاب ہے۔ اسی لیے میں نے اس میں کم سے کم تبدیلی کی اور کچھ یہ بھی لحاظ کیا (جو میری غلط فہمی تھی) کہ مولانا اپنے ترجمے میں زیادہ رد و بدل دیکھ کر دل برداشتہ نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس وقت تفسیر نمونہ کے ترجمہ کی پہلی جلد چھپ کر منظر عام پر آئی تو لوگوں نے بغیر کسی فرقہ وارانہ تعصب کے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

تفسیر نمونہ کا اردو ترجمہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو مولانا مرحوم کے عزم و ہمت اور قرآن فہمی کو عام کرنے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگر مولانا یہ ترجمہ نہ کرتے تو معاف کیجئے ہمارے نامور اہل قلم علماء کبھی یہ کام سرانجام نہ دے پاتے۔ وہ تو اسی انتظار میں رہتے کہ کب انہیں ان کی قوم ایک وافر سرمایہ مہیا کرتی ہے کب ان کے لیے ایک کوٹھی ایک کار اور دو چار مختصر نویسوں کا انتظام ہوتا ہے اور کب وہ اس بڑے کام کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔

تفسیر نمونہ کے اردو ترجمہ کے بارے میں ایک آخری بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مولانا کے اصل ترجمہ کو صاف کر کے لکھنے میں مجھ جیسے کئی کم علم افراد کے ہاتھ شامل ہیں اور اپنی کم علمی کے باعث مجھ جیسے ان کئی کم علم افراد نے مولانا کے ترجمہ پر بزعمِ خویش ہاتھ کی صفائی دکھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اس کے باوجود مولانا کے عزم و ہمت اور اخلاص کے باعث مولانا کے اصل ترجمہ کی خوشبو آج بھی اس ترجمہ میں پوری طرح موجود ہے اور یہی وہ خوشبو ہے جو اس ترجمہ کی کامیابی کی ضامن ہے۔

مولانا بھی کیا غضب کے آدمی تھے اور کیسے عظیم انسان کہ اپنی تمام تر سادگی کے باوصف زندگی میں کیا کیا پُرکاری کے جادو جگا گئے۔ اِدھر اُدھر یہاں وہاں روشنی ہی روشنی جگمگاہٹ ہی جگمگاہٹ۔ اللہ مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اِس وقت تفسیر نمونہ کے اردو ترجمہ کی شائع شدہ پندرہ جلدیں میرے سامنے موجود ہیں اور اُن کے ایک ایک لفظ سے مجھے مولانا صفدر حسین نجفی کی آواز بلند ہوتی سنائی دے رہی ہے۔ اور ساتھ ہی حافظ شیرازی فرما رہے ہیں۔

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد به عشق
ثبت است بر جریده عالم دوام ما

علامہ سید صفدر نجفی قبلہ

میرے محسن۔۔۔میرے مربیّ

گفتار: پروفیسر محمد عطا نقوی ڈیرہ غازی خاں

۱۹۷۱ء میں مجھے گارڈن کالج لاہور میں بہ حیثیت پروفیسر بھیجا گیا۔ میں خوش تھا کہ جامعتہ المنتظر قریب ہی ہے جہاں مجھے نماز جماعت ادا کرنے اور علمائے کرام سے فیض اٹھانے کا موقع مل سکتا ہے۔ چنانچہ جب میں جامعہ گیا اور وہاں نماز پڑھ چکا تو علامہ صفدر حسین نجفی سے میری پہلی ملاقات ہوئی آپ کو دیکھتے ہی وہ نشانیاں یاد آنے لگیں جو امیر المومنینؑ کے فرمان کے مطابق ایک شیعہ مومن میں ہونا چاہئیں۔یعنی

پچکا ہوا پیٹ، دھنسی ہوئی آنکھیں اور۔۔۔

اس وقت مجھے ایک انجانی سی مسرت ہو رہی تھی کہ اس زمانے میں ایک ایسی ہستی موجود ہے۔ چنانچہ میری نیازمندی اور علامہ کی شفقت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پھر میں نے ان سے گزارش کی کہ میں آپ سے علمی استفادہ کرنے کی تمنا رکھتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ جب جامعہ سے فارغ ہو کر گھر جاتا ہوں تو گلاب دیوی ہسپتال کے سٹاپ تک جانے کا وقت فارغ ہوتا ہے۔ بس اب میرا یہ معمول ہو گیا کہ روزانہ قبل مغربین علامہ کے ساتھ گلاب دیوی سٹاپ تک جاتا اور چلتے چلتے کوئی نہ کوئی مشکل علمی مسئلہ ان سے حل کرا لیا کرتا۔ جب قبلہ وہاں سے بس میں سوار ہو جاتے تو میں واپس آجایا کرتا تھا اس درس کے دوران مجھے کبھی یہ احساس نہ ہوا کہ میں ایک جید عالم دین کے ہمراہ ہوں، بلکہ ایسا لگتا کہ میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مصروف گفتگو ہوں

انہی دنوں بعض حنفی علماء نے جامعتہ المنتظر کے بالمقابل قطعہ زمین پر مسجد تعمیر کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ علامہ نجفی نے ان کو دعوت دی کہ آئیں ہم آپ اس معاملے پر باہمی بات چیت کر کے کسی نتیجے پر پہنچیں۔ جس روز وہ حضرات آپ کے پاس آنے والے تھے، علامہ نے از راہ کرم مجھے بھی وہاں بلوا لیا۔ جب وہ لوگ آئے تو آپ

نے ان سے نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور کہا:

ہم نے یہ مسجد خدا کی عبادت کے لئے بنائی ہے۔ آپ یہاں آ کر نماز اور تلاوت کریں تو کسی کو کچھ بھی اعتراض نہیں ہے۔

علامہ کا اخلاقی طرز عمل اور یہ فراخدلی دیکھ کر ان لوگوں کہ کہا:

ہم آپکے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے، اس لیے آپ کی عبادتگاہ کے سامنے مسجد بنانے لگے تھے لیکن اب ہمارا ذہن صاف ہوگیا ہے، لہذا ہم نے اپنا وہ ارادہ ترک کر دیا ہے۔

اس طرح علامہ نجفی کی شرافت اور رواداری کے باعث یہ فرقہ وارانہ معاملہ نہایت خوش اسلوبی سے حل ہوگیا۔

لاہور میں مجھے تقریباً چار سال تک علامہ کی صحبت

بابرکت سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا رہا۔ یہاں تک میرا تبادلہ کسی اور مقام پر ہوگیا۔

تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے معاملات کے ضمن میں علامہ مرحوم سے میری بہت سی ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں جب میں گھر سے لاہور کے لئے روانہ ہوتا تو بعض کارکنوں کے بارے میں میرے پاس شکایتوں کا ایک دفتر ہوتا تھا لیکن جب علامہ کی خدمت میں پہنچتا اور شکایات کا سلسلہ شروع کرنے لگتا تو آپ فرماتے۔

نقوی بھائی! ان شکایتوں کو ایک طرف رہنے دو اور کام کرتے چلو۔ آپ کے ان پرخلوص اور بزرگانہ الفاظ کا مجھ پر کچھ ایسا اثر ہوتا کہ میں ان تمام تر شکایات کو یکسر بھول جاتا اور کام کرنے کا ایک نیا جذبہ لے کر ان سے رخصت ہوتا۔

۱۹۸۷ء میں محکمہ سے پانچ سال کی رخصت لے کر میں قم المقدسہ گیا، تا کہ اپنے بچوں کو وہاں دینی تعلیم دلاؤں چنانچہ آپ کی تقلید میں اپنے بچوں موسیٰ رضا اور احمد رضا کو وہاں داخل کرایا۔ اور علامہ کی صاحبزادی کے ساتھ اپنی بیٹی کو جامعتہ الزہرا قم میں دینی علوم کی تعلیم دلائی۔ اس صورت حال کے پیش نظر علامہ نجفی نے پاکستان واپس آ کر لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لیے جامعتہ الزہرا قم کی طرز پر اچھرہ لاہور پر اسی نام کی درسگاہ قائم کر دی تا کہ بچیوں کو ایران نہ جانا پڑے۔

قم میں آپ ماہ رمضان میں درس قرآن دیتے تھے، مجھے بھی آپ کے درس قرآن میں شریک ہونیکی سعادت حاصل ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے درس قرآن اور مجلس عزا سے آپ کے خطاب میں چنداں فرق نہ تھا، حالانکہ مجلس میں عموماً سامعین کے رجحانات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ لیکن آپ کو یہ بات ہرگز پسند نہ تھی۔ کیونکہ درس ہو یا مجلس آپ اس میں محض خدا کی خوشنودی کے لیے اسلام کا پیغام پہنچایا کرتے تھے۔

قم میں ایک روز میں علامہ مرحوم سے ملنے گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دردسر کی تکلیف ہے۔ میں واپس ہونے لگا تو آپ نے مجھے بلوالیا۔ اور جب میں کمرے میں گیا تو آپ نے ہاتھ سے اپنے سر کو دبائے ہوئے دوسرے ہاتھ سے تفسیر نمونہ کا ترجمہ تحریر فرما رہے تھے۔

میں نے عرض کیا کہ قبلہ اس عارضے کو رفع کرنے کے لیے آپ کوئی مجرب دوا استعمال فرمائیں۔ جواباً فرمایا کہ نہیں دوا کی ضرورت نہیں ہے، کام میں مصروف رہوں گا تو درد خود بخود جاتا رہے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے علماء میں علامہ نجفی

ہی تھے جو اختلاف رائے کو تحمل سے سنتے اور اسے گوارا کرتے تھے۔ یہ ان کا خاصہ تھا کہ وہ اختلاف نظر کو مخالفت اور عداوت کا رنگ نہ دیتے تھے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کسی فرد یا قوم کی ترقی کا راز یہی ہے کہ اختلاف رائے کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتی ہو۔ چنانچہ اپنی اسی حوصلہ مندی اور بردباری کے باعث آپ پاکستان کی شیعہ تنظیموں کے مابین ایک معبر (پل) کی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر کسی طرف سے باہمی کشمکش کی خبر آپ کو ملتی تو بلا تاخیر مصالحت کرا دیتے اور طرفین کو نصیحت فرماتے کہ اختلاف نہیں کام کرو کہ جس سے دین وملت کی سرفرازی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

آپ نے اپنی ذات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قوم کی بہترین خدمات سرانجام دی ہیں۔ بعض حلقے آپ کی مخالفت بھی کرتے رہے اور اکثر اوقات ان کا طرز عمل بہت ہی پست ہوتا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک کونے میں جا بیٹھتا۔ لیکن وہ علامہ نجفی ہی تھے جو یہ سب کچھ دیکھتے سنتے ہوئے بھی اپنے کام میں مگن رہے۔ سچ

پوچھیے تو ہم لوگوں نے علامہ کی قدر نہیں پہچانی اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم بہت جلد ان کے وجود ذی جود سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

علامہ کی ایک اور خصوصیت ان کا مخلوق خدا سے پیار تھا۔ وہ اپنے بیگانے ہر ایک سے صرف خدا کی خاطر سے ملتے یا الگ ہوتے۔ اس کے علاوہ ان کی محبت اور نفرت کا کوئی سبب نہ تھا۔ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بھی محض خدا ہی کے لیے محبت فرماتے تھے۔ خدا کرے کہ ہمارے محترم علماء کی اکثریت بھی اسی بے لوث طریق عمل کو اختیار کرے۔

میں پوچھا ہوں کہ آپ کے دور میں آپ کسی ایسے عالم دین کا نام لے سکتے ہیں جو خدا کی خاطر اپنی اُمنگوں کو قربان کر دے؟ آئیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ علامہ صفدر حسین نجفی وہ عالم دین ہیں کہ جس روز خود ان کی شادی ہو رہی تھی، مدرسے میں بیٹھے درس دے رہے تھے اور جب اوقاتِ مدرسہ ختم ہوئے تو وہ گھر گئے اور ان کی رسم نکاح ادا ہوئی۔

لیکن صرف یہی بات نہیں کہ وہ اپنی شادی کے روز خدا کی خاطر طلبائے دینی کو درس دینے میں مشغول رہے۔ بلکہ اس سے بھی حیران کن واقعہ یہ ہے کہ جب ان کی بڑی صاحبزادی کا نکاح اور رخصتی ہونا تھی وہ دین اسلام کی عظمت پر جانیں قربان کرنے والے شہدائے کوئٹہ کی تعزیت کے لیے وہاں گئے ہوئے تھے۔ اس روز گھر سے روانہ ہوتے وقت انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا:

بیٹی کو رخصت کرنا میرا ذاتی کام ہے اور اسے میری بجائے تم انجام دے سکتی ہو۔ لیکن شہدائے اسلام کی تعزیت کے لیے کوئٹہ جانا میری الہیٰ ذمہ داری ہے، اسے چھوڑ کر میں بیٹی کی رخصتی میں مصروف نہیں رہ سکتا۔

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علامہ نجفی میرے روحانی باپ تھے ان کی رحلت سے میں یتیم ہو گیا ہوں لیکن صرف میں ہی یتیم نہیں ہوا بلکہ ان کی وفات سے پوری قوم یتیم ہو گئی ہے۔

علامہ نجفی کی زندگی اور فلسفہء اخلاص

سید امجد علی کاظمی، لاہور

اسلام میں فلسفہ اخلاص کے بے پناہ رموز اور علمی مباحث ہیں۔ ہر انسان امتحان و ابتلا میں قرار دیا گیا ہے اور جب تک وہ مکمل اخلاص کے ساتھ فقط اللہ کے لیے دین کی خدمت نہ بجالائے، اس وقت تک اس کی اُخروی کامیابی اور نجات کے اسباب پیدا نہیں ہوتے۔ انسان مکمل اخلاص کی منازل کو کب اور کیونکر حاصل کرتا ہے؟ یہ ایک طویل بحث ہے۔ اس موضوع پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کے لیے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کے بعض مفاہیم کا ذکر ہمارے لیے بہرہ آوری کا باعث ہوگا۔

ارشاد رب العزت ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ط وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا۔ (سورۃ نساء ۱۴۶)

”مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کریں اور خدا سے تمسک کریں اور اپنے دین کے ساتھ اللہ کے لیے مخلص ہوجائیں، پس وہ مومنین کے ساتھ ہونگے اور خدا عنقریب اُن کو اجرِ عظیم دے گا۔“

اس آیت میں انسانی کردار ارتقاء اور اس کے عرفانی ارتقاء کے لیے چار منازل کی تعلیم دی گئی ہے، گہری نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو ان منازل میں مختلف سطح کی قوت باطلہ کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ان کو اپنا دفاع کر کے اپنی آزادی حاصل کرنے اور اپنے نفس کو فقط اور فقط اپنے پروردگار کی رضا جوئی کے لیے وقف کر دینے میں اخروی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔

اوّلاً:۔ انسان کا خود کو دائرہ معصیت سے آزاد کرانا کہ وہ اپنے گناہوں پر احساس ندامت اور ان کا اعادہ نہ کرنے کے عہد کے ساتھ توبہ کی منزل سے ہمکنار ہو اور اپنے آپ کو پروردگار کے حضور پیش کرے۔

ثانیاً:۔

انسان کا ہر طرح کے معاشرتی اور سیاسی دباؤ سے آزاد ہونا بلکہ وہ باطل کے ہر دباؤ زور توڑ کر اس طرح اصلاح احوال کرے کہ وہ ہر قوتِ باطلہ پر حاوی ہو جائے۔

ثالثاً:۔

خدائے قدوس کی ذات کے علاوہ ہر قوت کی نفی کرے اور اس کے سیاسی و غیر سیاسی غلبہ سے جسمانی اور فکری آزادی حاصل کرے اور اپنے معاملات میں خدائے تعالےٰ سے تمسک کرے۔

رابعاً:۔

ایک آخری اور سخت ترین قوت باطلہ ہوائے نفس ہے، انسان اس سے آزادی حاصل کرے اور مکمل اخلاص کی منزل کے حصول کی خاطر فقط خدا کے لیے دین کے ساتھ وابستگی اختیار کرلے۔

ہوائے نفسانی ایسی قوت باطلہ سے نجات حاصل کرنا حقیقتاً ایک مشکل ترین منزل ہے۔ حب نفس اور مقام و منصب کی آرزو آخری شے ہے جو قلب مومن سے الگ ہوجاتی ہے اور پھر وہ رب العزت کے ہاں ایک پسندیدہ انسان قرار پاجاتا ہے۔

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالےٰ علیہ نے فلسفہ اخلاص کے قرآنی تصور کو انتہائی دلنشین انداز میں بیان فرمایا:۔

”اگر کاری برائی خدا بکند و خالص باشد پیروز میشو د“۔

امام امت نے اپنے اس قول میں قدرے صراحت کے ساتھ واضح فرمایا ہے کہ اگر کوئی کام یا کوئی خدمت خدا کے لیے سرانجام دی جائے اور اس میں انسان اخلاص کی منزل کو پاجائے تو وہ یقیناً کامیاب ہے۔

چنانچہ خالق حقیقی کے وہ بندے جنہوں نے ہر طرح اور ہر سطح کی قوت باطلہ کی نفی کی اور اس جنگ میں اپنے آخری دشمن،، ہوائے نفس،، کو مغلوب کر کے مکمل اخلاص کی منزل پر پہنچے اور پھر دین مبین کی پیہم خدمت بھی سرانجام دی تو انہوں نے ابدی کامیابی اور نجات حاصل کرلی۔ پس اب میرا دل بار بار یہ گواہی دیتا ہے کہ اسی طرح علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ نے بھی مختلف منازل سے گزر کر اخلاص کی منزل میں قدم رکھا اور پھر اپنی زندگی کا لحظہ لحظہ خوشنودی خدا میں گزار کر خالق اکبر کے حضور سرخرو ہوئے۔ ان کے آخری الفاظ ان کے اخلاص کی منزل سے ہمکنار ہوجانے کی واضح شہادت دیتے ہیں۔

”انسان ہر کام کرنے سے پہلے یہ دیکھے کہ اس کام میں خدا کیا چاہتا ہے۔ اگر وہ کام خوشنودی خدا کا باعث ہو تو کر گزرے ورنہ چھوڑ دے۔“

کاروان حیات میں انکے کامیاب سفر کو سمجھنے کے لیے ہم انکے زمانہ طالب علمی سے لے کر ایک عظیم عالم با اخلاص کی منزل کے حصول کی جدوجہد پر محیط ان کی درخشاں زندگی کے بعض فکر انگیز پہلوؤں کا ایک عملی جائزہ لیں گے۔

اس صاف دل اور نیک طینت انسان نے اپنے سفر اخلاص کا آغاز کتنے دلفریب انداز میں کیا۔ اس کا اندازہ ان کے زمانہ طالب علمی کی ایک پرکیف داستان ہے جو مجھ کو خود ان کی زبانی سننے کا شرف حاصل ہوا اور وہ کچھ یوں ہے:۔

۱۹۸۲ء میں جامعتہ المنتظر کے مہمان خانہ کے صحن میں فراغت کے چند قیمتی لمحات میں اپنی دینی تعلیم کے آغاز کے احوال پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

میں سرگودھا کے قریب ایک دینی مدرسہ میں زیر تعلیم تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ علوم دینیہ کا اصل سرچشمہ عراق کا شہر نجف اشرف ہے۔ تب میں نے علم کے اس حقیقی سرچشمہ سے سیراب ہونے کے لیے نجف جانے کا ارادہ کرلیا۔ معلوم ہوا کہ پہلے بذریعہ ریل کراچی جانا ہوگا مگر ریل کے کرایہ کے وسائل شائد مہیا نہ تھے۔ پھر خیال آیا کہ اگر ریل پر نہیں تو کیوں نہ ریل کی پٹری پر پیدل چل کے کراچی پہنچ جائیں۔ سفر کی طوالت کا ہمیں اندازہ نہ تھا، چنانچہ ہم دو ساتھی بغیر کسی روپے پیسے کے ریل کی پٹری پر چلتے ہوئے لاہور سے عازم نجف ہوئے۔ اور شائد چیچہ وطنی تک پہنچے تھے کہ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر گر پڑے پھر کسی کے سمجھانے

بجھانے پر واپس اپنے مدرسے پہنچ گئے۔ اس کے بعد ہم نے آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کی غالباً ہم کراچی کی بجائے کوئٹہ گئے تھے۔ میں پاسپورٹ کے بغیر ہی کوئٹہ میں ایران کی کونسل گری کے دفتر جا پہنچا اور ان سے تقاضا کیا کہ ہمیں عراق کا ویزہ دیا جائے۔ وہاں کسی کو ہماری بات کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ انکے پاسپورٹ بھی نہیں اور پھر عراق کا ویزہ ایران سے مانگتے ہیں۔ آخر کار ایک شیعہ ملازم نے ہمارا مدعا سمجھا اور شفقت فرماتے ہوئے کراچی کے ایک مخیر مرد مومن کے نام رقعہ اور وہاں کا کرایہ بھی دیا۔ کراچی پہنچ کر ہم نے ان صاحب کو ڈھونڈا اور رقعہ پیش کیا چنانچہ انہوں نے ہمارے لیے عراق کے پاسپورٹ اور ویزے کا بندوبست کیا اور ہمیں بحری جہاز سے بصرے روانہ کر دیا۔ ہمیں اس کا کوئی اندازہ نہ تھا کہ یہ سفر کتنے دن کا ہوگا۔ اور ہمارے ان محسن نے ہمیں سفر خرچ کے لیے بھی کچھ نہ دیا شاید وہ بھول گئے تھے، ادھر ہم نے اپنے مقصد اور منزل کے شوق میں اس کا کوئی ذکر ہی نہ کیا۔ دوران سفر ہم بھوکے پیٹ رہے، تیسرے دن لاہور کے ایک آدمی نے مٹھائی کا ایک ڈبہ نکال کر اس کو سونگھا اور پھر اسے سمندر میں پھینکنے کے لئے اوپر اٹھایا تب میں نے اس سے کہا کہ اسے پھینکیں نہیں۔ مجھے دے دیں اس شخص نے بے کار مٹھائی کا وہ ڈبہ مجھے دے دیا اور اگلے ۷ دن کے سمندری سفر میں ہم نے زیادہ تر اسی مٹھائی پر گزارا کیا۔ اسی طرح ہم بصرے پہنچے اور پھر گرتے پڑتے وہاں سے نجف اشرف بھی پہنچ گئے۔

میں نے جاتے ہی درس لینے کا سلسلہ شروع کیا، مگر تین سال تک نہ مجھے اقامہ اور نہ شہریہ مل سکا اور نہ ہی کسی مدرسے میں سکونت کے لئے جگہ ملی تاہم میں نے اپنی حصولِ علم کی مصروفیات کو اولیت دی اور ان امور کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ میں ایک مدرسے میں اپنے کسی دوست کے ہاں قیام پذیر تھا مغربین کے وقت مدرسے کے دربان نے مجھ سے کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں۔ میں نے کہا: بندہ خدا! میں اس وقت کہاں جاؤں؟ اس نے کہا اگر آپ نہیں جاتے تو میں آپ کے میزبان کو بھی مدرسہ سے نکلوا دونگا۔

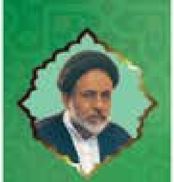

مجبوراً مدرسے سے باہر نکل آیا، جب کہ رات کا وقت اور سردی زوروں پر تھی، میں نے رات صحن امیر المومنینؑ کے باہر فٹ پاتھ پر گزاری۔ سچی بات ہے کہ اس وقت میں واقعی رو دیا تھا۔ اور جناب امیرؑ سے التجا کی کہ اس دیارِ غیر میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، اب آپ کے علاوہ میرا یہاں کون ہے؟

اس واقعہ کے چند دن بعد نجف اشرف میں ایک انتہائی باشرف گھرانے مین میری شادی ہوگئی۔ میں نے اگلے دو سال قدرے سکون سے گذارے جب میں وطن واپس آنے لگا تو اس وقت تک میں نے وہاں کا اقامہ نہیں لیا تھا۔ واپسی کے کاغذ تیار کرتے وقت افسران مجاز حیران ہوئے اور کہا: اچھا تو آپ پانچ سال سے بغیر اقامے کے یہاں رہ رہے ہیں؟ انہوں نے مجھے ۵۰ دینار جرمانہ کیا جو میں نے ادا کر دیا اور واپسی کے کاغذات حاصل کیے اور پاکستان آ گیا۔

خلوص کے سفر کی یہ داستان اپنی اس ابتداء کے بعد کس طرح کامیابی کی آخری منزل سے ہمکنار ہوئی اس کی تفصیل آئندہ کسی وقت بیان کرونگا۔ فی الوقت اتنا عرض ہے کہ میں نے اپنے اور اپنی ملت کے محسن علامہ نجفی کا آخری دیدار ان کی ابدی آرام گاہ میں کیا۔ میں اپنی تھوڑی سی بصیرت کے ساتھ یہی کچھ سمجھ پایا کہ وہ اس بزرگ کے پیروکار تھے جنہوں نے اپنی وصیت میں فرمایا:

”میں سکون دل، مطمئن قلب اور مسرور وشاداں روح اور فضل خدا کے امیدوار ضمیر کے ساتھ آپ بہنوں اور بھائیوں کی خدمت سے مرخص ہو کر مقام ابدی کی جانب سفر کر رہا ہوں۔“

آیت اللہ خمینی علیہ الرحمہ کے اس قول کی ایک تصویر میں نے لحد میں لیٹے ہوئے پیکر خلوص علامہ سید صفدر حسین نجفی کی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

علامہ سید صفدر حسین نجفی
ایک ہمدرد انسان اور سچے خادم علم و قرآن

مولانا محمد علی فاضل۔ راجن پور

یوں تو یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے اور یہاں کی ہر شے آنی جانی ہے جو یہاں آئے گا ایک نہ ایک دن ضرور چلا جائے گا۔

جب احمد مرسلؐ نہ رہے، کون رہے گا

لیکن پھر بھی دنیا کی کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی زندگی کو مشکلات میں ڈال کر دوسروں کو خوشیاں بانٹتی اور شمع کی طرح خود جل کر دوسروں کو روشنی عطا کرتی ہیں وہ بظاہر ہستیاں تو یہاں سے چلی جاتی ہیں لیکن ان کی یادوں میں ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ ان کے کارنامے زندہ و تابندہ رہتے ہیں اور بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لیے مشعل ہدایت کا کام دیتے ہیں چونکہ ایسے لوگ ایک بامقصد زندگی لے کر آتے ہیں اور انہیں اس پہ غیر متزلزل یقین ہوتا ہے لہذا وہ اس کے مقصد کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی زندہ تابندہ اور پائندہ ہوتے ہیں۔

پہلے مرحلہ میں انبیاء آئمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے بعد علماء ان کے علوم کے وارث ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "العلماء ورثۃ الانبیاء" اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں "فقہاء مومنین اسلام کا مضبوط قلعہ ہوتے ہیں جیسے شہر کی چار دیواری شہر کے لیے قلعہ کا کام دیتی ہے۔" مکتب اہل بیتؑ کے ایک نامور شاگرد، ملت جعفریہ کے عظیم فرزند اور معدن سیادت کے لعل بدخشاں

علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کا شمار بھی یقیناً ایسے ہی علماء میں ہوتا ہے کیونکہ وہ جئے تو علم کے لیے اور مرے بھی تو علم کے لیے۔

وہ ہمت و عزم کا پہاڑ، جود و سخا کا سمندر اور حلم و بردباری کی ایک کائنات تھے انہیں بہت کم اور خاص خاص لوگوں نے پہچانا کہ وہ اپنے لیے نہیں، قوم کے لیے سوچتے تھے انہوں نے اپنے اور اپنے بچوں کے لیے کچھ نہیں بنایا۔ لیکن قوم کو سب کچھ دے گئے، انہوں نے ترکے میں اپنے مدارس اور دینی کتابیں چھوڑی ہیں جس طرح مدارس دینیہ میں ان کا جامعۃ المنتظر نمایاں اور بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح دینی کتابوں میں "تفسیر نمونہ" بھی ان کا ایک ایسا شاہکار ہے جس پہ آنے والی نسلیں فخر کرتی رہیں گی۔ اگرچہ پاکستان کا کوئی دینی مدرسہ بھی ان کے تعاون سے محروم نہیں تھا۔ لیکن آپ نے جامعۃ المنتظر کو بین الاقوامی مدرسہ کی صف میں پہنچا دیا اور کتابوں میں سے تفسیر نمونہ کے اردو ترجمہ کو بین الاقوامی معیار عطا کیا۔

مجھے علامہ کو نزدیک سے دیکھنے کا موقعہ ملا اور اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی شخص جامعۃ المنتظر میں ان کے پاس سہم امامؑ لے کر آیا اور پوچھا کہ اسے کہاں دیا جائے تو جواب میں پاکستان کے دینی مدارس کے نام لے کر فرماتے کہ یہ مدارس مال امام کے مستحق ہیں۔ ان میں سے جسے بھی دینا چاہیں دے دیں۔ حالانکہ انہیں اپنے ادارے (جامعۃ المنتظر) کے لیے بھی رقم کی اشد ضرورت ہوتی تھی۔

انہیں قرآن فہمی اور قرآن شناسی سے جنون کی حد تک محبت تھی اس کے لیے انہوں نے درد دل رکھنے والے حضرات کو آمادہ کیا اور "مصباح القرآن ٹرسٹ" کی بنیاد ڈالی کہ جس کا مطمع نظر ہی شناخت قرآن ہے۔ آپ

قرآنیات سے متعلق عربی، فارسی کتابوں کو اردو کا جامعہ پہنانے اور اردو دان طبقہ تک پہنچانے کی برابر تاکید فرمایا کرتے۔ چنانچہ آپ نے بذاتِ خود قرآن مجید کی نادرہ روزگار تفسیر "تفسیر نمونہ" کی مکمل ۲۷ جلدوں کا اردو ترجمہ فرمایا اور اب تفسیر موضوعی کو لیے ہوئے تھے کہ عنقریب چھپ کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔

علامہ مرحوم کا ارادہ تھا کہ ملک کے کونے کونے میں دینی مدارس ہوں اور ہر ضلعی صدر مقام پر ایک مرکزی دینی مدرسہ قائم ہو کہ جس سے علوم آلِ محمدؐ کی نشر و اشاعت ہو۔ چنانچہ جامعہ امام جعفر صادقؑ راجن پور کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

پانچ سال قبل جب میں جمہوری اسلامی ایران کے شہر "ایرانشہر" میں سازمان تبلیغات اسلامی کا ڈائریکٹر تھا اور علامہ مرحوم قم مقدس تشریف لائے تو میں ان کی خدمت میں وہاں پہنچا۔ تب فرمانے لگے۔

جوان! ایران میں تو ماشاءاللہ علماء کی کثرت ہے۔ تمہاری جگہ اور علماء بھی مل جائیں گے لہٰذا یہاں تمہاری اتنی ضرورت نہیں جتنی پاکستان میں ہے۔ بہتر ہوگا تم پاکستان آ کر دین و مذہب کی خدمت کرو۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہاں تمہیں بہت سی سہولیات میسر ہیں اور پاکستان میں ایک نہیں ہے لیکن خدمت کا مزہ بھی تو تکلیفوں ہی میں ہے۔ "افضل الاعمال احمضھا"

میں نے عرض کیا "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ بشرطیکہ میری خدمت کی ضرورت ہو۔ فرمایا "بہت ضرورت ہے"

لیکن اتفاق سے اس سال میری واپسی کا پروگرام نہ بن سکا اور پھر دوسرے سال تشریف لائے تو اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے وہی الفاظ دہرانے کے بعد فرمایا: شاید تمہارا جی نہیں چاہتا کہ آرام و آسائش چھوڑ کر تکلیفوں اور صعوبتوں کو برداشت کرو۔ میں نے عرض کیا قبلہ! ایسی کوئی بات نہیں۔ لیکن حالات کچھ ایسے تھے کہ پروگرام نہ بن سکا۔ اب کے انشاءاللہ حاضر ہوں۔ چنانچہ ان کے حکم کے مطابق جب پاکستان آ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے "پورے پاکستان میں تمہارے لیے جگہ ہے اب بتاؤ کہاں جاؤ گے؟"

عرض کیا "جو بھی جگہ آپ کو مناسب نظر آئے" پھر بھی دنوں کی سوچ بچار کے بعد فیصلہ ہوا کہ مصباح القرآن میں کام کروں گا لیکن جب اہالیان راجن پور کو علم ہوا کہ میں یہاں آ گیا ہوں تو انہوں نے قبلہ و کعبہ کی خدمت میں ایک نمائندہ بھیجا اور وہ تین چار دن تک ان سے راجن پور کے لیے درخواست کرتا رہا بالآخر آپ نے مجھے وہاں جانے کا حکم دیا۔ پس وہ دن ہے کہ سرزمین راجن پور اور میں ایک دوسرے سے متعلق چلے آ رہے ہیں۔

چونکہ میں آپ کے حکم کے مطابق یہاں چلا آیا، اس لیے مجھ پر ہمیشہ ان کی خصوصی شفقت رہی۔ انہوں نے مجھے اخلاقی اور معنوی شفقتوں سے نوازا اور میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ آپ تمام مدارس کے بارے میں اور خصوصاً جامعہ امام جعفر صادقؑ کی ترقی کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔ علامہ نجفی نے اس مدرسہ کی توسیع و ترقی میں میری بھرپور مدد فرمائی (اور آج) الحمدللہ یہ دینی ادارہ ایک پسماندہ علاقہ میں مینارہ نور و ہدایت کی حیثیت سے تشنگان علم و ہدایت کو سیراب کرنے میں مصروف ہے اس میں بیس کے قریب طلبہ علوم دینیہ اور پرنسپل کے علاوہ دو مدرسین مشغول تعلیم و تدریس ہیں۔ نیز پنجگانہ نماز جماعت اور جمعہ کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ ہفتہ وار درس اخلاق، روزانہ درس قرآن، ہفتہ وار درس خواتین علاقہ میں تبلیغی اجتماعات کی صورت میں یہ دینی سلسلہ چل رہا ہے اس کے علاوہ چالیس طلباء صرف قرآن و دینیات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ کی عمارت کے لیے تقریباً چار کنال اراضی خریدی جا چکی ہے جو اخراجات کی فراہمی پر انشاءاللہ تعمیر ہو جائے گی۔ گویا یہ سب کچھ علامہ نجفی کی کاوشوں اور علم دین سے دلچسپی کا نتیجہ ہے اور جب تک اس قسم کے ادارے زندہ ہیں، علامہ نجفی بھی زندہ رہیں گے۔

آخر میں علماء کرام اور مومنین عظام سے گزارش کروں گا اور خاص کر ان ارباب علم سے جن کا علامہ کی ذات سے تعلق رہا ہے وہ ان کے منصوبوں کو آگے بڑھائیں۔ یہی ان کی ذات سے عقیدت اور خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ خداوند عالم ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بحق محمد و آلہ الطاہرین۔

آثار محسن ملت از تصاویر

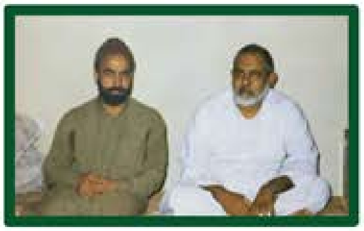

محسن ملت کے علمی آثار کی ایک جھلک

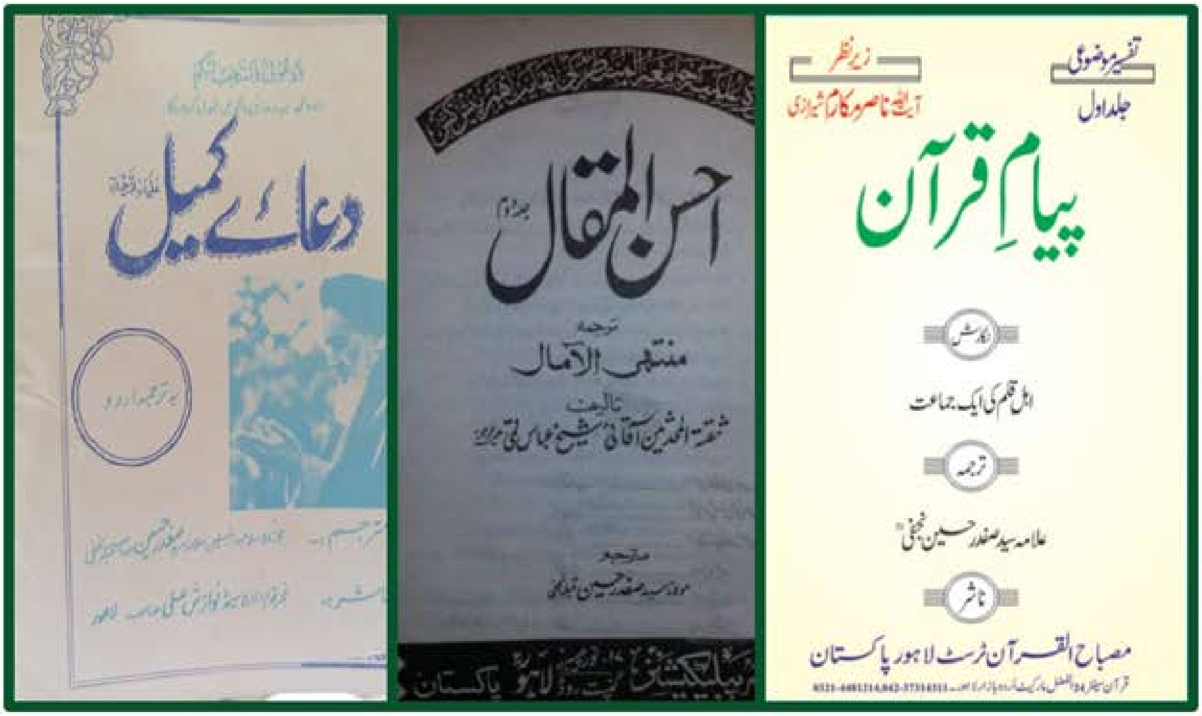

ہم (اہل بیتؑ) اقلیم سخن کے فرمانروا ہیں۔ نہج البلاغہ؛ خطبہ ۲۳۰

مرکزِ افکار اسلامی کا مشن

آئیں! نہج البلاغہ ہر گھر پہنچائیں

مرکز کی طرف سے نہج البلاغہ اور اس سے متعلق دو درجن کتب بہترین کاغذ و جلد اور نفیس اشاعت۔ خرچ سے بھی کم قیمت پر خریدیں۔ خود پڑھیں اور دوسروں کو تحفہ پیش کریں۔

قیمت نہج البلاغہ

صرف 600 روپے

مولانا لیاقت علی اعوان 0335-1625579

مولانا فرحت حسین 0302-5230406

مرکزِ افکار اسلامی

رعایتی قیمت
300 روپے

شہید زندہ ہے

شہید بزرگوار علامہ سید عارف حسین الحسینی رضوان اللہ علیہ
کی تقاریر، مجالس وانٹرویوز پر مشتمل کتابوں کا مجموعہ

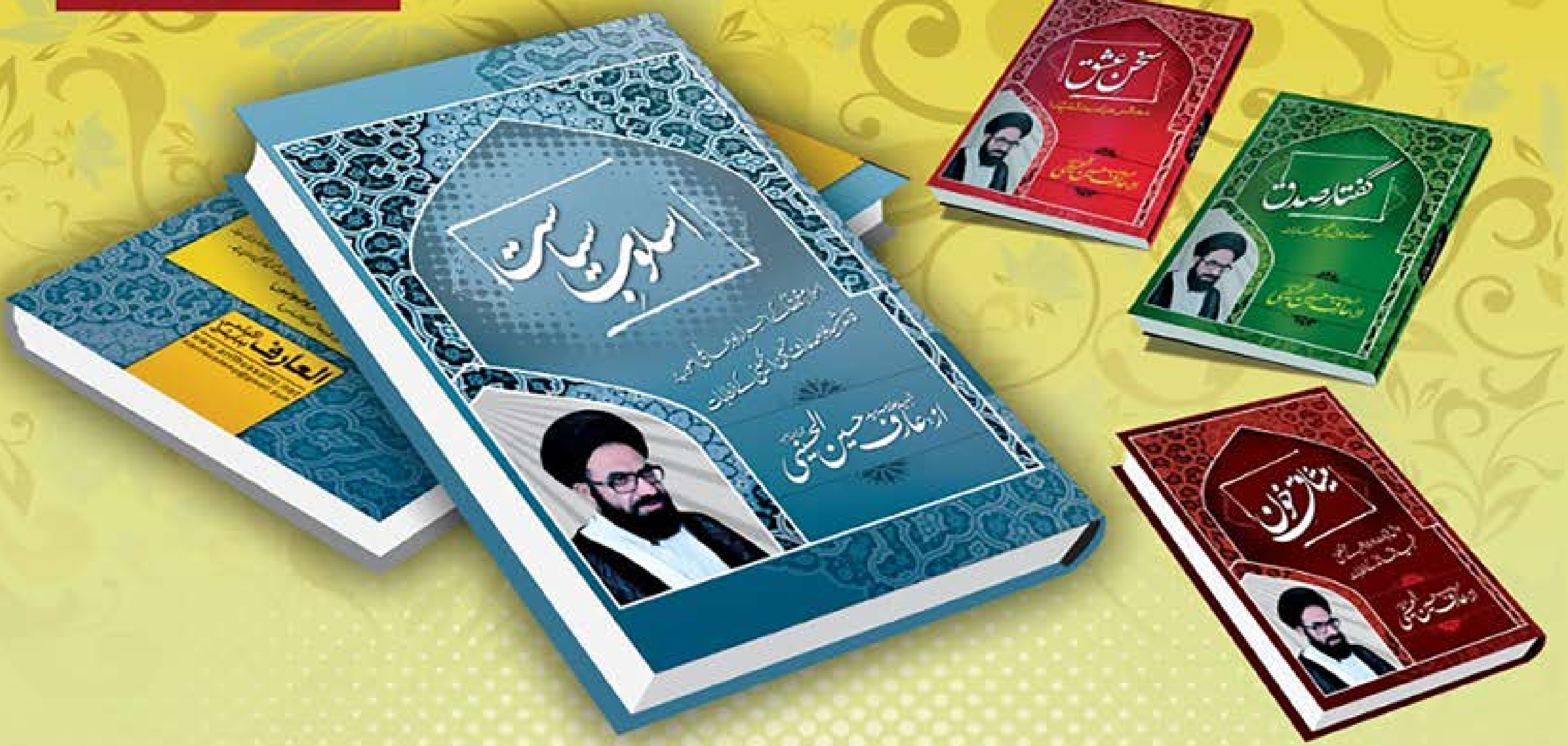

نئے ایڈیشن کے ساتھ معیاری پرنٹنگ میں شائع ہو چکی ہیں

میں تاکید کرتا ہوں کہ علامہ عارف حسین الحسینیؒ کے افکار کو زندہ رکھیں۔ (رہبر کبیر بت شکن زمان امام خمینیؒ)

ہمارا ہدف قائد شہیدؒ کے آثار و افکار کو ملت کے ہر فرد تک پہنچانا ہے۔ العارف اکیڈمی پبلیشرز

کتاب ملنے کے مراکز:

مزید رابطہ کیلئے: سید نثار علی ترمذی: 0301-4429922
ظہور بک سینٹر: علمدار روڈ کوئٹہ بلوچستان 0333-7888287
تقوی آن لائن سٹور: 0311-4706077/ 0307-6254008
امامیہ آن لائن بکس: (حجاب ثقافتی سینٹر) جعفریہ بازار، سورج میانی ملتان 0313-6160814
مکتبہ الرضا: 8 بیسمنٹ میاں مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 0344-4151214/042-37245166
احمد بک سیلرز: 20\718 فیڈرل بی ایریا کراچی 0332-3970966/0333-4127866
محمد علی بک ایجنسی: (اسلامی ثقافتی مرکز) امام بارگاہ امام صادقؑ، G-9\2 اسلام آباد 0321-5291921

اسوہ کالج اسلام آباد

فیڈرل بورڈ میں شاندار نتائج کا حامل کیڈٹ کالج کی طرز کا ایک مکمل اقامتی ادارہ

فیڈرل بورڈ میٹرک 2022 کے نتائج

Appeared	A1	A	GPA	College Position in FBISE
85	83	02	5.98 out of 6	2nd Among 1547 Institutions

میٹرک 2022 میں پہلی تین پوزیشنز حاصل کرنے والے طلباء

1st
Jarrar Hussain
1075/1100
(97.73%)

2nd
Muhammad Hasnain
1072/1100
(97.45%)

3rd
Mehdi Ali Khan
1068/1100
(97.09%)

3rd
Kinaan Hassan
1068/1100
(97.09%)

داخلہ برائے جماعت ہفتم و ہشتم

تحریری امتحان

ریاضی، انگلش
سائنس اور اردو

انشاءاللہ بتاریخ **19 مارچ 2023** صبح 9 بجے

اسوہ کالج اسلام آباد، اسوہ پبلک سکول سکردو، پارہ چنار
اور العصر پبلک سکول گلگت میں منعقد ہوگا۔

فارم جمع کرانے کی
آخری تاریخ
15 مارچ 2023

اہلیت
☆ چھٹی جماعت پاس (ساتویں جماعت کیلئے) اور ساتویں جماعت پاس (آٹھویں جماعت کیلئے) ☆ طبی لحاظ سے صحت مند
☆ عمر یکم اپریل 2023 کو 11 سے 13 سال تک (ساتویں جماعت کیلئے) اور 12 سے 14 سال تک (آٹھویں جماعت کیلئے)

☆ داخلہ فارم، انٹری ٹیسٹ فیس چالان، پراسپیکٹس، ماڈل پیپرز اور سلیبس ہماری ویب سائٹ www.uswacollege.edu.pk سے ڈاؤن لوڈ کیے جا سکتے ہیں۔
☆ انٹری ٹیسٹ فیس مبلغ -/2000 روپے (ناقابل واپسی) بذریعہ چالان فارم HBL کی کسی بھی برانچ میں جمع کرائی جا سکتی ہے۔
☆ داخلہ فارم پُر کر کے جمع شدہ چالان کی ایک کاپی فارم کے ساتھ منسلک کر کے 15 مارچ 2023 سے پہلے کالج کے ایڈریس پر بذریعہ ڈاک بھیج دیں۔

آپ کی سہولت کیلئے آن لائن داخلہ رجسٹریشن فارم ہماری ویب سائٹ پر موجود ہے۔ آپ اس سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

اسوہ کالج اسلام آباد، جاپان روڈ، سہالہ، اسلام آباد
مزید معلومات کیلئے: 051-2722900, 0333-5278314, 0342-9587040, 0300-5205900
ویب سائٹ www.uswacollege.edu.pk